اصلاح

نمبر ۱ | ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۸ھ | جلد ۴۳

مدیر

جناب مولانا سید ابن علی حیدر حسن صاحب قبلہ دام برکاتہم



دارالاشاعۃ

کھجوا (صوبہ بہار)

(کتبہ اکبر حسین جون پوری)

مکرر پرچہ نہیں جا سکتا

بعض ہمدردان اصلاح اپنے پرچوں کی پوری حفاظت نہیں کرتے اور سال ختم ہونے پر دفتر اصلاح میں شکایت کرتے ہیں کہ اتنے نمبر نہیں ملے مکرر فوراً بھیج دیجئے۔ ان کل حضرات سے التماس ہے کہ جس وقت رسالہ پہونچا کرے پڑھکر اگر صندوق یا الماری میں مقفل کرکے بند کردیا کریں تو کوئی نمبر ضائع نہ ہو۔ ہاں ایک نمبر پہونچنے پر اگر ہمیں معلوم ہوگا کہ قبل کا نمبر نہیں ملا تو وہ مکرر روانہ کردیا جائیگا مگر دو تین نمبر دیکے بعد قبل کا نمبر طلب کیا جائیگا تو نہیں جا سکتا۔ مثلاً نمبر ۵ پہونچنے پر اگر لکھا کہ نمبر ۴ نہیں ملا تھا تو مکرر بھیجدیا جائیگا لیکن اگر نمبر ۱ یا ۲ طلب کیجیے گا تو وہ نہیں جا سکتا بلکہ اس کے لئے فی نمبر ۸ر قیمت آپ کو بھیجنی پڑے گی اس کا خیال رکھیں۔

جو لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل جاتے ہیں

وہ فوراً دفتر اصلاح میں بھی اپنے جدید پتے کی اطلاع دیدیا کریں ورنہ انکا رسالہ اصلاح سابق پتے پر جاتا رہیگا اور پھر دفتر سے مکرر نہیں بھیجا جائیگا اکثر حضرات اسکی پابندی نہیں کرتے جس سے دفتر کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

سنہ ۱۳۵۸ ہجری کا چندہ اصلاح

سنہ ۱۳۵۷ھ و سنہ ۱۳۵۸ ہجری کا چندہ اصلاح جن حضرات نے ابتک نہیں بھیجا وہ فوراً بذریعہ منی آرڈر روانہ کرکے شکرگزار کریں ورنہ آیندہ نمبر ضرور وی پی روانہ کیا جائیگا جس میں آپکا ۳ر پیسہ فضول خرچ ہو جائیگا۔ بہت حضرات وی۔ پی پہونچنے پر شکایت کرتے ہیں کہ وی۔ پی کیوں بھیجدیا خط لکھکر چندہ کیوں نہیں طلب کیا۔ ان سب کی خدمت میں التماس ہے کہ دفتر میں اتنے محرر نہیں ہیں کہ ہر شخص کو طلب چندہ کا خط لکھا کریں اور نہ اتنا مال ہے کہ ہر شخص کو ۳ر کا پوسٹ کارڈ بھیجا جایا کرے۔ پس اس اطلاع کو آپ حضرات کارڈ خیال کرکے فوراً اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرمادیں کروی۔ پی بھیجنا ہمارے لئے بڑی مصیبت ہے۔

ناول جوہر قرآن۔ و سوانح عمری حضرت عمر

دفتر اصلاح کے مشہور دلچسپ ناول تصویر عزا کے ختم ہونے پر برابر فرمائشیں آرہی ہیں مگر ہم بھیجنے سے مجبور اور وہ حضرات اسکے دیکھنے کے لئے بیچین ہیں۔ اسی طرح جو حضرات اسی وقت سے رسالہ اصلاح کے خریدار نہیں ہونگے اور ناول جوہر قرآن و سوانحعمری خلیفہ دوم ختم ہونے پر طلب کرینگے تو بہت افسوس کرینگے پس جلد علم دوست حضرات اصلاح کے خریدار ہو جائیں۔

ہندو پنڈت کا رسالہ خلافت

ایک ہندو پنڈت ہرنام صاحب نے مسئلہ خلافت و امامت پر وہ زبردست تحریر شائع کی ہے جس سے بھی مذہب شیعہ کی حقیت مثل آفتاب روشن ہوئی ہے اس رسالہ نے برادرانِ اہلسنت میں زلزلہ ڈال دیا۔ رسالہ اصلاح کو دو جدید خریدار دیکر یہ کتاب مفت طلب کیجیے۔

المشتھر:۔ مینجر اصلاح کھجوا (بہار)

اردو تفسیر قرآن

نہایت تحقیق و جامعیت سے شایع ہورہی ہے۔ آج تک ایسی تفسیر اردو زبان میں نہیں چھپی تھی۔ صرف دو روپیہ سالانہ میں ۴۰ صفحہ ماہوار آپ کے پاس پہونچتی رہیگی۔ جلدی طلب کیجیے ورنہ دوبارہ اس کا چھپنا دشوار ہوگا۔ المشتھر:۔ مدیر دائرہ تحقیق کھجوا

فہرست مضامین اصلاح محرم ۱۳۵۹ ہجری نمبر ۱ جلد ۴۳

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر [illegible] سال گزشتہ حیدرآباد دکن کا اصلاح [illegible] ۱۳۵۸ ہجری ریاست حیدرآباد دکن [illegible] عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر [illegible] اصلاح [illegible] میں مبلغ ایک سو پچیس روپیہ عنایت فرما کر اس رسالہ کی زندگی [illegible] مستحکم [illegible] کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ خدائے کریم ممدوح کو عزت و شان و جاہ [illegible] اضافہ فرمائے کہ آپ کے وجود ذی جود سے دین و ملت کو بڑی قوت حاصل [illegible] ہوتے رہتے ہیں۔

انصار اصلاح

[illegible] اس سال اس سال کو جدید خریدار عنایت فرما کر کمال [illegible] دوسرے حضرات بھی جلد توجہ فرمائیں۔ (۱) جناب سید شاہ علی امام اشرف صاحب [illegible] انسپکٹر پولیس انچارج تھانہ [illegible] ۳۔ ممدوح نے تینوں حضرات سے پیشگی چندہ وصول فرما کر خود بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمایا (۲)، جناب سید نذیر حسین صاحب [illegible] امین گورکھپور (۱) ۳، جناب سید [illegible] علی صاحب [illegible] سکندرآباد (۲) ۴، جناب سیٹھ فقیر محمد حاجی صاحب [illegible] ساگو (۱) ۵، جناب منشی [illegible] حسین خان صاحب ہیڈ کانسٹیبل پولیس ضلع مظفرگڑھ (۲) ۶، جناب سید [illegible] حسن صاحب [illegible] انسپکٹر [illegible] (۱) ۷، جناب سید امیر حسین شاہ صاحب [illegible] (۱) ۸، جناب منشی ظفر علی خان صاحب انسپکٹر پولیس فیروزپور (۱) (باقی آیندہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



اِصلاح

نمبر ۱ | ماہ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ | جلد ۴۳

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین ابی القاسم محمد و آلہ الطیبین الطاہرین۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ لقد عظمت الرزیۃ وجلت المصیبۃ بک علینا وعلیٰ جمیع اہل الاسلام۔ وجلت وعظمت مصیبتک فی السماوات والارض۔ فلعن اللہ امۃ اسست اساس الظلم والجور علیکم اہل البیت عظم اللہ اجورنا واجورکم بمصابنا بالحسین وجعلنا وایاکم من الطالبین بثارہ مع ولیہ الامام المہدی من آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام

الحمد للہ والشکر لہ کہ محض اسی منعم حقیقی کے بے حد و پایان فضل و کرم سے اس کے دین حق اور صراط مستقیم کے خادم رسالہ اصلاح کی جلد ۴۲ مکمل ہو گئی اور اسی قادر مطلق نے اسکی زندگی کا تینتالیسواں سال شروع کیا۔ وہ آئندہ بھی اس کو اپنی توفیق و تائید سے سرفراز کرتا رہے۔ اور اسکی خدمات کو قبول فرمائے۔

نور خدا کے بجھانے کی اسلام سوز کوشش محرم ۱۳۵۸ھ شروع ہوتے ہی دشمنانِ خدا و رسولؐ نے عزاداری پر گولہ باری کی ابتدا کر دی۔ اور حامیان مدح صحابہ پہلے سے زیادہ طاقت کے ساتھ اس بدعۃ کے جاری کرنے کی کوشش پر آمادہ ہو گئے لکھنؤ میں مدح صحابہ پڑھکر جیل بھر رہے ہیں۔ چونکہ یو۔ پی حکومت میں بھی کئی وزیر سنی ہیں اہلسنت کی دلیری بہت بڑھ گئی۔ سمجھتے ہیں اب ہم جس بدعۃ کو چاہیں جاری کرا دیں۔ پس امام مظلوم کے جان نثارو! تمہارے امتحان کا وقت بھی آ پہونچا۔ یاد رکھو تم حیدر کرار غیر فرار کے شیعہ ہو۔ اپنی ہمت، استقلال اور ایثار سے دنیا والوں کو مبہوت کر دو۔ بالکل مظلوم بنے رہو مگر اپنی جان اپنا مال اپنی اولاد تک کو اپنے مولا پر فدا کر دینے کا عزم مستحکم کر لو۔ پھر قدرت خدا کا تماشہ دیکھو۔ یقیناً تم فتحیاب ہو کر رہو گے اور مدح صحابہ کا فتنہ دنیا سے اوسی طرح مٹا دو گے جس طرح اسیران کربلا نے اپنی مظلومیت کے جوہر دکھا کر یزیدی سلطنت کی نیو تک کھود ڈالی اور ایک شخص بھی اوس کا مدح کرنے والا باقی نہیں رہا

احسانات حسین علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علیٰ محمد وآل محمد

حمد اور تعریف اُس خدائے عز و جل کے لئے زیبا ہے جس کی مدح و ثنا کی حقیقت کو اچھے اچھے زبان دانوں کی گویائی نہیں پہونچ سکتی۔ سب اس کی ثنا کرنے والے اوسکی نعمتوں اور بخششوں کے شمار کرنے سے عاجز ہیں بڑے بڑے کوشش کرنے والے اس منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں ۔ وہ برتر ایسا ہے جس کو ہمتیں ارادے اور عزم نہیں پاسکتے ہیں اور نہ دانشوروں کی ... اور عقلوں کی گہرائیاں اُس کی تہ تک پہونچ سکتی ہیں۔ بس پروردگار عالم نے اپنے لطف وکرم سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نبی رحمت مبعوث فرمایا جو جمیع انبیاء کی شہادت دینے والے اور دو عالم کے لئے بشیر و نذیر تھے اے پروردگار اپنے بندہ اور رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اپنی تکریمات اور خیرات شریفہ اور برکات کو قائم و برقرار کردے جو خاتم انبیاء علوم سربستہ کے فاتح اور نہایت سچائی و حق کے ساتھ امر حق کا اعلان کرنے والے، باطلوں کے جوش کے دافع اور بڑی بڑی سطوت و جبروت والے گمراہوں کا مغز پاش پاش کرنے والے ہیں پروردگار تو ہی اُن پر درود بھیج۔

تمہید

شاہ است حسین بادشاہ است حسین ۔:۔ دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نداد دست در دست یزید ۔:۔ حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے صوفی باصفا اور روحانی فلاسفر نے چار مصرعے حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شان مبارک میں نظم فرمایا تھا۔ یہ چار مصرعے ایسے ہیں کہ ان کی تفسیر اگر لکھی جائے اور اُن کی توضیح پوری طور سے کی جائے تو بہت بڑے دفتر کی ضرورت ہوگی۔ اس پر بھی جتنا چاہئے اور جو اس کا حق ہے ادا نہ ہوگا۔ حضرت خواجہ صاحب موصوف کی ذات سے ہندوستان کا

بچہ بچہ واقف ہے۔ اور آپ کے علم و فضل و بزرگی و روحانیت کا شہرہ عام ہے۔ لہذا یہ
مصرعے بھی ان سب وجوہ سے ویسے ہی ہوں گے اور ان کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں ہے
اور نہ ظاہر بین نگاہیں ان کی گہرائیوں کو پہونچ سکتی ہیں اور اگر زیادہ واقف شخص کے سامنے
یہ مصرعے پڑھے جائیں تو ان کے ظاہری معنی منکشف ہوگا لیکن اگر بچے غور و فکر سے کام لیا جائے
تو ان مصرعوں کے معنی بہ حرفت کس قدر خیال میں آسکتے ہیں۔ کیوں نہ ہو یہ مصرعے بھی
تو ایسی مہتم بالشان ہستی کی تعریف و معرفت میں ہیں کہ جس کا وجود دین اسلام کے واسطے
ابدی حیات کا سبب ہے۔ جو ایک وحشی قوت اور مبغض جمیعت مسلمانوں پر واجب
قرار پائی۔ اور جو خواہان دین کا سردار ہے۔ اور جس نے قرآن کی حامی نہ پیش کرکے
حق و باطل کا فیصلہ ہمیشہ کے واسطے کر دیا اور عمدہ مثالیں پیش کردیں۔

امابعد۔ حقیر نے ارادہ کیا کہ ان مصرعوں کی تھوڑی تشریح لکھے اگرچہ یہ کام نہایت مشکل
اور اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کی وجہ سے نہایت دشوار ہے۔ لیکن بھروسہ پروردگار
کے اسکی ہمت کیا۔ اب دعا خدا پاک سے ہے کہ بہ طفیل جناب سرور کائنات
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اس عاجز سے کام اختتام کو پہونچا دے اور مقبولیت کا درجہ
عطا فرمائے ان مصرعوں کے معنی ظاہر بظاہر تو بہت سادہ ہیں۔ لیکن نظر غور سے اگر
اس کے مضمون کی تلاش کی جاوے تو بہت شاندار ہیں۔ اب اس جگہ تھوڑی سی تاریخ
دین کی لکھنا ضرور ہے تاکہ یہ امر ظاہر ہو جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال
کے بعد دین کی کیا حالت ہوگئی تھی اور کیسے کیسے آلام میں مبتلا تھا۔ وھو ھذا

خاندان بنی امیہ کو باستثنار چند اسلام سے سخت دشمنی تھی۔ اور اگر خاندان بنی امیہ قوم
اسلام کے اندر نہ ہوتا تو اس میں شک نہیں کہ اسلام کو اس قدر نقصان اٹھانا نہ پڑتا۔
اور اگر میں تاریخی واقعات اور بادشاہان بنی امیہ کے حالات کو مفصل اس مختصر رسالہ میں
لکھوں تو بہت طول ہو جائے گا۔ مختصر یہ کہ رسولؐ اسلام کی آنکھیں بند ہونی تھیں کہ عالم
اسلام میں فتنہ و فساد کی آندھیاں چلنے لگیں۔ اسلام کے مقابلہ میں وہ کینۂ دیرینہ
جو اب تک بنی امیہ کے دلوں میں آتش زیر خاک کی طرح چھپی ہوئی تھی شعلہ ور ہوگئی۔
مولفۃ القلوب منافقین جن کو رسول اللہؐ نے مصالح ظاہری کے خیال سے مال و زر کی
بوچھار سے اب تک موافق رکھا تھا رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اپنے دلی مقاصد کے

سرانجام کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور ان کے دل میں اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے منصوبے بندھ گئے۔ دوسری طرف بنی ہاشم کی ممتاز فرد میں جنگ بدر و اُحد کے کفار و مشرکین کے خون کی ذمہ وار تھیں اور اب تک اسلامی ترقیوں کا سہرا بڑی حد تک انکے سر تھا۔ اس کی وجہ سے مقتول کفار کے وارثوں کے دلوں میں نظام کی اسلام لانے کے بعد بھی ان کا بغض و عناد جگہ کئے ہوئے تھا۔ حیات رسول اللہؐ میں پوری کوشش کی گئی کہ ان افراد کی اہانت و تذلیل کی جائے۔ مگر وحی کا نہ ٹوٹنے والا سلسلہ اور رسولؐ کی نہ چپ رہنے والی زبان اُن کی مدح و ثنا کے دفتر کھولتے ہوئے دشمنوں کی محنت پر پانی پھیرتی رہتی تھی۔ بلکہ یہاں تک خدائے پاک نے حکم دے دیا کہ اے رسولؐ اپنی رسالت کی خدمت کا عوض کچھ اور مسلمانوں سے نہ مانگو بلکہ صرف محبت اور خلوص اپنے اقربا کے ساتھ طلب کرو" قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" اہلبیت سے دشمنی، بغض و حسد اور اس کے ساتھ اسلام کی دشمنی و عناد نے عجیب عجیب صورتیں اختیار کیں جس کے ساتھ ملک و دولت اور نظم و نسق عالم کی طمع نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اسلام اور اس کے خاموش محافظوں کے برخلاف مخالفت کا وہ طوفان برپا ہو گیا کہ العظمت للہ۔ اگر وہ حکیم اسلام خاموش طرز عمل سے اسلام کی حفاظت کر رہا تھا۔ تو اسلام مٹ چکا تھا اور صفحۂ دنیا اس وقت شعائر اسلامیہ کے نقش سے سادہ نظر آتی۔ بنی امیہ نے جن کی عداوت اسلام کے لئے ضرب المثل ہے اور رسول اللہؐ کو جن کے ہاتھوں سے سخت ترین مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ خلافت اولیٰ کے زمانہ میں اسلام کے مٹانے کے لئے مکر و تزویر کا جال پھیلا دیا۔ یعنی ابو سفیان جو اس وقت اس گروہ کا بزرگ خاندان تھا۔ وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے پاس آ کر کہنے لگا "بڑے افسوس کی بات ہے کہ خلافت کے بارے میں تم لوگوں پر سب سے ذلیل خاندان قریش کا غالبہ آگیا۔ خدا کی قسم میں تمہاری مدد کے لئے زمین حجاز کو سوار و پیادہ سے بھر دوں گا" (دیکھو استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف جلد اول ص ۳۶۵) یہ وہ سمیت آمیز اور زہریلا کلمہ تھا کہ اگر چل جاتا تو اسلام کا خاتمہ ہی تھا کیونکہ وہ اعراب جو اسلامی تعلیمات و اخلاق سے ابھی نئے نئے آشنا ہوئے تھے اور اس کو بار گراں سمجھتے تھے کسی غیر معمولی سی خانہ جنگی کے بعد فوراً اسلام کو خیر باد کہہ دیتے۔ تھوڑے بہت جو مسلمان باقی رہتے وہ طرفین کے جنگ و جدال

میں کام آتے اور اسلام کا آج دنیا میں کوئی نام لینے والا نہ ہوتا۔ لیکن امیرالمومنینؑ کی بصیرت افروز نظر متکلم کے کلام سے پہلے اس کے ضمیر کو دیکھ رہی تھی لہذا جواب میں وہ سخت لہجہ اختیار کیا کہ دوبارہ ایسے کلام کی جرأت نہ ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ تو ہمیشہ اسلام کا دشمن رہا ہے۔ وہ جو میرے سامنے سے (بنی امیہ کی اس سازش سے ان کے سچے اور خالص ہمدرد اسلام ہونے کا پتہ چلتا ہے) تاریخوں کا دفتران تمام واقعات سے بھرا پڑا ہے یہ بات تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حسینؑ کا اسلام سے گہرا تعلق

حسینؑ کو اسلام سے کس قدر گہرا تعلق تھا۔ اور پیغمبر اسلام کی نگاہ میں آپ کی کیا وقعت تھی اور قرآن و احادیث سے کس قدر عظمت و بزرگی آپ کی ثابت ہے۔ اس کے بعد ان معروضات کی تفسیر خود بخود سمجھ میں آجائے گی جس کو بہت بڑے روحانی فلاسفر نے لکھا ہے۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی رسالہ مناقب سادات میں اہلبیتؑ کی محبت ومودت کے باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی محبت بے حد اور ان کی پہلے درجہ کی تعظیم وتکریم قرآن مجید اور احادیث رسول کریمؐ سے ثابت ہے۔ دیکھئے حق سبحانہ تعالےٰ فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربےٰ۔ یعنی اے رسول کہدو کہ میں تبلیغ احکام میں تم سے کچھ بھی مزدوری نہیں چاہتا۔ ہاں اپنے قرابت مندوں کی محبت کہ انھیں تم لوگ دل سے دوست رکھو۔ اس آیت پاک کی تفسیر میں صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے عرض کی۔ اے رسول خداؐ آپ کے قرابت مند کون ہیں جن کی محبت وتعظیم وتکریم ہم پر واجب کی گئی ہے۔ فرمایا علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دونوں بچے (یعنی حسنؑ و حسینؑ) کشاف کی ایک اور روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اپنے پیارے خدا کو پیار کرو تاکہ صبح کو خدا کی نعمت کا شکر ادا ہو اور مجھے خدا کی دوستی کی وجہ سے دوست رکھو اور میری اولاد کو میری محبت کی وجہ سے پیار کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعوےٰ کرے اسے آپ کی خوشنودی کے لئے ضرور ہوگا کہ آپ کے فرزندوں کو دل وجان سے دوست رکھے۔ صاحب کشاف زاہدیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اہلبیتؑ کو پیار کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے تو خدا اسے رحمت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ کشاف کے دوسرے موقع

میں یوں منقول ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ اے لوگو ہوشیار ہو محمدؐ کی اولاد کی محبت پر جو کوئی مرے گا اُس کا خاتمہ ایمان کامل پر ہوگا ۔ جو شخص اولاد محمدؐ کی دوستی پر جان دیگا وہ ثابت قدمی کے ساتھ گزرے گا ۔ محمدؐ کی اولاد کی دوستی پر مرنا شہادت کا ذریعہ ہے جو اولاد محمدؐ کی دوستی پر جان و مال قربان کرے گا اُسے جنت میں ایسے بناؤ سنگار کے ساتھ بھیجیں گے جیسے دولھن کو آراستہ کرکے شوہر کے گھر بھیجتے ہیں ۔ تم میں سے جو کوئی محمدؐ کے فرزندوں کی محبت میں مرے گا اہلسنت والجماعت کے طریقہ پر مرے گا ۔

کتاب اشرف النبوت میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کو پکڑ کر فرمایا کہ جس نے مجھے اور ان دونوں بچوں اور انکے ماں باپ کو دوست رکھا وہ قیامت کے روز ضرور میرے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا ۔

اشرف النبوۃ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میں چار قسم کے لوگوں کا ضرور شفیع ہوں گا ۔ اگرچہ تمام اہل زمین کے گناہ اپنے ہمراہ لے کر آدیں ۔ پہلا وہ گروہ جو میری اولاد کی محبت و تعظیم کرے ۔ دوسرا جو اُن کو دل و جان سے زیادہ دوست رکھے الخ اور صحیح وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں گرانقدر چھوڑے جاتا ہوں (۱) خدا کی کتاب (۲) اپنی عترت ۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے ۔ کشاف اور اشرف النبوۃ سے نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے اہلبیتؑ پر ستم کیا اور میری اولاد پر ایذا رسانی کا درپے ہوا اُس پر یقیناً جنت حرام ہے ۔ شواہد النبوۃ میں وارد ہے کہ ایک دن رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسینؑ کو اپنے دائیں ران پر اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو بائیں ران پر بٹھائے ہوئے تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ آئے اور سلام کے بعد عرض کی کہ خدا اسے تعالےٰ آپ کے لئے ان دونوں کو جمع نہ کرے گا ۔ ضرور ان میں سے ایک کو آپ سے لے لیگا ۔ اب آپ ان دونوں میں سے جسے چاہیں اپنے پاس رکھنا پسند و اختیار کریں ۔ آپ نے خیال فرمایا کہ حسینؑ کے فوت ہونے سے صرف مجھ ہی کو سوز و گداز نہ ہوگا بلکہ مجھ سے زائد اُن کے فراق میں علیؑ و فاطمہؑ بیزار ہوں گے ۔ اور ابراہیم کے انتقال سے زیادہ میری ہی رگِ جان کو نشترِ الم ہوگا ۔ پس میں نے اپنے غم کو علیؑ و فاطمہؑ کے غم و الم پر ترجیح دے کر حسینؑ کو اختیار کیا ۔ چنانچہ اس واقعہ کے تیسرے دن حضرت ابراہیم کا

انتقال ہوگیا۔ یوں تو ہزارہا حدیث دو اقعات جناب امام حسین علیہ السلام کی شان پاک میں وارد ہوئے ہیں۔ مگر بنظر اختصار یہ چند حدیثیں بطور نمونہ کے بیان کی گئیں۔ اب ناظرین کرام کو پوری طور سے جناب امام حسین علیہ السلام کے حالات پر روشنی پڑتی ہے کہ اس ذات پاک کو حضرت سرور کائنات فخر موجودات اور اسلام سے کیا تعلق تھا۔ قرآن پاک میں بہت سی جگہ خداوند قدوس نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ بندہ کو کسی باطل قوت کا خوف دل میں نہیں لانا چاہیئے اور نہ کسی شخصیت سے مرعوب ہونا چاہیئے۔ اگر خوف کھانے اور ڈرنے کے لائق ہے تو وہی خداوند قدوس ہے۔ اور ہر مصیبت میں صبر و شکر کے ساتھ راضی بہ رضا رہنا چاہیئے خداوند کریم نے ایک جگہ یوں فرمایا ہے کہ ہم اپنے بندوں کو آزماتے ہیں خوف و بھوک اور نقصان مال تلف نفس اور اولاد کی موت سے لیکن جو بندے صابر و شاکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ سب چیزات کی ہے اور اسی کی طرف لوٹ جانے والی ہے خدا کی طرف سے ان کو بشارت ہو۔ آیت پاک یہ ہے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کیا اس آیۃ پاک کو عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا؟

یزید کا کفر اب اس جگہ پر یزید کی بدکاریوں اور کفر کا تذکرہ کرنا واقعات کے اصلی پہلو پر پہونچنے کے لئے ضروری ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ ایسے وقت میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان قربان کرکے اسلام کو بچانا ضروری و لازمی تھا۔ مورخین کے بیان کے مطابق یزید ایک نہایت بد اخلاق اور سیہ کار شخص تھا۔ اوس کی بوالہوسیوں اور عیاشیوں کے واقعات ایسے ہیں کہ انھیں دیکھ کر اور سن کر تہذیب آنکھیں بند کرلے۔ اور شرافت کانوں میں انگلیاں دے لے۔ اس کا نہ کوئی مذہب تھا اور نہ کسی اخلاقی اصول کا وہ پابند تھا وہ علانیہ شراب کے جام ڈھالتا۔ بربط وطنبور سے دل بہلاتا۔ بلا تکلف ماؤں۔ بہنوں اور بیٹیوں کے چمنستان حسن میں گلچینی کرتا کتوں اور بندروں کو اعزاز و تکریم کی مسندوں پر بٹھاتا۔ مولانا مفتی اکرام الدین نبیرہ جناب مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے کتاب سعادت کونین میں یزید کی بداخلاقیوں اور کفر کی بحوالہ کتاب مناقب سادات یوں تصریح کی ہے کہ یزید نے زنا اور لواطت۔ شراب خمر و معاصی کو مباح کردیا۔

بھائی بہنوں اور بیٹیوں میں تزویج جائز کرتی ہے۔ اہل سنت کا یہ مسئلہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کرے۔ اسلام کو استخفاف تحقیر کرے یا اس کے کسی قسم کا طعن و تمسخر کرے وہ جملہ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے۔ اور حضرت خواجہ حسن نظامی اپنی کتاب محرم نامہ میں یزید کے بد اخلاقیوں کی یوں تعریف اور اس کے تخت نشینی کے باب میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی پلید اگروہ بادشاہت یزید ابن معاویہ کو مل گئی۔ بنی امیہ کا سب سے بڑا نامور بادشاہ تخت پر بیٹھ گیا۔ یہ وہ سلطان ہے جس نے اپنے بوڑھے باپ معاویہ سے ضد کی تھی کہ میں قرآن و شریعت کے سوا اور کسی کی پیروی نہ کروں گا۔ تم اس کو مردہ کہو یہ بڑا معتقد قرآن ہے۔ وہ پوری تمام شراب پی لیتا ہے اور جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے ان کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے۔ تم کو نماز کا حکم دیتا ہے مگر خود نہیں پڑھتا۔ اس سے زیادہ سنت کی پیروی کیا ہوگی۔ بڑا پرکالہ ہے بڑا متوالا ہے سیر و شکار ... زندگی بسر کرتا ہے۔ کیوں ... امیر کمر کو ... سب جراغ ... ایک بڑے باپ کا بیٹا ہے ... ابی طالب سے تیغ زنی کی۔ ... آزار پہونچائے۔ آفرین ہو کہ یہ تمام خوبیاں ... یافتہ ہے ایسے مجموعہ صفات یزید نے انسان کو لوگ ملعون کہتے ہیں۔ پلید کہتے ہیں۔ تم کہو کہ ... کے سب سے بڑے شہریار کی شان میں تم کو ... کا حق ہے ... یزید کے افعال۔ اور یہی یزید چاہتا ہے بیعت لینا حضرت امام حسین علیہ السلام سے۔ اور اس کو سب دعوائے خلافت۔ یہ مردود خلیفہ و نائب رسولؐ ہونے کا مدعی ہے۔ اور اسلامی حکومت و خلافت کی باگ ایسے کے ہاتھ میں ... ''حق کرنا ...'' ... حسینؓ تو بے شک یہ کوئی شاعری نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قوم ... خلیفہ یا امام ... جس طریقہ کو اختیار کرتا ہے اور عملی نمونہ پیش کرتا ہے عوام بھی زیادہ تر اسی کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور اوسی کی پیروی کرتے ہیں۔

حسینؓ کا احسان اسلام پر

اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر حسینؓ ... فعل ... کے معترض نہ ہوتے اور یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا اسلام کا وجود باقی رہ سکتا؟ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ اس لئے حسینؓ نے اپنی جان دے کر اسلام کو زندہ کیا۔ اور کلمۂ توحید

کو ہمیشہ کے واسطے قائم کردیا ورنہ ایسی مہتم بالشان قربانی کی ضرورت حضرتؑ کو نہ ہوتی۔ حسینؑ کے ہر فعل و عمل سے قرآن پاک کے احکامات کی روشنی نمایاں تھی۔ اس لئے خواجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ "دین است حسینؑ"۔ اور یہ عام بات ہے کہ جب کوئی شخص خوف و آلام میں گرفتار ہوتا ہے تو کسی ایسے آغوش میں پناہ گزین ہوتا ہے جس سے کہ اُسے نجات کی امید ہوتی ہے۔ اس لئے اُس وقت اسلام مصیبت و پریشانی کی حالت میں جناب امام علیہ السّلام کے آغوش میں پناہ گزین تھا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ "دین پناہ است حسینؑ"۔ چونکہ یزید لعین یہ جانتا تھا کہ میری ان بد افعالیوں پر جناب امام حسینؑ معترض ہیں۔ اسی لئے اونھوں نے میری بیعت نہیں کی۔ یہ ایسا کانٹا ہے جس کو نکالنا چاہئیے یا کم سے کم کسی طور سے جناب امام علیہ السلام میرے نقش قدم پر چلنے کو طیار ہو جاویں۔ چنانچہ اس کے واسطے بہت بڑا اہتمام کیا گیا۔ گزشتہ تاریخ اور اسلام کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ہر بالصیرت شخص سمجھ سکتا ہے کہ علیؑ مرتضیٰ کا فرزند اور رسولؐ کے خاندان کا سب سے بزرگ مرتبہ شخص اگر ان حالتوں کی موجودگی میں یزید کی بیعت کر لیتا تو کیا اسلام کا نام بھی عالم میں باقی رہ سکتا تھا؟ ہرگز نہیں حسینؑ کی غیرت و حمیت و اسلامیت کبھی اس کو گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے رسولؐ کے دین کو برباد ہوتے ہوئے دیکھیں اور سکوت کریں حسینؑ کا فعل کتنے گہری سیاست اور عقلمندی پر مبنی تھا چنانچہ کربلا کے واقعہ نے یزید کے کفر و فسق و فجور کو طشت از بام کردیا اور امام علیہ السّلام کی شہادت نے عالم کی آنکھیں کھول دیں۔ کربلا میں مظالم کا خاتمہ ہوا۔ ایک طرف شام و کوفہ کے لشکر کی بے رحمی۔ وحشیانہ برتاؤ اور ننگ انسانیت افعال۔ دوسری طرف حسینؑ اور اُن کے انگلیوں پر شمار کر لینے کے قابل رفقاء کا صبر و تحمل۔ ثبات قدم، وفاداری اس نے دنیا کے سامنے حق و باطل کو علیحدہ علیحدہ کر کے پیش کردیا۔ غفلت و لاعلمی کے وہ گہرے پردے جو آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے ایک مرتبہ اوٹھ گئے اور حقیقت کا چہرہ صاف نظر آنے لگا۔ اہل اسلام اس وقت جس فضا میں پرورش پا رہے تھے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ شریعت اسلام کا نام و نشان تک باقی نہ رہتا اور دنیا کے سامنے حقیقت کے واضح ہونیکا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ جو حسینؑ نے اختیار کیا۔ اور کربلا میں عورتوں کو بچوں کو اپنے ساتھ لانے کا فلسفہ یہ تھا کہ اگر تنہا حسینؑ قتل کر دیئے جاتے تو حقیقت کی وہ تبلیغ جو

بصورت موجودہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی۔ لیکن اہلبیت رسولؐ کی اسیری اور ان کو ہر کوچہ و بازار میں پھرائے جانے اور اس پر ان کے صبر و ضبط حلم و غضب اور جا بجا معارف و حقائق سے مملو خطبوں نے حقائق اسلام پر ایک عالمگیر روشنی ڈال دی۔ اس لئے خواجہ صاحب نے فرمایا "سر داد نہ داد دست در دست یزید۔ حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ"

اے حسینؑ ابن علیؑ میرا اسلام آپ پر ہو۔ آپ نے جان و مال، آبرو ہر چیز کو اسلام پر فدا کر دیا۔ آپ نے اپنے نانا کی شریعت کے مقابل میں کسی چیز کو عزیز نہیں کیا۔ آپ نے دنیا کو حقیقی توحید نہ بھولنے والا سبق یاد دلایا۔ آپ بظاہر خود مٹ گئے مگر اسلام کو زندہ کر گئے۔ آپ کے ہر خون کا قطرہ جو کربلا کی زمین پر گر رہا تھا شریعت میں ایک روح پھونک رہا تھا۔ مذہب آپ کا رہین منت ہے اور اسلام آپ کے احسان سے سر نہیں اٹھا سکتا۔ خدا آپ کے سامنے ہماری طرف سے درود کا تحفہ پیش کرے۔ فقط

اب یہ عاجز بہ امید مغفرت بزرگوں کے چند مصرعوں پر خاتمہ کرتا ہے

الٰہی بحق بنی فاطمہ ؛ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول ؛ من و دست و دامان آل رسولؐ

یارب برسالت رسول الثقلین ؛ یارب بغزا کنندۂ بدر و حنین
عصیان مرا دو حصہ کن در عرصات ؛ نیمے بہ حسنؑ بخش و نیمے بہ حسینؑ

ناچیز :- عبدالمجید رشیدی ماہ پوری

شیعوں کی گالیاں

تبرا - لعنت اور قرآن مجید

برادران اسلام! آج چند شیعوں کی ضد میں تبرا اور لعنت کو سنی بھائیوں کی طرف سے گالی کہا جاتا ہے اور یہ کہنے والے ان پڑھ جاہل نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے مولوی، مولانا اور سنی اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان ہیں جو دنیا کے محض تھوڑے سے فائدے کے لئے تمام مسلمانوں کی عافیت کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔ سنی اور حنفی بھائیوں کے لئے یہ نہایت شرم اور افسوس کی بات ہے کہ وہ صرف تھوڑے سے شیعوں کی ضد میں اللہ پاک۔ رسول مقبول اور سیدنا حضرت ابراہیمؑ جن کی ملت حنیف میں اللہ پاک نے تمام مسلمانوں کو قرار دیا ہے اور جن کی سنت کے اتباع کا تمام مسلمانوں کو قرآن پاک میں حکم دیا ہے، سیدنا حضرت داؤدؑ، سیدنا حضرت عیسےٰؑ سب کو گالی بکنے والا قرار دیں۔ اور معاذ اللہ معاذ اللہ قرآن پاک کو گالیوں کی کتاب کہیں

کیونکہ قرآن شریف میں پچاسوں جگہ اللہ تعالےٰ نے خود بھی لعنت فرمائی ہے اور اپنے ملائکہ سے بھی لعنت بھجوائی ہے اور اپنے پیغمبروں اور تمام بندوں سے لعنت کرائی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تبرا، قرآن شریف میں کئی جگہ موجود ہے (دیکھو پ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴۔ آیت ۱۱۴) جس میں سے کچھ مقامات قرآن پاک سے چھانٹ کر معہ حوالہ پارہ و سورہ و رکوع و آیت مولانا شاہ حضرت اشرف علی صاحب تھانوی، قادری، چشتی دام ظلہ کے ترجمہ کے ساتھ ذیل میں پیش کرنے کے بعد نام نہاد اور گندم نما جوفروش مولوی صاحبان و اڈیٹران اخبارات کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ اگر تبرا اور لعنت گالی ہے تو آپ کا خدا۔ آپ کے پیغمبر۔ آپ کے فرشتے اور آپکی کتاب (جس پر آپ ایمان رکھتے ہیں اور جس کا آپ روز کلمہ پڑھتے ہیں) کیا معاذاللہ یہ سب کے سب گالیاں بکنے والے ہیں؟ یہ مولوی صاحبان آج سُنی بھائیوں کو ورغلا کر کچھ ٹکے کما لیں لیکن کل خدا اور رسولؐ کو کیا منہ دکھائینگے اور اس کا کیا جواب دینگے جب خود قرآن پاک میں ایک پورا سورہ تبرے کا موجود ہے جس کا دوسرا نام سورہ توبہ ہے اور قرآن پاک کی وہ سورۃ جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یعنی سورہ محمدؐ۔ اس میں بھی اللہ پاک نے منافقوں پر لعنت بھیجی ہے (دیکھو پ ۲۶۔ سورہ محمد رکوع ۳۔ آیت ۲۲) اگر لعنت گالی ہوتی تو پھر قرآن پاک میں یا محمدؐ (رسول اللہ صلعم) کے نام سے جو سورہ موسوم ہے اوسمیں وہ لفظ ہو سکتا تھا؟

برادران اسلام! اگر تم خود پڑھے لکھے نہیں ہو تو تمہاری قوم میں خدا کے فضل سے حافظوں کی کمی نہیں ہے۔ تم ان سے دریافت کرو کہ جن آیتوں کا حوالہ اور ذکر کیا جارہا ہے وہ قرآن شریف کی آیتیں ہیں یا نہیں۔ برادران اسلام! آج تم نے ایک نئی بات کی ابتدا کرکے بظاہر بڑی کامیابی حاصل کرلی۔ لیکن ذرا اس کے نتیجہ پر تو غور کرو کہ جو بات آج تک کبھی ہندوستان میں کیا تمام دنیا میں نہیں ہوئی تھی وہ ان مولوی صاحبان کی بدولت صفحہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ثبت ہوگئی۔ اگر صرف ایک ہی مرتبہ کے لعنت پڑھنے پر ایک ایک شیعہ جیل بھیجدیا گیا ہے جب بھی تین ہزار مرتبہ پیشوایان دین کو محض ان مولوی صاحبان کی بدولت علانیہ معاذاللہ لعنت بھیجی گئی۔ اور ۹۔ سُنی اور مشہور عالم حاجی شاہ محمد مسلم صاحب جون پوری۔ عبدالمنان صاحب جون پوری۔ عبدالصمد صاحب جون پوری۔ حاجی محمد صوفی صاحب اور ایک انگریز یہ سب شیعہ ہوگئے اور فوراً ہی جیل روانہ ہوگئے۔ یہ سب واقعات اور حقیقتیں ہیں جو نہ چھپائی

جا سکتی ہیں اور نہ جن پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔ یہ سب انھیں مولوی صاحبان کی برکات
ہیں اور **آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔**

برادران اسلام! چونکو اور ہشیار ہو۔ ایسے مولویوں کا بالکل بائیکاٹ کرو جن کو کبھی اسکی فکر نہیں ہوئی کہ جاپان چین کے مسلمانوں کو تباہ کر رہا ہے۔ اٹلی یورپ کی واحد اسلامی سلطنت البانیہ کا خاتمہ کئے دیتا ہے۔ انگریز فلسطین کے مسلمانوں کو رات دن گولیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ خود ہندوستان میں حیدر آباد کی اسلامی سلطنت پر اغیار چڑھائی کر رہے ہیں۔ شہید گنج کی مسجد۔ اجودھیا کی شاہی مسجد پر کتنے مظالم ہوئے۔ خاص تمہارے صوبہ میں بعض مقامات پر گائے کی قربانی قانوناً بند ہوگئی۔ لیکن ان مولوی صاحبان کو ذرا فکر نہ ہوئی۔ لیکن مدح صحابہ اور تبرے بازی میں کتنے جیل خانہ بھر دیئے گئے۔

کیا رسول پاک۔ اہلبیت اطہار۔ اصحاب کبار۔ انصار ابرار کی پاک روحیں ان مولویوں کی بے وقت کی شہنائی سے ناخوش ہو کر یہ نہ کہتی ہونگی کہ تم لوگ ہم کو شہادت کے بعد بھی چین نہیں لینے دیتے اور کفار و مشرکین سے بھی زیادہ ہمارے دشمن ہو۔ برادران اسلام! زمانہ کی حالت اور اپنے بھائیوں کی ذہنیت کو دیکھتے ہوئے آخر میں آپ سے یہ گزارش بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن پاک کی آیتیں اور اوس کے الفاظ جس کو آج کل معاذ اللہ گالی کہا جا رہا ہے اُن کا مرتبہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اتنا ہے کہ بغیر طہارت و وضو اسکو چھونے کا بھی حکم نہیں لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (پ ۲۷ سورہ واقعہ آیت ۷۸ رکوع ۳) ترجمہ: "اس کو وہی شخص چھوئے جو طاہر ہو اور وضو کئے ہوئے ہو" لہذا اس پرچہ کو پڑھنے کے بعد بے احتیاطی سے نہ ڈال دیجئے جس سے اللہ پاک کے کلام شریف کے ساتھ بے ادبی ہو۔ ورنہ مواخذہ دار آپ ٹھہریں گے۔ والسلام راقم آپ کا ہمدرد بھائی مظفر الہ آبادی

له گر ہمیں مذہب و ہمیں ملا۔ کار امت خراب خواہد شد

نمبر شمار	سپارہ	نام سورۃ	رکوع	نمبر آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری چشتی حنفی
۱	۱	بقرہ	۱۱	۸۸	لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ	بلکہ انکے کفر کے سبب ان پر خدا کی مار ہے سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں
۲	۱	〃	۱۱	۸۹	فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	سو خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر

نمبر شمار	پارہ	نام سورہ	رکوع	نمبر آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب۔ تھانوی قادری چشتی حنفی
۳	۲	بقرہ	۱۹	۱۵۹	أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ	ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے ہیں اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ صفحہ ۲۸
۴	۲	بقرہ	۱۹	۱۶۱	أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ	ایسے لوگوں پر لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی بھی سب کی صفحہ ۳۰
۵	۲	"	"	۱۶۶	إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ	جبکہ وہ لوگ کہ اُن لوگوں سے صاف الگ ہو جائیں گے
۶	"	"	"	۱۶۷	فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا	ہم بھی اُن سے صاف الگ ہو جاویں جیسا کہ یہ ہم سے صاف الگ ہو بیٹھے صفحہ ۳۹
۷	۳	آل عمران	۶	۶۱	فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ	پس جو شخص آپ سے عیسیٰؑ کے باب میں حجت کرے آپ کے پاس علم آئے ہوئے پیچھے تو آپ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں اُن پر جو ناحق پر ہوں۔ صفحہ ۸۹ و ۹۰
۸	۳	آل عمران	۹	۸۷	أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ	ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی۔ صفحہ ۹۶
۹	۵	نساء	۷	۴۶	وَلَٰكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ	مگر ان کو خدا نے ان کے کفر کے سبب اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور

نمبر شمار	پارہ	نام سورۃ	رکوع	آیت نمبر	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری چشتی حنفی
۹	۵	نساء	۷	۴۶	إِلَّا قَلِيلًا	اب وہ ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑے سے آدمی۔ ص ۱۳۵
۱۰	۵	نساء	۷	۴۷	أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ	یا اُن پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت اُن ہفتہ والوں پر کی تھی ۱۳۵
۱۱	۵	نساء	۸	۵۲	أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا	یہ لوگ وہ ہیں جن کو خداتعالیٰ نے ملعون بنادیا ہے اور خداتعالیٰ جن کو ملعون بنادے اوس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے ص ۱۳۶
۱۲	۵	نساء	۱۳	۹۳	وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا	اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرڈالے تو اوس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اوسی میں رہنا اور اُسی پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہونگے اور اُس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے اور اس کے لئے بڑی سزا کا سامان کریں گے۔ ص ۱۴۷
۱۳	۵	نساء	۱۸	۱۱۸	لَّعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا	جس کو خداتعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے اور جس نے یوں کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لے لونگا
۱۴	۶	مائدہ	۳	۱۳	فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً	تو صرف اُن کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے دور کردیا ص ۱۷۴

نمبر شمار	پارہ	نام سورۃ	رکوع	نمبر آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری چشتی حنفی
۱۵	۶	مائدہ	۹	۶۱	قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ	آپ کہئے کہ کیا میں تم کو ایسا طریقہ بتلاؤں جو اس سے بھی خدا کے یہاں پاداش ملنے میں زیادہ بُرا ہو۔ وہ اُن اشخاص کا طریقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہو اور اُن پر غضب فرمایا ہو۔ ص۱۸۷
۱۶	۶	مائدہ	۹	۶۴	وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ	یہود نے کہا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے۔ ان ہی کے ہاتھ بند ہیں اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت سے دور کر دیئے گئے۔ بلکہ ان کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں ص۱۸۸
۱۷	۶	״	۱۱	۷۸	لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ	بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے اُن پر لعنت کی گئی تھی داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے ص۱۹۱
۱۸	۸	اعراف	۴	۳۸	كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا	جس وقت بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کریگی۔ ص۲۴۵
۱۹	۸	״	۵	۴۴	فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ	ایک پکارنے والا دونوں (اہل جنت و اہل دوزخ) کے درمیان میں پکاریگا کہ اللہ کی مار ہو اُن ظالموں پر ص۲۴۷

نمبر شمار	پارہ	سورۃ	رکوع	آیت	عبارت آیت قرآن مجید	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ قادری چشتی حنفی
۲۰	۱۰	توبہ	۱	۱	بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ	اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اُن مشرکین سے دست برداری ہے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا ص۲۹۷
۲۱	۱۰	٫	۹	۶۸	وَعَدَ اللّٰہُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْکُفَّارَ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ھِیَ حَسْبُھُمْ وَلَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَلَھُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ	اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اُن کو عذاب دائمی ہوگا۔ ص۳۱۴
۲۲	۱۱	٫	۱۴	۱۱۴	فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ	پھر جب اُن (حضرت ابراہیمؑ) پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے واقعی ابراہیمؑ بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے۔ ص۳۲۶
۲۳	۱۲	ھود	۲	۱۸	اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ	سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ ص۳۵۵
۲۴	۱۲	٫	۵	۶۰	وَاُتْبِعُوْا فِیْ ھٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَۃً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ	اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت میں بھی ص۳۶۳
۲۵	۱۲	٫	۹	۹۹	وَاُتْبِعُوْا فِیْ ھٰذِهٖ لَعْنَۃً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ	اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ رہی ہے اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو اُن کو دیا گیا۔ ص۳۷۰

نمبر شمار	پارہ	نام سورۃ	رکوع	آیت نمبر	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری۔چشتی۔حنفی
۲۶	۱۳	رعد	۳	۲۵	وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ	اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو انکی پختگی کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور خدا نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے اُن کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور اُن کے لئے اُس جہان میں خرابی ہوگی صـ ۴۰۱
۲۷	۱۴	حجر	۳	۳۴ و ۳۵	قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ	ارشاد ہوا تو آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو مردود ہوگیا اور بے شک تجھ پر لعنت رہیگی قیامت کے دن تک۔ صـ ۴۲۰
۲۸	۱۸	نور	۱	۷	وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ	اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۔ صـ ۵۵۶
۲۹	۱۸	نور	۳	۲۳	اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ	جو لوگ تہمت لگاتے ہیں اُن عورتوں کو جو پاک دامن ہیں۔ ایسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور اُن کو بڑا عذاب ہوگا۔ صـ ۵۵۹
۳۰	۲۰	قصص	۴	۴۲	وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ	اور دنیا میں بھی ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔ صـ ۶۲۰

نمبر شمار	پارہ	نام سورۃ	رکوع	نمبر آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ قادری چشتی۔ حنفی
۳۱	۲۰	عنکبوت	۳	۲۵	ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ	پھر قیامت میں تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہوجاویگا اور ایک دوسرے پر لعنت کریگا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ ص ۶۳۴ و ۶۳۵
۳۲	۲۲	احزاب	۷	۵۷	اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا	بے شک جو لوگ اللہ تعالےٰ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور انکے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ص ۶۷۷
۳۳	۲۲	"	۸	۶۱	مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا	وہ بھی پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاویگی۔ ص ۶۷۸
۳۴	۲۲	"	"	۶۴	اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا	بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے۔ اور اُن کے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے۔ ص ۶۷۸
۳۵	۲۲	"	"	۶۷ و ۶۸	وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا	اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انھوں نے ہم کو راستہ سے گمراہ کیا تھا۔ اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔ ص ۶۷۹

نمبر شمار	پارہ	نام سورۃ	رکوع	نمبر آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری۔ چشتی۔ حنفی
۳۶	۲۳	ص	۵	۷۷و ۷۸	قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ	ارشاد ہوا تو آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو مردود ہو گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک۔ ص ۷۲۸
۳۷	۲۴	مومن	۶	۵۲	يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ	جس دن کہ ظالموں کو ان کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور اُن کے لئے لعنت ہوگی اور اُن کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی ص ۷۵۱
۳۸	۲۶	محمد	۳	۲۳	أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ	یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ ص ۸۰۸
۳۹	۲۶	فتح	۱	۶	وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا	اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ برے برے گمان رکھتے ہیں۔ ان پر برا وقت پڑنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور اُن کو رحمت سے دور کر دیگا اور اُن کے لئے اُس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے

فقط منقول از اشتہار مطبوعہ فیض آباد۔



میرے پیارو! میرے دلارو!! میری آنکھ کے تارو!!! میں بڑے افسوس اور نہایت قلق سے دیکھ رہا ہوں کہ جب سے یو۔پی گورنمنٹ نے مدح صحابہ کے متعلق السپ کمیٹی کا فیصلہ شائع اور اپنا حکم نافذ کیا ہے تم لوگ ٹھنڈے ہوگئے ہو۔ تعجب ہے کہ میرے پیرو ہوکر حکومت کے غلط اور مہمل فیصلہ پر تم سب خاموش ہوگئے۔ پیگٹ کمیٹی ہو یا السپ کمیٹی دونوں ہی کا فیصلہ نا قابل تسلیم ہے کیونکہ دونوں ہی انگریز تھے جن کے لئے میں نے اپنے زمانہ حکومت میں خاص احکام جاری کردیئے تھے۔ نورچشم دخت جگرم مولوی شبلی صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ نے جو میری سوانح عمری لکھی ہے اوس میں تم نے پڑھا ہوگا [1] غرض تم لوگوں نے کیوں انگریزوں کی بات مان لی؟ تم سب جانتے ہو کہ میں نے اکثر موقعوں پر اپنی رائے کے مقابلہ میں کسی کی کوئی پروا نہیں کی جس طرح آج تم لوگ محکوم ہو اور تمہارے اوپر دوسرا حاکم ہے۔ اسی طرح میں بھی ایک زمانہ میں محکوم تھا۔ مگر جب حکومت کی کوئی غلطی دیکھتا ٹوک دیتا اور وہ نہ مانتی تو میں اپنی عقل ہی کے مطابق عمل کرتا۔ انسان کو چاہیئے کہ اس کے دل میں جو جذبات پیدا ہوں اُن پر فوراً عمل شروع کردے

---

[1] مولوی صاحب نے تاریخی کتابوں سے خلاصہ کرکے ان احکام کو اسی طرح لکھا ہے۔ "حضرت عمر نے ذمیوں کے حق میں یہ حکم دیا کہ وضع اور لباس وغیرہ میں کسی طرح مسلمانوں کا تشبہ نہ کرنے پائیں۔ کمر میں زنار باندھیں۔ لمبی ٹوپیاں پہنیں۔ گھوڑوں پر کاٹھی کسیں۔ نئی عبادت گاہیں نہ بنائیں۔ شراب اور سور نہ بیچیں ناقوس نہ بجائیں صلیب نہ نکالیں بنو تغلب کو یہ بھی حکم تھا کہ اپنی اولاد کو اصطباغ نہ دینے پائیں۔ ان سب باتوں پر یہ مستزاد کہ حضرت عمر نے عرب کی وسیع آبادی میں ایک یہودی یا عیسائی کو نہ رہنے دیا۔ اور بڑے بڑے قدیم خاندان جو سیکڑوں برس سے عرب میں آباد تھے جلاوطن کردیئے" (الفاروق جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)۔ اس کے ساتھ حضرت عمر نے جزیہ بھی قائم کردیا تھا جزیہ وہ ٹیکس ہے جو جاکم اسلام کافروں پر لگاتا ہے کہ سال میں کچھ اتنا روپیہ بیت المال میں داخل کرے" (انوار اللغت پ ۵ ص ۱۷۱)

اور دوسروں کے خیالات یا احکام کی پروانہ کیا کرے۔ یہی آزادی کا حقیقی معنے ہے۔
اور خدا نے عقل و فہم کا مادہ ہر شخص میں اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ جس بات کو وہ
مناسب سمجھے اُس کے انجام دینے میں کسی بڑی سے بڑی ہستی کا بھی کوئی لحاظ نہ کرے۔
دیکھو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت رسولخدا صلعم نے مجھے بلا کر کہا کہ تم قریش کے پاس
جاؤ کہو کہ رسول اللہؐ تم سے لڑنے کو نہیں بلکہ حج کے ارادہ سے آئے ہیں مگر میری عقل
نے کہا کہ حضرتؐ کی یہ رائے ٹھیک نہیں ہے تو میں نے صاف کہ دیا اور حضرتؐ کے حکم
کی تعمیل نہیں ہی کی۔ صلح کے وقت بھی میں نے حضرتؐ کے فعل کو مناسب نہیں سمجھا تو صاف
کہ دیا کہ آپ اسلام کی عزت مٹاتے ہیں کفار سے لڑتے کیوں نہیں؟ پھر حضرتؐ نے
انجام معاہدہ کے بعد ہدی ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہیں سے قربانی کرکے اور بال
منڈوا کر مدینہ واپس چلو۔ تین مرتبہ حضرتؐ نے ایسا ہی کہا لیکن میں نے اس حکم کی
تعمیل نہیں کی۔ پھر جب عبداللہ بن اُبی منافق مرگیا اور حضرت رسولخداؐ اوس کے
جنازے پر نماز پڑھنے لگے تو میں نے حضرتؐ کا جامہ پکڑ لیا اور زبردست اعتراض کردیا
کہ آپ منافق کی نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہیں؟ پھر حضرتؐ نے اپنی وفات سے پہلے
لشکر اسامہ کے ماتحت مجھے بھی مدینہ سے روانہ کرنا چاہا مگر میری عقل نے اس حکم کو
مناسب نہیں سمجھا بلکہ اِس میں میری ذلت نظر آئی۔ صریح نقصان بھی دکھائی دیا تو میں نے
سکی بھی تعمیل نہیں کی۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا بھی کہ لعن اللہ من تخلف عن جیش
اسامہ۔ جو لوگ اسامہ کے ساتھ نہیں جاتے اون پر خدا لعنت کرے۔ مگر اب بھی میں نے
مدینہ کا چھوڑنا خلاف عقل ہی سمجھا۔ پھر دنیا سے انتقال کے قریب حضرتؐ نے فرمایا مجھے
کاغذ و قلم دوات لادو کہ میں تم کو ایسی وصیت لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو مگر
میری عقل نے کہا کہ حضرتؐ کا یہ حکم مناسب نہیں لہذا میں نے اس حکم کی تعمیل نہیں ہونے دی۔
نورچشم مولوی شبلی رضی اللہ عنہ نے بہت درست لکھا ہے کہ "آپ نے وفات سے تین روز
پہلے قلم اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں گا کہ تم آیندہ گمراہ
نہ ہوگے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے
اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا رسول اللہؐ بہکی باتیں
کررہے ہیں۔۔۔ مزہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمرؓ ہی نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد

کو بنیان سے تعبیر کیا تھا" (الفاروق جلد ۱ ص ۱۶) ۔غرض میں کہاں تک تفصیل بیان ۔پھر تم لوگ حکومت یوپی کے فیصلہ پر کیوں راضی ہو گئے؟ دیکھو اب میرا یہ کیونکہ تم سے لوگوں کے لئے شایع کیا جاتا ہے ۔حکومت نے تم لوگوں کو مدح صحابہ گاتے پھرنے سے منع کیا ہے تو کرتی رہے تم لوگ اس کو ضرور گاؤ ۔ آخر حکومت خود تمہاری طرف جھکیگی اور تم لوگوں ہی کی بات ہو کر رہیگی کیونکہ تم سواد اعظم ہو تمہارا مقابلہ کسی کے لئے آسان نہیں ہو سکتا ۔ فقط بقلم و ۔ ج

تحفۂ بخاری انشاء اللہ نہایت دلچسپ ناول ہوگا جس میں صحیح بخاری سے مذہب اہلسنت کا باطل اور مذہب شیعہ کا حق ہونا ثابت کیا جائیگا ۔ اگر آپ اس ناول کو بھی دیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً وجہ خریداری عنایت فرمائیں جو سال گزشتہ ۱۳۵۵ھ کے اصلاح کی پوری جلد منگالیں تاکہ اون کے چندوں سے جو ہر قرآن فوراً تمام کرکے تحفۂ بخاری بھی شروع کر دی جائے ۔ اگر خدا نے چاہا تو یہ ناول بھی عجیب و غریب ہوگا ۔ اور دنیائے اسلام کو محو حیرت کر دے گا ۔

اخبار غم افسوس اس طرف پھر ہماری قوم میں بعض سخت حادثے ہو گئے مثلاً (۱) جناب سید تجمل حسین صاحب مرحوم پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ ۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مجموعہ تھے ۔ قومی ہمدردی آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی ۔ طلاب کے لئے آپ مجسم خیر تھے ۔ اپنے پاس سے متعدد طلبہ کو بکثرت وظیفہ دیتے (۲) جناب عمدۃ العلماء زبدۃ الفقہاء مولوی سید سبط نبی صاحب قبلہ مرحوم ساکن نوگاواں سادات و شیعہ ڈین مسلم یونیورسٹی علی گڈھ نے ۲ ذی ... کو انتقال فرمایا ۔ مرحوم اوصاف ائمہ طاہرین کے نمونہ اور ورع و تقدس و دیگر مکارم اخلاق کے مخزن تھے ۔ آپ کی ذات سے علمی فیوض بکثرت جاری تھے ۔ خصوصاً نوگاواں سادات کا دینی مدرسہ آپ کے مساعی جمیلہ سے بہت ترقی کرتا جاتا تھا (۳) جناب مولوی محمد حسنین صاحب مرحوم ساکن حسین گنج ضلع سارن جو ہمارے اعزہ سے تھے آپ نے ۸ محرم ۱۳۵۶ ہجری کو انتقال کیا ۔ آپ نے اپنی تمام عمر عبادات اور دینی خدمات میں بسر کی (۴) جناب آغا سید احمد رضا صاحب مرحوم رئیس و آنریری مجسٹریٹ سیتاپور نے عشرہ محرم میں انتقال کیا ۔ مرحوم بڑے خوش صفات بزرگ ہمدرد قوم اور دینی اداروں کے خاص معین و قدرداں تھے (۵) جناب سید ابرار حسین صاحب مرحوم ایمن بٹوارہ گونڈا نے بھی انتقال کیا ۔ مرحوم بھی مذہبی امور کے رکن اور ... میں بڑے سرگرم رہتے تھے ۔ مومنین گونڈا میں بہت ہر دل عزیز تھے (۶) جناب مولوی شیخ محمد تقی صاحب قرق ایمن پنشنر مرحوم ساکن دگرا شریف ضلع الہ آباد نے بھی انتقال کیا ۔ مرحوم

بھی بڑی خوبیوں کے بزرگ اور مذہبی معلومات کے بڑے قدرداں تھے۔ دینی رسائل و کتب سے خاص دلچسپی تھی۔ خدائے رحیم سب کے درجات عالی کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے مومنین سب کی روحوں کو سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب ایصال کرکے خود بھی مثاب ہوں۔

لکھنؤ کا فتنہ مدح صحابہ

لکھنؤ میں اس سال شروع محرم سے پھر لکھنؤ کے اہلسنت حضرات نے مدح صحابہ کا فتنہ زندہ کیا ہے حالانکہ ابھی سال بھر بھی نہیں ہوا کہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۲۵ محرم ۱۳۵۷ ہجری کو گورنمنٹ گزٹ میں حکومت یوپی نے اس کا فیصلہ دوبارہ شایع کردیا تھا جس میں صاف لکھ دیا تھا کہ "اگر باہمی گفتگو سے کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکا تو گورنر ایک مختصر غیر جانبدار اور بااختیار کمیٹی اس کام کے لئے معین کریں گے کہ وہ اس مسئلہ کی تحقیقات کرے اور اپنے سفارشات پیش کرے .... مدت تک کوشش کے بعد کوئی سمجھوتا نہیں نکلا لہذا ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو جسٹس السپ جج ہائی کورٹ الہ آباد و صدر کمیٹی اور مسٹر اج۔ ایس راس سینیر ڈسٹرکٹ جسٹس ممبر کمیٹی پر مشتمل تھی... کمیٹی نے اپنا کام ۳ اپریل ۱۹۳۷ء کو شروع کیا .... فریقین نے جو جو ثبوت دینا چاہے وہ سب قلمبند کئے گئے۔ کئی دنوں تک بحث سنی گئی۔ کمیٹی نے حسب تحقیق اپنی رپورٹ پیش کی اور اب اطلاع عامہ کے لئے حکومت یوپی کے حکم کے ساتھ شایع کی جارہی ہے کہ (۱) گورنمنٹ رزولیوشن مورخہ ۷ جنوری ۱۹۰۹ء کے معینہ اصول اور پالیسی کسی ترمیم کی متقاضی نہیں ہیں اور (۲) حکام ضلع لکھنؤ میں جو طرز عمل اختیار کر رکھا ہے وہ کسی ترمیم کا متقاضی نہیں ہے ... سینوں کا تینوں خلفاء کی پبلک یا پرائیوٹ طور پر مدح کرنے کا حق متنازع نہیں ہے۔ یہ حق وہ بے شک رکھتے ہیں۔ جو کچھ مابہ النزاع ہے وہ محض طریقہ کار اور وہ حالات ہیں جن کے ماتحت لکھنؤ میں اس قسم کی خوانندگی کی کوشش کی گئی۔ جب کہ مختلف جماعتوں کے اعتقادات و نقطۂ نظر میں تصادم ہو تو حکومت کے لئے مداخلت کرنا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ امن عامہ کا لحاظ کرے اور پبلک کی آسانیوں میں توازن برقرار رکھے۔ کمیٹی کا فیصلہ اسی مسلم الثبوت اصول پر مبنی ہے۔ حکومت یوپی کمیٹی کی اس توقع میں اپنے کو تہ دل سے شریک کرتی ہے کہ یہ مدتوں کا جھگڑا برطرف کردیا جائیگا اور دونوں جماعتیں باہمی مفاہمت اور رواداری کے جذبے کے ساتھ اپنے اپنے معتقدات بجالائینگی۔ فرقہ دارانہ فسادات کے جاری رہنے سے دونوں جماعتوں کے افراد کے شہری حقوق اور عام احساسات مجروح اور تلخ ہو جاتے ہیں اور ان کا ناخوشگوار ردعمل پورے شہر لکھنؤ پر مترتب ہوتا ہے... وہ لیڈروں سے تاکیداً کہتی ہے کہ وہ بالغ نظری سے کام لیں۔

تجاوزا فی قدر

ان ابابکر وعمر تجاوزا فی قدر۔ ابو و عمر قدر میں تجاوز کرگئے

عن جابر قال بینما رسول اللہؐ جالس فی ملاء من اصحابہ اذ دخل ابوبکر و عمر من ابواب المسجد معھما فئام من الناس یتمارون وقد ارتفعت اصواتھما حتے انتھوا الی النبی فقال ما ھذا۔ قال بعضھم یا رسول اللہ شئ تکلم فیہ ابوبکر و عمر فاختلفا لاختلافھما۔ فقال وما ذلک قالوا فی القدر قال ابوبکر یقدر اللہ الخیر لا یقدر الشر۔ وقال عمر یقدرھما جمیعا رکنا نتمارے فی ذلک فقال الا اقضی بینکما بقضاء اسرافیل بین جبریل ومیکائیل فقیل رد اللہ تکلم فیہ جبریل و میکائیل فقال والذی بعثنی بالحق انھما لاول الخلائق تکلما فیہ و ذکر الحدیث وفیہ یا ابابکر ان اللہ لو لم یشأ ان یعصے ماخلق ابلیس۔

جناب جابر سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے ایک دفعہ حضرت رسولخدا صلعم اصحاب کے مجمع میں بیٹھے تھے اتنے میں مسجد کے دروازوں سے وہاں حضرت ابوبکر و عمر بھی آتے ہوئے دکھائی دیئے اور ان کے ساتھ کئی گروہ لوگ تھے جو ایک دوسرے سے جھگڑتے اور ایک دوسرے پر آوازیں بلند کئے ہوئے تھے۔ اسی طرح بحث کرتے اور لڑتے ہوئے وہ سب حضرت رسول خدا صلعم کے پاس پہونچ گئے تو حضرتؐ نے پوچھا یہ کیا قصہ ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا اے رسولخدا صلعم ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں حضرت ابوبکر نے بھی کلام کیا اور حضرت عمر نے بھی مگر دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف کہا۔ اسی وجہ سے دونوں اختلاف کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کس مسئلہ میں یہ نزاع پیدا ہوگئی؟ لوگوں نے کہا مسئلہ قضا و قدر[1]

[1] جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "القضاء المقرون بالقدر قضا اور قدر دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن ایک پایہ کی طرح ہے اور دوسری عمارت کی طرح۔ قدر پہلے ہوتی ہے پھر نمبر ۲ قضا سے پیدا کرنا مراد ہے۔ بعضوں نے کہا قضا اُس حکم کلی کا نام ہے جو ازل میں اللہ تعالٰی نے دیا اور قدر اس کی جزئیات تفصیلی۔ اس صورت میں قضا پہلے ہوگی پھر قدر واللہ اعلم" (انوار اللغۃ)

کے بارے میں حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ خدا خیر کی تقدیر کرتا ہے اور شر کو مقدر نہیں کرتا اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ خدا دونوں کی تقدیر کرتا ہے۔ ہم لوگ اسی بات میں اختلاف کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا کیا ہم تم لوگوں میں وہ فیصلہ نہ کر دیں جو اسرافیل نے جبریل و میکائیل کی نزاع کے بارے میں کر دیا تھا؟ لوگوں نے پوچھا کیا اس مسئلہ میں حضرت جبریل و میکائیل بھی مناظرہ کر چکے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا اس قادر مطلق کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یقیناً وہی دونوں تمام مخلوقات میں پہلے وہ ہیں جنھوں نے اس مسئلہ میں بحث کی۔ اس کے بعد پوری حدیث ذکر کی۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے ابوبکر اگر خدا اس کو نہ چاہتا کہ لوگ اس کا گناہ کریں تو وہ شیطان کو پیدا ہی نہیں کرتا۔ اس کا راوی یحییٰ بن زکریا ہے جس کے بارے میں لکھے ہیں کہ خبر باطل ہے۔ اسکی یہ روایت بالکل غلط ہے (میزان جلد ۲ ص۵۷)

آپ کا بہشتی ہونا عن عبد الله مرفوعا ان عمر من اھل الجنة۔ جناب عبداللہ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ یقیناً عمر بہشت والوں سے ہیں۔ اس کے راوی یحیی بن یمان کے بارے میں ہے قال احمد لیس بحجة۔ امام احمد کہتے تھے کہ یہ حجت نہیں ہے و قال ابن معین و النسائی لیس بالقوی۔ ابن معین اور امام نسائی نے کہا کہ یہ شخص ٹھیک نہیں ہے (میزان جلد ۲ ص۵۹)

رسولؐ کا پیشاب کرنا عن عائشة ان رسول الله بال فاتبعه عمر بکوز فقال ماھذا یا عمر۔ قال ماء توضاء یا رسول اللهؐ۔ قال ما امرت کلما بلت ان اتوضأ ولو فعلت کانت سنة۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے پیشاب کیا تو حضرت عمر دوڑ کر ایک کوزہ پانی لے گئے۔ حضرتؐ نے پوچھا عمر! یہ کیا ہے؟

(بقیہ حاشیہ ص۱۶۱) پ۲۱ ص۱۰۱) "القدر سر من الاسرار تقدیر اللہ تعالے کا ایک راز ہے جس کا سمجھنا دشوار ہے اور اس میں سوالات اور بحث کرنا منع ہے بس اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالے نے آدمیوں میں سے ایک گروہ کو بہشت کے لئے پیدا کیا اور ایک گروہ کو دوزخ کے لئے اور یہ عدل کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہر مالک کو اپنے ملک میں جس طرح مناسب سمجھے تصرف کا اختیار ہے۔" انوار اللغة پ۲ ص۳۷ ۔ ۱۲ منہ

کہا پانی ہے۔ اس سے استنجا کر لیجئے۔ ۱؎ حضرتؐ نے فرمایا مجھے خدا نے اس کا حکم نہیں دیا ہے کہ جب پیشاب کروں تو استنجا بھی کروں۔ اگر میں ایسا کروں تو یہ بھی سنت سمجھ لیا جائیگا۔ اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں ضعفہ ابن معین۔ ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص۵۵)

حضرت عمرؓ کے فضائل آپ کے فرزند حضرت عبد اللہ کی زبانی

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے فضائل بھی ذکر کئے جائیں جن کو صرف آپ کے فرزند نے بیان کئے ہیں یا آپ کے فرزند کی روایتیں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱) قال کنا نعد و رسول اللہ حی و اصحابہ متوافرون ابو بکر وعمر وعثمان ثم نسکت۔ حضرت عمر کے صاحبزادے فرماتے تھے کہ رسول خدا صلعم کی زندگی میں جب صحابہ کثرت سے موجود تھے ہم لوگ صرف حضرت ابوبکر وعمر و عثمان کو شمار کرتے تھے پھر خاموش ہو جاتے تھے یعنی دوسرے اس قابل نہیں تھے کہ ان کا شمار ان کے ساتھ ہو سکے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص۱۴) (۲) قال کنا نقول فی زمن النبی رسول اللہ خیر الناس ثم ابوبکر ثم عمر ولقد اوتی ابن ابی طالب ثلاث خصال لان تکون لی واحدۃ منہن احب الی من حمر النعم زوجہ رسول اللہ ابنتہ وولدت لہ وسد الابواب الا بابہ فی المسجد واعطاہ الرایۃ یوم خیبر۔ ممدوح فرماتے تھے کہ ہم لوگ حضرت رسول خدا صلعم کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ رسول خدا صلعم سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر۔ اگرچہ فرزند ابوطالب کو تین فضیلتیں ایسی حاصل ہیں جن سے اگر ایک بھی مجھے مل جاتی تو وہ مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ پیاری ہوتی۔ کہ حضرت رسول خدا صلعم نے

۱؎ یہاں تو صاف استنجا کرنا ہی مقصود ہو سکتا ہے نہ وضو کرنا کیونکہ اگر حضرتؐ کے پاس پانی موجود ہوتا اور حضرت اس سے استنجا کرتے تو حضرت عمر کو پانی لے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی پانی سے استنجا کرنے کے بعد آنحضرتؐ وضو بھی کر لیتے۔ مگر حضرت عمر کا فوراً پانی لے جانا بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے بغیر پانی کے پیشاب کر لیا اور استنجا کرنا ضروری نہیں خیال کیا ۱۲منہ

اپنی بیٹی کی شادی اون سے کی اور تین بیٹی سے اولاد بھی ہوئی۔ اور حضرت رسولخدا صلعم نے مسجد میں سب لوگوں کے دروازے بند کرا دیئے سوائے حضرت علیؑ کے دروازے کے کہ اس کو کھلا ہی رہنے دیا۔ تیسری فضیلت یہ کہ حضرت علیؑ ہی کو جنگ خیبر میں آخری دفعہ لشکر کا علم عنایت فرمایا (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۶)۔ قابل غور یہ امر ہے کہ باوجود حضرت علیؑ کی ان فضیلتوں کے حضرت ابن عمر وغیرہ یہی کہتے رہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کے بعد بہترین ناس حضرت ابوبکر و عمر ہیں۔ (۳) عن ابن عمر عن رؤیا رسول اللہ صلعم فی ابی بکر و عمر قال رأیت الناس قد اجتمعوا فقام ابوبکر فنزع ذنوبا او ذنوبین و فی نزعہ ضعف و اللہ یغفر لہ ثم نزع عمر فاستحالت غربا فما رأیت عبقریا من الناس یفری فریہ حتی ضرب الناس بعطن حضرت عمر کے صاحبزادے بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوبکر و عمر کے بارے میں یہ خواب دیکھا کہ لوگ جمع ہیں تو حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور ایک یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں کمزوری[1] معلوم ہوئی اور اللہ ان کو بخش دیگا۔ پھر حضرت عمر نے نکالے تو وہ ڈول پلٹ کر چرسا[2] ہو گیا تو میں نے ایسا سردار نہیں دیکھا جو ان کی طرح عمدہ کام کرتا ہو یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا[3] (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۸)۔ قابل غور یہ

---

[1] جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "فنزع ذنوبا او ذنوبین اونھوں نے یعنی ابوبکر صدیق نے ایک دو ڈول نکالے۔ وہ بھی ناتوانی کے ساتھ۔ اس میں اشارہ ہے کہ خلافت کا زور شور اور رعب و داب اُن کے وقت میں نہ ہوگا۔ انکی خلافت دو برس تین مہینے رہی تو ہر سال کے پیچھے ایک ڈول ہوا اور تین مہینے کو حساب میں نہیں رکھا۔ یہ راوی کی شک ہے کہ ایک ڈول فرمایا یا دو ڈول چونکہ انکی خلافت دو برس زیادہ رہی تو دو ڈول صحیح ہوئے" (انوار اللغة پ ۹ صفحہ ۲۹) [2] مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "فاخذ عمر الدلو فاستحالت غربا۔ حضرت عمر نے اوس ڈول کو لیا جس سے ابوبکر پانی نکال رہے تھے تو اون کے ہاتھ میں وہ چرسا ہو گیا بڑا ڈول جو بھینس یا بیل کی کھال سے بنایا جاتا ہے جس سے کھیت سینچتے ہیں" (انوار اللغة پ ۹ صفحہ ۱۹) [3] مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "فلم ار عبقریا یفری فریہ میں نے ایسا سردار نہیں دیکھا جو اُن کا سا کام کرسکتا ہو۔ مراد حضرت عمرؓ ہیں۔ اصل میں

امر ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ایسا خواب دیکھا جس میں صرف حضرت ابوبکر و عمر کے کارنامے تھے۔ اس خواب میں نہ حضرت عثمان اور آپ کے کارنامے دکھائی دیئے۔ حالانکہ وہ بھی خلفاء ثلثہ میں ہیں۔ اور ان کی خلافت کا زمانہ حضرت ابوبکر کی خلافت سے بہت زیادہ تھا۔ آپ کے زمانہ میں بھی فتوحات ہوئیں۔ اور نہ حضرت علیؑ اور آپ کے کارنامے دکھائے گئے۔ حالانکہ حضرت علیؑ نے اسلام کی اندرونی بغاوتوں کو جس طرح فرو کیا یہ آپ ہی کا کام تھا۔ باوجود ایسے خواب کے حضرت رسولخدا صلعم نے یہ اعلان نہیں کیا کہ اے مسلمانو! میں نے ۳ بعثت میں اپنا خلیفہ تم لوگوں کے لئے علیؑ کو مقرر کر چکا تھا اور کہہ چکا تھا کہ یہی علیؑ میرے وزیر میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں۔ تم سب لوگ ان کی بات مانتے اور ان کی اطاعت کرتے رہنا (تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ و کامل جلد ۲ صفحہ ۲۲ وغیرہ) اب اس حکم کو منسوخ کرتا ہوں میں نے خواب میں ابوبکر و عمر کے متعلق ایسی باتیں دیکھی ہیں۔ اس وجہ سے تم سب کو مطلع کرتا ہوں کہ اب میرے بعد تم لوگ ابوبکر کو خلیفہ اول اور عمر کو خلیفہ ثانی سمجھنا بلکہ آنحضرتؐ نے اس کے عوض پھر آخری حج کے بعد مجمع عام میں من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کہہ کر حضرت علیؑ ہی کی خلافت کی تاکید کر دی۔ بلکہ اپنی طرح حضرتؑ کو بھی سب مسلمانوں کا مولےٰ بنا دیا۔ کس درجہ حیرت خیز امر ہے !!!

(۴) عن ابن عمر قال خرج علینا رسول اللہ ذات غداۃ بعد طلوع الشمس فقال رأیت قبیل الفجر کانی اعطیت المقالید والموازین فاما المقالید فھذہ المفاتیح۔ واما الموازین فھی التی تزن بھا۔ فوضعت فی کفۃ ووضعت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴) عبقری ہر نادر چیز کو کہا کرتے تھے۔ پھر سردار اور قوم کے بڑے شخص کو بھی کہنے لگے" (انوار اللغۃ پ ۱۵ صفحہ ۱) فلم ار عبقریا یفری فریہ۔ میں نے اُن کا سا سردار نہیں دیکھا جو اُن کی طرح کام کرتا ہو۔ یہ آنحضرتؐ نے حضرت عمر کی شان میں فرمایا" (پ ۲ صفحہ ۶۱) حتے ضرب الناس بعطن۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی اونٹنیوں کو پانی پلا کر پانی کے گرد بٹھا دیا۔ یعنی حضرت عمر کے وقت میں اسلام پھیلے گا اور فتوحات اتنی بے شمار ہونگی کہ لوگ مال اور دولت سے سیراب ہو جائینگے" (انوار اللغۃ پ ۱ صفحہ ۱۱۴)

امتی فی کفۃ فوزنت بھم فرجحت ثم جئی بابی بکر فوزن بھم فوزن۔ ثم جئی بعمر فوزن ثم جئی بعثمان فوزن بھم ثم رفعت۔ حضرت عمر کے صاحبزادے کہتے تھے کہ ایک روز صبح کو طلوع آفتاب کے بعد حضرت رسولخدا صلعم ہم لوگوں کی طرف تشریف لائے اور فرمایا صبح سے کچھ پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کچھ کنجیاں اور ترازو دی گئی ہیں۔ تو میں ترازو کے ایک پلڑے میں اور میری امت اس کے دوسرے میں رکھی گئی اور دونوں تولے گئے تو میں بھاری نکلا۔ پھر ابوبکر لائے گئے اور امت کے ساتھ تولے گئے تو وہ وزنی نکلے۔ پھر عمر لائے گئے اور تولے گئے تو وہ بھی وزنی نکلے۔ پھر عثمان لائے گئے اور تولے گئے تو وہ ترازو وہی اٹھالی گئی (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۷۶)۔ حضرت علیؑ کو تنہا درجہ بھی نہیں دیا گیا کہ کم از کم آپ بھی تول لئے جاتے اگرچہ آپ کا وزن بہت کم دکھایا جاتا۔

(۵) عن ابن عمر کان رسول اللہؐ و ابوبکر و عمر و عثمان ینزلون بالابطح۔ حضرت رسولخداؐ اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان ابطح میں اترتے تھے (مسند جلد ۲ صفحہ ۸۹)۔ مقصود یہ ہے کہ تینوں حضرات بالکل وہی کرتے جو حضرت رسولخدا صلعم کو کرتے دیکھتے تھے۔ اس میں بھی حضرت نبیؐ کی طرف سے بالکل خاموشی اختیار کرلیگئی

(۶) یقول قال رسول اللہؐ بینا انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت منہ حتی انی لاری الری یخرج من اطرافی فاعطیت فضلی عمر بن الخطاب فقال من حولہ فما اولت ذلک یا رسول اللہ قال العلم۔ صاحبزادے فرماتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا اس حال میں کہ میں سوتا تھا خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ اس سے میں نے پیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ اسکی تری اور تازگی میرے اطراف سے نکلنے لگی۔ تب میں نے اس پیالہ کا باقی حصہ عمر بن خطاب کو دے دیا۔ حضرتؐ کے پاس جو صحابہ موجود تھے انھوں نے پوچھا یا حضرت آپ نے اس کی تعبیر کیا دی؟ فرمایا وہ پیالہ علم کا تھا (مسند جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)

(۷) اطلع رسول اللہؐ علی اہل القلیب بدر ثم ناداھم فقال یا اہل القلیب ھل وجدتم ما وعدکم ربکم حقا۔ قال اناس من اصحابہ یا رسول اللہؐ وتنادی ناسا امواتا فقال رسول اللہؐ ما انتم باسمع لما قلت لھم

حضرت رسولخدا صلعم غزوہ بدر کے کنوئیں پر تشریف لائے اور مقتولین سے جو لوگ اس میں
ڈال دیئے گئے تھے ان کو پکار کر فرمایا اے کنوئیں والو! خدا نے تم سے جس بات کا وعدہ
کیا تھا اس کو تم لوگوں نے سچ دیکھ لیا نہ؟ اس پر صحابہ سے کچھ لوگوں نے عرض کی اے
رسولخدا آپ مردہ لوگوں کو پکارتے ہیں؟ تو حضرتؐ نے فرمایا میں نے جو بات ان لوگوں سے
کہی اس کو تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۳۱)۔ یہاں تیں جعفر
کے صاحب زادے نے آنحضرتؐ پر اعتراض کرنے والے کا نام غائب کر دیا۔ حالانکہ مؤرخین
نے تصریح کی ہے کہ یہ حضرت عمر ہی تھے۔ مثلاً علامہ دیار بکری نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم
نے ان لوگوں سے فرمایا فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فهل وجدتم ما وعد
ربکم حقا فقال عمر یا رسول اللہؐ ما تکلم من اجساد لا ارواح بها فقال رسول اللہ
والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منهم۔ مجھ سے میرے پروردگار
نے وعدہ کیا تھا میں نے اوس کو حق پایا۔ کیا تم نے بھی اس بات کو حق پایا جس کا وعدہ
تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ اس پر حضرت عمر نے کہا آپ ایسے جسموں سے کیا کلام
کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے؟ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا خدا کی قسم تم لوگ ان سے
زیادہ سننے والے نہیں ہو (تاریخ خمیس جلد ۱ صفحہ ۴۳۴)۔ اسکی تفصیل آئندہ آئیگی انشاء اللہ۔
(۸) عن ابن عمر قال اول صدقة كانت في الاسلام صدقة عمر۔ حضرت
صاحبزادے فرماتے تھے کہ اسلام میں سب سے پہلا صدقہ حضرت عمر کا صدقہ تھا۔
(مسند جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)

حضرت عائشہ کی روایات فضائل

حضرت عائشہ کو حضرت عمر کا جس درجہ خیال تھا اور جو ہونا بھی چاہیئے وہ محتاج بیان نہیں اس
وجہ سے بعض ان روایتوں کا بیان کر دینا بھی مناسب ہے جو جناب معظمہ سے
حضرت عمر کے فضائل میں منقول ہیں (۱) عن عائشة عن النبیؐ قال قد
کان فی الامم محدثون فان یکن من امتی فعمر۔ حضرت عائشہ بیان
کرتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا "پہلی امتوں میں محدث لوگ ہوئے ہیں
اگر میری امت سے بھی کوئی ہوگا تو وہ عمر ہیں (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۵۵)۔ جناب مولوی
وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں" اگلی امتوں میں محدث لوگ گزرے ہیں۔ اگر میری

امت میں بھی کوئی محدث ہو تو وہ عمر ہونگے۔ مُحَدَّث اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالٰی کیطرف سے الہام ہوتا ہے یعنی روشن ضمیر۔ اس کا گمان صحیح نکلتا ہے۔ اسکی رائے اکثر درست پڑتی ہے" (انوار اللغۃ پ ۶ صفحہ ۳۰)۔ (۲) عن عائشۃ قالت قبض رسول اللہ ولم یستخلف احداً ولو کان مستخلفاً احداً لاستخلف ابا بکر وعمر۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم دنیا سے تشریف لے گئے مگر کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ اور اگر کسی کو بھی خلیفہ کرتے تو وہ یا ابوبکر ہوتے یا عمر (مسند جلد ۶ صفحہ ۶۳)۔ اس پر پوچھنے والے دریافت کرسکتے ہیں کہ جب حضرت رسولخدا صلعم نے کسی کو خلیفہ کیا ہی نہیں تو آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ اگر حضرتؐ کسی کو خلیفہ کرتے تو وہ حضرت ابوبکر وعمر کے سوا اسے کوئی نہیں ہوتا؟ (۳) عن عائشۃ قالت کنت عند النبیؐ فقال یا عائشۃ لو کان عندنا من یحدثنا۔ قالت قلت یا رسول اللہ الا ابعث الی ابی بکر فسکت۔ ثم قال لو کان عندنا من یحدثنا۔ فقلت الا ابعث الی عمر فسکت۔ قالت ثم دعا وصیفا بین یدیہ فسارہ فذھب قالت فاذا عثمان یستاذن فاذن لہ فدخل فناجاہ النبیؐ طویلا۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ میں حضرت رسولخدا صلعم کے پاس تھی تو حضرتؐ نے فرمایا اے عائشہ کاش اس وقت کوئی میرے پاس ہوتا جو مجھ سے باتیں کرتا۔ میں نے عرض کی اے رسولخداؐ کیا میں حضرت ابوبکر کو بلا لاؤں؟ اس پر حضرتؐ خاموش ہوگئے۔ پھر وہی بات فرمائی کہ کاش کوئی ہوتا جس سے میں باتیں کرتا۔ اب میں نے کہا حضرت عمر کو بلا دوں؟ اب بھی حضرتؐ خاموش رہے۔ پھر حضرتؐ نے خود ہی ایک غلام کو اپنے سامنے بلا کر اس کے کان میں کچھ کہا تو وہ چلا گیا۔ کچھ دیر میں حضرت عثمان پہونچ گئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ حضرتؐ نے اجازت دے دی۔ تو وہ داخل ہوگئے۔ اُن سے دیر تک راز کی باتیں کرتے رہے (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۵۲)۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کو حضرت ابوبکر وعمر کا خیال ہروقت اور ہر امر کے لئے رہتا تھا۔ اور چاہتی تھیں کہ جو کچھ عزت وشرف وخصوصیت حاصل ہو انھیں دونوں بزرگوں کو۔ (۴) قالت عائشۃ تحضر رسول اللہؐ وابوبکر وعمر قالت فوالذی نفس محمد بیدہ انی لاعرف بکاء عمر من بکاء ابی بکر وانا فی حجرتی وکانوا کما قال اللہ عزوجل رحماء بینھم۔ حضرت عائشہ سے ایک لمبی روایت ہے

اسکے نقل میں طول ہوگا۔ اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے ممدوحہ فرماتی ہیں کہ وہاں حضرت رسولخدا صلعم اور حضرت ابو بکر و عمر بھی آئے۔ خدا کی قسم میں حضرت عمر کے رونے کو حضرت ابو بکر کے رونے سے پہچانتی تھی اور میں اس وقت اپنے حجرے میں تھی اور وہ لوگ بالکل خدا کی اس آیت کے مصداق تھے رحماء بینہم یعنی وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے پر رحیم ہیں (مسند جلد ۶ صفحہ ۱۴۲)۔ (د) عن عائشۃ قالت قال النبیؐ فی مرضہ الذی مات فیہ مروا ابابکر یصلی بالناس قلت ان ابابکر اذا قام مقامک لم یسمع الناس من البکاء۔ قال مروا ابابکر۔ فقلت لحفصۃ قولی ان ابابکر لا یسمع الناس من البکاء فلو امرت عمر۔ فقال صواحب یوسف مروا ابابکر یصلی بالناس۔ فالتفتت الیّ حفصۃ فقالت لم اکن لاصیب منک خیرا۔ جناب معظمہ ہی کا بیان ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اپنے مرض موت میں فرمایا تم لوگ ابو بکر سے کہدو وہی لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ میں نے عرض کی ابو بکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو اتنا روئیں گے کہ لوگوں کو ان کی نماز سنائی بھی نہیں دیگی۔ مگر پھر حضرتؐ نے یہی کہا کہ ابو بکر سے کہدو۔ اس پر میں نے بی بی حفصہ سے کہا بہن! تم کہدو کہ حضرت ابو بکر اپنی شدت گریہ سے لوگوں کو نماز سنا نہیں سکیں گے۔ آپ حضرت عمر کو کیوں نہیں حکم دیتے کہ نماز پڑھادیں[1] اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا تم سب

---

[1] فاضل معاصر شمس العلماء مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اس مقام کے متعلق جو لکھا ہے اس کا نقل کردینا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ تحریر کرتے ہیں "رہ گئیں عائشہ تو اُن کا ایک چرتر تو یہ تھا کہ پیغمبر صاحب ... نے عائشہ سے فرمایا کہ نمازی مسجد میں میرے منتظر ہیں۔ میں تو جا نہیں سکتا۔ اپنے باپ سے کہو کہ میری جگہ امامت کریں۔ عائشہ بولیں کہ ابو بکر بڑے رقیق القلب ہیں۔ ان سے آپ کی جگہ نماز پڑھاتے نہیں بن پڑیگی۔ عمر کو ارشاد ہو تو وہ امامت کریں اس پر پیغمبر صاحب نے ناخوش ہوکر فرمایا انکن لصواحب یوسف ہیں جیسا میں کہتا ہوں ابو بکر امامت کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا... اب سوچنے کی بات ہے کہ پیغمبرؐ صاحب نے یہ کیا فرمایا انکن لصواحب یوسف ... سوچ کر ہم ہی نے مطلب نکالا کہ پیغمبرؐ صاحب نے عائشہ کے متعلق چرتر کیطرف

یوسف والیاں ہو۔ ابوبکر ہی سے کہدو کہ نماز پڑھادیں۔ اس پر حفصہ میری طرف مخاطب ہو کر بولیں میں کبھی تم سے بھلائی نہیں پاتی (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۰۲) ۔ قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت عائشہ آنحضرتؐ کی جگہ امامت کے لئے صرف حضرت عمر ہی کو کیوں تجویز کرتی ہیں؟ در صورتیکہ حضرت رسولخداصلعم نے اس کے قبل کوئی مذہبی خدمت آپ کے متعلق نہیں کی۔ اس سے کچھ ہی قبل آنحضرت صلعم نے دو باتیں ایسی کی تھیں جن سے حضرت عائشہ بھی آسانی سے سمجھ گئی ہونگی کہ حضرت رسولخداصلعم کی جگہ نماز پڑھانے یا اور کسی دینی خدمت کے سزاوار صرف حضرت علیؑ ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ سنہ ۹ ہجری کے آخر ماہ ذیقعدہ میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو حاجیوں کا سردار مقرر کر کے بھیجا اور سورہ براءۃ کی آیتیں حاضرین حج کو سنانے کا حکم دیا مگر فوراً جناب جبرئیل آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمدؐ یہ آپ نے کیا کیا؟ اس سورہ کو آپ کی جانب سے سوائے آپ کے یا اس شخص کے جو آپ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہونچا سکتا!! تب حضرتؐ نے ان کے پیچھے ہی حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ جلد جاکر ابوبکر سے ملو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۹) اشارہ کیا۔ قرآن میں زلیخا کے چرتر کو لفظ کید سے تعبیر کیا ہے ... ان کیدکن عظیم ... یہ بھی تم عورتوں کے چرتر ہیں ... زلیخا کا چرتر تو قرآن سے معلوم کر سکتے ہو۔ عائشہ کا چرتر یہ تھا کہ وہ دل سے تو باپ کی امامۃ اور خلافۃ بھی کچھ چاہتی تھیں اور پیغمبر صاحب کو معلوم تھا۔ اور اس وقت ظاہر میں تو باپ کو ناقابل امامۃ بتایا مگر بات ایسی کہی جس سے ظاہر ہو کہ ابوبکرؓ سے بڑھکر پیغمبر صاحب کا کوئی ہوا خواہ نہیں۔ اس کے یہ معنے کہ ابوبکر سے بڑھکر کسی کو امامت اور خلافت کا استحقاق نہیں۔ اور یہی تمام صحابہؓ افضل اور اولے بالامامۃ والخلافۃ ہیں ... ذم کے پیرایہ میں مدح۔ من چاہے منڈیا ہلائے۔ اسی کو ہم چرتر کہتے ہیں اور اسی پر پیغمبر صاحب نے عائشہ کو زلیخا سے تشبیہ دی ... بھلا ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ فاطمہ اور علیؓ کے ساتھ خاطر مداراۃ سے پیش آتی ہونگی۔ مگر ہاں یوں کہو کہ پیغمبر صاحب کی زندگی میں اُن کی عنایت خاص کے ہوتے علیؓ اور فاطمہؓ کو عائشہ کی یا کسی اور کی پرواہی کیا تھی" (کتاب امہات الامۃ از صفحہ ۹ تا ۱۱۲)

سورہ برارة اون سے لے کر او نھیں میرے پاس بھیج دو اور تم خود اس سورہ کو پہونچاؤ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ جس پر حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر رونے لگے۔ پھر پوچھا یا حضرتؐ کیا میرے متعلق کوئی امر حادث ہوا؟ میں نے کیا جرم کیا جس سے یہ خدمت مجھ سے چھین لی گئی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا یہی بہتر تھا کیونکہ دینی احکام کو میری طرف سے سوائے میرے یا ایسے شخص کے جو مجھ ہی سے ہو کوئی اور شخص نہیں پہونچا سکتا (صحیح بخاری پ۱۹ ص۱۹۴ مع شرح فتح الباری)۔ اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر دونوں ہی اس کام پر معزز ہوئے تھے پھر دونوں ہی معزول ہوئے اور حضرت علی کے سپرد یہ کام ہوا (قرة العینین ص۲۳۴)۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت رسولخدا صلعم کی جگہ مذہبی کام کرنے کی قابلیت خدا اور رسولؐ نے نہ حضرت ابوبکر میں دیکھی نہ حضرت عمر میں۔ پھر بھی حضرت عائشہ نے بار بار حضرت عمر ہی کا نام لیا اور حضرت علیؑ کا ذکر کیسا اشارہ تک نہیں کیا۔

دوسری بات حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلعم نے سب مسلمانوں سے فرمادیا تھا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ جس سے واضح تر کوئی اور امر اس کے ظاہر کرنے کا ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت رسولخداؐ کے دینی کاموں کو بہترین طور پر انجام دینے کی صلاحیت حضرت علیؑ سے بہتر کسی میں نہیں تھی۔

جناب عبداللہ ابن عمر کے مختصر حالات اس مقام پر حضرت عمر کے فضائل کی وہ روایتیں لکھی گئیں جو حضرت کے صاحبزادے اور حضرت عائشہ سے مروی ہیں۔ اب ذرہ ان دونوں بزرگوں کے مختصر حالات بھی سن لو تاکہ تم اس کا اندازہ کر سکو کہ ان لوگوں سے مذہبی امور میں اسکے سوائے کیا توقع کی جاسکتی تھی۔ آپ سنہ۳ بعثت میں پیدا ہوئے اور سنہ۷۳ ہجری میں انتقال کیا۔ آپ ان لوگوں سے ہیں جنھوں نے حضرت رسولخدا صلعم سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔

آپ نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و معاذ و عائشہ سے روایتیں کی ہیں اور آپ سے سالم و عبداللہ و حمزہ و بلال وغیرہ نے روایتیں لی ہیں (اصابہ جلد۴ ص۱۰۸) جس سے واضح ہے کہ آپ نے اہلبیتؑ کے کسی بزرگ کو اس قابل نہیں سمجھا کہ ان سے کوئی روایت لیتے اور نہ اہلبیتؑ سے کسی شخص نے کوئی روایت آپ سے لی۔ جس سے

آپ کے تعلقات حضرات اہلبیتؑ کے ساتھ نمایاں ہیں۔ اور جب اہلبیتؑ کے ساتھ یہ برتاؤ تھا تو پھر حضرت عمر کے فضائل میں آپ کی روایتیں جس کثرت سے اور جس عنوان کی ہو سکتی ہیں وہ محتاج توضیح نہیں۔ اس لئے کہ اول تو آپ حضرت ممدوح کے فرزند ارجمند اور پھر اہلبیتؑ کی طرف آپ کا وہ رُخ۔

آپ نے آنحضرت صلعم کے بعد بارہ اچھے لوگوں کی یا بارہ خلفاء کی جو فہرست بنائی اس سے بھی حضرت علیؑ وامام حسنؑ وحسینؑ کا نام نکال دیا۔ حالانکہ حضرت علیؑ کو سب اہلسنت خلیفہ رابع اور حضرت امام حسنؑ کو بھی صلح معویہ تک خلیفہ رسولؐ مانتے ہیں اور امام حسینؑ کی شہادت کا سب کو اقرار ہے۔ مگر جناب عبد اللہ کی تحقیق دیکھو۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ واخرج ابن عساکر عن عبد اللہ بن عمر قال ابوبکر الصدیق اصبتم اسمہ۔ عمر الفاروق قرن من حدید اصبتم اسمہ۔ ابن عفان ذوالنورین قتل مظلوما یوتی کفلین من الرحمۃ۔ معویۃ وابنہ ملکا الارض المقدسۃ۔ والسفاح۔ وسلام والمنصور وجابر والمھدی والامین وامیر الغضب کلھم من بنی کعب بن لوئی کلھم صالح لا یوجد مثلہ قال الذھبی لہ طرق عن ابن عمر ولم یرفعہ احد۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جناب عبد اللہ بن عمر کہتے تھے ابو بکر صدیق ان کا اچھا نام تم لوگوں نے تجویز کیا۔ عمر الفاروق لوہے کی ایک سینگ یا سلاخ تھے۔ ان کا نام بھی تم لوگوں نے ٹھیک کہا ہے۔ (حضرت عثمان) ابن عفان ذوالنورین تھے جو مظلوم قتل کئے گئے اُن کو رحمت کے دو حصے دیئے جائیں گے۔ پھر معویہ اور ان کے فرزند (یزید) دونوں ارض مقدس کے بادشاہ ہوئے۔ پھر سفاح وسلام ومنصور وجابر ومھدی وامین وامیر الغضب۔ یہ سب کے سب کعب بن لوئی کی اولاد سے تھے۔ اور سب ایسے نیک تھے جن کا مثل پایا ہی نہیں جا سکتا۔ علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ اس قول کے بہت سے طریقے ابن عمر سے ہیں اور کسی نے اس کو مرفوع نہیں قرار دیا ہے (تاریخ الخلفاء صـ۱۳۳)۔ دیکھتے ہو جناب عبد اللہ بن عمر خلفاء رسولؐ کا ذکر کرتے ہیں مگر اُن کی نظر میں حضرت علیؑ۔ امام حسنؑ وامام حسینؑ ایسے تھے جن کو آپ نے کسی وجہ سے بھی قابل ذکر نہیں سمجھا نہ دنیوی اعتبار سے نہ دینی حیثیت سے۔ پھر حضرت عمر کے فضائل بیان کرنے میں آپ کے جذبات جیسے رہتے ہوں گے وہ کالشمس فی وسط النہار ہیں اس

یاد رکھو۔ مورخین نے تصریح کی ہے وقعدا عن بیعته جماعة عثمانیة لم یروا الا الخروج عن الامر منهم سعد ابن وقاص و عبد الله بن عمر و بایع یزید بعد ذلک والحجاج لعبد الملک بن مروان۔ حضرت علیؑ کی بیعت سے ایک جماعت جو حضرت عثمان کی ماننے والی تھی علیحدہ رہی وہ کہتی تھی اس امر سے باہر ہی رہنا چاہیئے۔ ان لوگوں میں سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن عمر تھے۔ حالانکہ ان عبد اللہ بن عمر نے اس کے بعد یزید کی بیعت بھی کی (مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۷۸)

علامہ سیوطی نے لکھا ہے قال ابن عمر حین بویع یزید ان کان خیرا رضینا وان کان بلاء صبرنا جب یزید کی بیعت ہو رہی تھی تو عبد اللہ بن عمر کہتے تھے کہ اگر یزید اچھا ہے تو ہم لوگ راضی رہیں گے اور اگر بلا ہے تو ہم لوگ صبر کریں گے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۴)۔ اس سے زیادہ سنو۔ اخرج البخاری فی صحیحه عن نافع قال لما خلع اهل المدینة یزید بن معویة جمع ابن عمر حشمه وولده فقال انی سمعت النبیؐ یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامة وانا قد بایعنا هذا الرجل علی بیع الله ورسوله وانی لا اعلم غدرا اعظم من ان یبایع رجل علی بیع الله ورسوله ثم ینصب له القتال وانی لا اعلم احدا منکم خلعه ولا تابع فی هذا الامر الا کانت الفیصل بینی وبینه۔ صحیح بخاری میں نافع سے مروی ہے کہ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت سے علیحدگی اختیار کی تو جناب عبد اللہ بن عمر نے اپنی اولاد اور رشتے کو جمع کر کے ان سے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے کہ ہر غدر کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک علم نصب کیا جائیگا اور یقیناً ہم لوگ اس شخص (یزید) کی بیعت خدا و رسولؐ کی بیعت کے مطابق کر چکے ہیں اور مجھے نہیں معلوم کوئی غداری اس سے بھی بڑھکر ہو سکتی ہے کہ کسی شخص کی بیعت خدا اور رسولؐ کی بیعت کے مطابق کر لی جائے پھر اوس سے لڑائی چھیڑ دی جائے۔ اور میں تم میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے یزید کی بیعت چھوڑ دی ہو اور اس امر میں میری موافقت نہیں کی ہو مگر یہ کہ میرے اور اس کے درمیان بھی اسی طرح جدائی ہو جائیگی (صحیح بخاری پ ۲۹ صفحہ ۵۵۶) اللہ اکبر! آپ یزید کی حمایت پر اس طرح کمر بستہ ہیں کہ جو شخص یزید کی بیعت سے علیحدہ ہو جائیگا اوس سے آپ بھی علیحدگی اختیار کر لیں گے۔ ناظرین کتاب

صبر سے ان کل بیانات کو دیکھتے رہیں۔ یہ حضرت عمر ہی کی سوانح عمری ہے عبد اللہ بن عمر کی نہیں مگر ان مضامین سے آپ کو یہ اندازہ ہوتا جائیگا کہ حضرت عمر کے لئے اسلام کی فضا کس درجہ موافق تھی کہ خاندان بنی امیہ کے بڑے رکن یزید بن ابو سفیان کو آپ نے پہلی خلافت کے زمانہ میں شام کا گورنر بنا کر اپنے موافق کر لیا اور آپ کے بیٹے عبد اللہ نے یزید بن معویہ کی بیعت اور حمایت کر کے تمام بنی امیہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ پھر فضائل حضرت عمر کتابوں میں کیوں نہ اس کثرت سے بھرے ہوئے ملیں۔ جس حکومت (بنی امیہ) کو جناب عبد اللہ بن عمر کی خوشی اس درجہ مطلوب تھی کہ اوس نے بیعۃ یزید کے لئے آپ کو ایک لاکھ روپئے دیدیئے جسکے بعد آپ نے یزید کی بیعت کر لی (شرح صحیح بخاری پ ۱ ص۵۵۵) اوس نے جناب عبد اللہ کے خوش رکھنے کے لئے بھی حضرت عمر کے فضائل کے شائع کرنے میں کس درجہ اہتمام کیا ہوگا۔ صرف یزید ہی کی بیعت آپ نے نہیں کی بلکہ عبد الملک بن مروان کی بیعت اس سلطنت کے گورنر حجاج ثقفی کے پاؤں پر جا کر کی (شرح ابن ابی الحدید جلد ص)۔ اس اطاعت و انقیاد سے بھی حجاج اور دوسرے ارکان و عمال بنی امیہ کے دلوں میں آپ کی جس درجہ جگہ ہوئی اوس کا سمجھنا آسان ہے۔ غرض حضرت عمر کے فضائل کی کثرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خلفاء راشدین کے بعد خلفاء بنی امیہ کے زمانہ میں مدت دراز تک آپ کے صاحبزادے موجود رہے اور آپ نے سب کو حد سے زیادہ خوش رکھا جس نے جو کہا وہ کیا۔ اور جن باتوں کو دوسرے غیرت مند افراد پسند نہیں کرتے تھے ان پر آپ بہت آسانی سے آمادہ ہو گئے۔ پھر حضرت عمر کے بعد وہ خلفاء جو انھیں کے جانشین ہوتے رہے اور انھیں اصول کے مطابق ان کی خلافت بھی تسلیم کی گئی جن اصول پر حضرت عمر خلیفہ ہوئے تھے۔ کیوں حضرت عمر کے فضائل کی ترویج و اشاعت میں مدد نہ کرتے کہ اس سے درحقیقت ان خلفاء بنی امیہ کی خلافت کی حقیت بھی واضح ہوتی تھی۔ کیونکہ ان کی خلافت کی بنیاد حضرت عمر ہی کی خلافت پر قائم ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ دوسری ذات جس کے وجود اور اثر سے حضرت عمر کے فضائل کی ہر قسم کی روایت کو شایع و رایج ہونے کا آسان ذریعہ مل گیا حضرت عائشہ تھیں۔ جو دیکھ چکی تھیں کہ حضرت ابوبکر و عمر کے درمیان کیسے گہرے تعلقات تھے کہ شاید حقیقی

دو بھائیوں میں بھی نہ ہوں بلکہ حضرت رسول خدا صلعم شوہر اور جناب عائشہ زوجہ میں بھی اتحاد قلب و روح ونفس و اتفاق رائے وخیالات واشتراک سعی و عمل کا وہ نمونہ نہیں ملتا جو حضرت ابوبکر و عمر میں تھا۔ بس جو ایک نے کہا وہی آواز دوسرے کے منہ سے بھی نکلی۔ جو رائے ایک کی ظاہر ہوئی بالکل وہی دوسرے کی بھی معلوم ہوئی۔ دو قالب ایک روح مشہور ہے مگر اس کے مصداق جیسے یہ دونوں بزرگ تھے کم کوئی ہوگا۔ اس وجہ سے حضرت عائشہ بھی حضرت عمر کو جس درجہ مانتی ہوں وہ واضح ہے بلکہ حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد حضرت عمر نے اپنے برتاؤ اور شفقت سے حضرت عائشہ کو اور زیادہ ممنون احسان بنادیا تھا۔ زمانہ حال میں ان کی جو سوانح عمری دارالمصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوئی ہے اس میں اس احسان کا مختصر ذکر اس طرح کیا گیا ہے " عہد فاروقی حضرت فاروق اعظم کا عہد مبارک نظم ونسق کے لحاظ سے ممتاز تھا اونھوں نے تمام مسلمانوں کے نقد وظائف مقرر کر دیئے تھے۔ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں دو روایتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ تمام ازواج مطہرات کو برابر بارہ ہزار سالانہ دیا جاتا تھا (صحیح بخاری ابواب الجنائز ص۲۵)۔ دوسری روایت جسکو حاکم نے صحت میں بخاری ومسلم کے ہم رتبہ قرار دیا ہے یہ ہے کہ دیگر ازواج کے لئے دس دس ہزار اور حضرت عائشہ کا بارہ ہزار سالانہ وظیفہ تھا۔ اس ترجیح کا سبب خود حضرت عمر نے بیان فرمادیا تھا (مستدرک حاکم جزو صحابیات ذکر عائشہ رض) کہ ان کو میں دو ہزار اس لئے زیادہ دیتا ہوں کہ وہ آنحضرت صلعم کو محبوب تھیں۔

ازواج مطہرات رض کی تعداد کے مطابق حضرت عمر رض نے نو پیالے تیار کرائے تھے جب کوئی چیز آتی ایک ایک پیالہ میں کرکے ایک ایک کی خدمت میں بھیجتے (امام مالک باب جزیۃ اہل الکتاب)۔ تقسیم ہدایا میں یہاں تک خیال رکھتے کہ اگر کوئی جانور ذبح ہوتا تو بقول حضرت عائشہ کے سری اور پایہ تک اُن کے پاس بھیجدیتے تھے (موطا امام محمد باب الزہد)۔ عراق کی فتوحات میں موتیوں کی ایک ڈبیہ ہاتھ آئی تھی۔ مال غنیمت کے ساتھ وہ بھی بارگاہ خلافت میں بھیجی گئی۔ سب کو موتیوں کی تقسیم مشکل تھی۔ حضرت عمر نے کہا آپ لوگ اجازت دیں تو میں ام المومنین عائشہ کو بھیج دوں کہ آنحضرت صلعم کو وہ محبوب تھیں۔ سب نے بخوشی اجازت دی۔ چنانچہ وہ ڈبیہ حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیجی

گئی۔ کھول کر دیکھا فرمایا ابن خطاب نے آنحضرت صلعم کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کئے۔ خدایا مجھے آئندہ اُن کے عطیوں کے لئے زندہ نہ رکھنا (مستدرک حاکم) حضرت عمر کی تمنا تھی کہ وہ بھی حضرت عائشہ کے حجرہ میں آنحضرت صلعم کے قدموں کے نیچے دفن ہوں لیکن کہہ اس لئے نہیں سکتے تھے کہ گو شرعاً مردوں سے زیر خاک پردہ نہیں تاہم اوباً دفن کے بعد بھی وہ اپنے کو غیر محرم ہی سمجھتے تھے۔ دم نزع تک اس خلش سے بے تاب تھے۔ آخر اپنے صاحب زادے کو بھیجا کہ ام المومنین کو میری طرف سے سلام کہو اور عرض کرو کہ عمر کی تمنا ہے کہ وہ اپنے رفیقوں کے پہلو میں دفن ہو۔ فرمایا اگرچہ وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن عمرؓ کے لئے خوشی سے یہ ایثار گوارا کرتی ہوں۔ اس اجازت کے بعد بھی حضرت عمر نے وصیت کی کہ میرا جنازہ آستانہ تک لے جا کر پھر اذن طلبی کرنا۔ اگر ام المومنین اجازت دیں تو اندر دفن کر دینا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت عائشہ نے دوبارہ اجازت دی اور جنازہ اندر لیجا کر دفن کیا گیا (یہ تمام تفصیل صحیح بخاری کتاب الجنائز میں ہے) اور آخر اسی حجرۂ اقدس میں برج خلافت کا دوسرا اختر تاباں بھی نگاہوں سے پنہاں ہوا" (سیرۃ عائشہ ص۱۳۰)۔

اس پوری عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر نے آپ کی صاحب زادی کا کس درجہ خیال رکھا کہ آپ کو حضرت رسو لخدا صلعم کا غم بھی بھول گیا اور حضرت ابو بکر کا صدمہ بھی زائل ہو گیا ہوگا۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حضرت عائشہ کو بارہ ہزار سالانہ وظیفہ کہاں سے ملتا۔ اور زمانہ نبوت میں آپ موتیوں کی ڈبیہ کس طرح پاتیں۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ کی حالت تو یہ لکھی ہوئی ہے "جس دن وہ بیوہ ہوئیں ادھی کی شام کو گھر میں برکت تھی (ترمذی کتاب الادب)" (سیرۃ عائشہ ص۱۲۷) پس جن معظمہ نے اپنے شوہر کے زمانہ میں اس درجہ فقیری اور عسرت کا مزہ چکھا ہو کہ شوہر کے انتقال کے دن گھر میں کچھ نہ تھا بلکہ چراغ جلانے کو تیل بھی نہ تھا اُن کو حضرت عمر کے زمانہ میں بارہ ہزار سالانہ پنشن مقرر ہو جانے سے (جب کہ آپ کا خرچ بھی صرف آپ کی ذات تک ہی محدود تھا کیونکہ اولاد کی زحمتوں سے خدا نے آپ کو محفوظ ہی رکھا تھا) وہ ممدوح کی جیسی قدردان ہو گئی ہوں وہ ظاہر ہے۔ اب خود سمجھ لو کہ جناب عبداللہ ایسے ہر دلعزیز فرزند اور حضرت عائشہ ایسی نیک اختر دختر کے زمانہ میں حضرت عمر کے فضائل کس درجہ پھیل سکتے تھے پھر کتابوں میں آپکے لئے کیا کچھ نہیں ملیگا

ہدایت خاتون - معاذاللہ! خدا کی پناہ!! میں قرآن مجید کی استہزار کر رہی ہوں ؟ تو میری زبان مقراض سے کاٹ دو - ایسی چیز دنیا میں رہنے کا حق ہی نہیں رکھتی جو ایسی بے ادبی کرے میں تو تمہاری کتابوں میں جو چیزیں پڑھ چکی ہوں اونھیں کو بیان کر رہی ہوں اور وہ بھی تمہارے کہنے پر۔ اب تم بحث سے گھبرا گئے تو ایسے پہلو بدلنے لگے کہ میں اپنے آپے میں نہ رہوں صاف ہی کہ دو کہ اب بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی صاحب (شرماکر) - خیر میں اپنی بات واپس لیتا ہوں تم ... جو کچھ کہنا ہو اطمینان سے بیان کرو۔ بحث کی ضرورت کیوں نہیں۔ تم کو راہ راست پر لانا ہے۔

ہدایت خاتون - تم مجھے الزام دیتے ہو کہ قرآن مجید سے استہزار کرتی ہوں حالانکہ تمہارے بزرگوں ہی نے قرآن مجید سے مراق و استہزار بھی کیا ہے۔ اور اس کا ادب بھی باقی نہیں رکھا - تمہارے مذہب کی خوبیاں کہاں تک بیان کی جائیں۔

مولوی صاحب - تم پھر وہی چڑانے اور چھیڑنے کی باتیں کرنے لگیں - اب کہدو کہ "تمہاری کتابوں میں اس کا ثبوت موجود ہے"۔

ہدایت خاتون - بے شک کہتی ہوں اور ڈنکے کی چوٹ کہتی ہوں - کچھ چوری ہے جو دبی زبان سے کہوں ؟ اگر ثبوت نہیں ہوتا تو یہ دعوے ہی نہیں کرتی - وہی کہتی ہوں جس کی صاف دلیل پا چکتی ہوں!!!

مولوی صاحب - خیر اب اس کی دلیل بھی بیان ہی کر دو - تجربہ سے تو مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ تمہاری کسی بات کا نہ جواب ہے نہ ہوگا۔ بس کہتی جاؤ اور میں چپ بنا سنتا جاؤں۔

ہدایت خاتون - سنو علامہ سیوطی لکھتے ہیں عن السدی و قولہ ومن اظلم ممن افترے علے اللہ کذبا او قال اوحے الیّ ولم یوحِ الیہ شیئ قال نزلت فی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح القرشی اسلم وکان یکتب للنبی فکان اذا املے علیہ سمیعا علیما۔ کتب علیما حکیما۔ واذا قال علیما حکیما کتب سمیعا علیما فشک وکفر وقال ان کان محمد یوحے الیہ فقد اوحے الیّ سدی کہتے تھے کہ پارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۱۱ میں ، آیۃ ومن اظلم ممن افترے علے اللہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شیئ - ایک شخص عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی کے بارے میں نازل ہوئی وہ جب مسلمان ہوا تو حضرت رسولخدا صلعم اپنی وحیوں کو اوسی سے لکھوانے لگے - مگر اس کا

یہ معمول ہو گیا کہ حضرت جو وحی لکھواتے اس میں خود اصلاح دے دیا کرتا اور کچھ کا کچھ لکھ دیا کرتا
مثلاً اگر حضرتؐ فرماتے کہ لکھو سمیعا علیما تو وہ لکھ دیتا علیما حکیما اور اگر حضرتؐ فرماتے کہ علیما
حکیما لکھو تو وہاں سمیعا علیما لکھ دیتا۔ اسی طرح کرتے رہنے سے اوسکو حضرتؐ کی نبوت میں شک
ہوا تو وہ پھر کافر ہو گیا اور کہنے لگا اگر محمدؐ پر وحی نازل ہوتی ہے تو (نئی بات کیا ہے) مجھ پر بھی
نازل ہوتی ہے۔ کان یکتب للنبیؐ فکان فی ما یملی عزیز حکیم فیکتب غفور رحیم
فیغیرہ ثم یقرأ علیہ۔ فرجع عن الاسلام ولحق بقریش۔ وہ حضرتؐ کی وحی لکھا کرتا
اگر حضرتؐ کسی سورہ میں فرماتے کہ عزیز حکیم لکھو تو وہ غفور رحیم لکھ دیتا اسی وجہ سے
وہ اسلام سے پھر گیا اور قریش میں جا ملا (در منثور جلد ۳ ص ۳۰) بتاؤ وہ کیوں کافر ہو گیا؟
اسی وجہ سے تو کہ اوس نے دیکھا وہ جو چاہتا قرآن کو بدل کر لکھ دیتا ہے۔ اسی (بنا پر سمجھا) کہ اگر
یہ خدا کا کلام ہوتا تو خدا اوس کے ہاتھ کو ایسا کرنے سے روک دیتا مگر خدا نے ایسا کیا نہیں
اسی سبب سے وہ کافر ہو گیا۔ پس اگر خدا نے قرآن مجید کو تحریف سے محفوظ رکھنے کا وعدہ
کیا ہوتا تو عبد اللہ وحی کو الٹ پھیر کر لکھنے میں کیوں کامیاب ہو گیا؟ اوس نے تحریف بھی کی
کی۔ تو اوس کو اس تحریف پر کیونکر قدرت ہو گئی؟ ایک اور سنئے۔ لما فتح النبیؐ الکعبۃ
اخذ ابو برزۃ الاسلمی وھو سعید بن حرب عبد اللہ بن خطل وھو الذی کانت قریش
تسمیہ ذا القلبین، فانزل اللہ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ فقدمہ
ابو برزۃ فضرب عنقہ وھو متعلق باستار الکعبۃ۔ فانزل اللہ فیہ لا اقسم بھذا
البلد وانت حل بھذا البلد وانما کان ذلک منہ قال لقریش انا اعلم لکم علم محمدؐ۔ فاتی النبیؐ فقال
یا رسول اللہؐ انما احب ان تستکتبنی قال فاکتب فکان اذا املی علیہ من
القرآن وکان اللہ علیما حکیما کتب وکان اللہ حکیما علیما۔ واذا املی علیہ
وکان اللہ غفورا رحیما کتب وکان اللہ رحیما غفورا۔ ثم یقول یا رسول اللہ
اقرأ علیک ما کتبت۔ فیقول نعم۔ فاذا اقرأ علیہ وکان اللہ علیما حکیما او رحیما
غفورا۔ قال لہ النبیؐ ما ھکذا املیت علیک وان اللہ کذلک انہ لغفور رحیم
وانہ لرحیم غفور۔ فرجع الی قریش فقال لیس امرہ بشئ۔ کنت آخذ بہ فینصرف
فلم یؤمنہ فکان احد الاربعۃ الذین لم یؤمنھم النبیؐ۔ حضرت رسول خدا صلعم نے
جب خانہ کعبہ کو فتح کیا تو ابو برزہ سلمی نے جو سعید بن حرب تھے۔ عبد اللہ بن خطل کو گرفتار کر لیا

یہ وہ شخص تھا جس کو قریش کے لوگ ذوالقلبین (دو دل والا) کہتے تھے تو خدا نے یہ آیۃ نازل کی اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے (پ ۲۱ ع ۱۷، ۱) لہ۔ تو ابو برزہ نے آگے کھینچکر اسکی گردن اڑا دی۔ اس وقت وہ خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا تھا۔ تب خدا نے یہ آیۃ نازل کی۔ اے پیغمبرؐ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور تو اس شہر میں آزاد ہو گا لہ (پارہ ۳۰ ع ۱۵)۔ یہ بات اس سبب سے ہوئی کہ اسی عبد اللہ بن خطل نے قریش سے کہا تھا کہ دیکھو میں تمہارے سامنے محمدؐ کا حال جانتا ہوں۔ یہ کہکر حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں پہونچا اور کہا اے رسولخدا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے لکھوایا کریں حضرت نے فرمایا اچھا لکھا کرو۔ مگر وہ کیا کرتا کہ جب حضرت قرآن مجید میں وکان اللہ علیما حکیما لکھنے کو کہتے تو وہ الٹ کر حکیما علیما لکھ دیتا۔ اور جب حضرت فرماتے کہ لکھو وکان اللہ غفورا رحیما تو وہ لکھ دیتا وکان اللہ رحیما غفورا پھر کہتا اے رسولخدا میں نے لکھا ہے وہ پڑھ کر سنا دوں؟ حضرت فرماتے ہاں پھر جب وکان اللہ علیما حکیما یا رحیما غفورا تو اس سے حضرتؐ فرماتے میں نے تم سے اس طرح لکھنے کو

لہ مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "ایک منافق کہتا تھا میرے دو دل ہیں۔ ایک دل ایسا کہتا ہے ایک دل ایسا اوس وقت یہ آیۃ اتری۔ ابن عباسؓ سے روایۃ ہے کہ آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے اس میں بھول گئے۔ منافق کہنے لگے ان کے دو دل ہیں۔ ایک دل تمہارے ساتھ۔ ایک دل کہیں۔ اوس وقت یہ آیۃ اتری بعضوں نے کہا قریش میں ایک شخص تھا دہانہ اوس کو دو دل والا کہتے۔ اسی کے باب میں یہ آیۃ اتری"۔ (تفسیر وحیدی پارہ ۲۱ ع ۱۷ ص ۵۴۳ مطبوعہ لاہور) ۱۲ منہ

لہ مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "جس روز مکہ فتح ہوا آپ اس میں داخل ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے وہاں کافروں کو مارنا درست کر دیا۔ چنانچہ آپ کو خبر دی گئی کہ عبد اللہ بن خطل کافر کعبے کے پردوں میں چھپا ہوا ہے آپ نے فرمایا اسے مار ڈالو۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے رکن اور مقام ابراہیم کے بیچ میں اس کو قتل کیا" (تفسیر وحیدی ص ۷۷۳)۔ اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید سے اس قسم کی مزاح اور مسخراپن کرنے والے ایک ہی بزرگ نہیں گزرے بلکہ کئی صاحب ہوئے ہیں جنھوں نے قرآن مجید کو کھیل بنا رکھا تھا اور وہ سب شروع کے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم کبھو یا اور کچھ) ہی تھے۔ جو حضرتؐ پر اسلام لا چکے تھے ۱۲ منہ

تو نہیں کہا تھا۔ اگرچہ خدا ہے ایسا ہی کہ وہ غفور رحیم ہے اور وہ رحیم غفور ہے۔ پھر وہ قریش کی طرف واپس گیا۔ اور کہاں ان کا دعوے کچھ نہیں۔ میں جدھر چاہتا ہوں اُدھر یہ پھر جاتے ہیں۔ تو حضرتؐ نے اس کو امن نہیں دیا اور وہ بھی انہیں چار لوگوں میں رہا جو حضرت رسولخدا صلعم کے امن سے محروم رہے (تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۵۲)

مولوی صاحب۔ واقعاً بڑا بدمعاش اور پاجی تھا۔ اچھا ہوا کہ حضرت رسول مقبول صلعم نے اس کو قتل کرا دیا۔ یہ زندہ رہتا تو نہ معلوم کتنا فساد پیدا کر دیتا۔ قرآن مجید کو ایک کھلونا بنا دیتا۔ توبہ۔ پہلے زمانہ میں کیسے کیسے بیہودے گزر گئے ہیں۔

ہدایت خاتون۔ پھر تم لوگ کس منہ سے کہتے ہو کہ قرآن مجید میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا خدا نے اسکی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اگر قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ ہوتا تو خدا نے اس کو کیوں نہیں اس شرارت سے باز رکھا؟

مولوی صاحب۔ بات تو انصاف کی ہے۔ اگر انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون قرآن شریف ہی کے متعلق وعدہ ہوتا تو خدا کو ضرور اس قسم کی شرارتوں سے بھی بچانا چاہیے تھا۔ مگر آنحضرتؐ کے بعد ممکن ہے خدا نے اسکی حفاظت کی ہو۔

ہدایت خاتون۔ تمہاری عقل کے قربان جاؤں۔ اتنی بحثیں ہو چکیں مگر اب تک تم مرغ کی وہی ایک ٹانگ کہے جاتے ہو۔ اگر آنحضرتؐ کے بعد خدا اسکی حفاظت کرتا تو اتنے الفاظ کی کمی کیوں ہو گئی؟ اتنی عبارتیں غائب کیسے ہو گئیں؟ الفاظ کیوں بدل گئے؟ قرآن مجید کی ترتیب کیوں بدل گئی؟

قرآن مجید میں اور تغیر ترتیب

مولوی صاحب۔ ترتیب کا تغیر تو پہلے ہی تم بیان کر چکی ہو کہ کئی سوروں کے پہلے مدنی اور مدنی کے بعد مکی سورتیں ہیں۔ ایک ہی بات کو دہرانے کی کیا ضرورت ہے۔

ہدایت خاتون۔ یہی کیوں۔ اور بھی بہت سی ترتیب بدل گئی ہے۔

مولوی صاحب۔ نہیں اور کوئی ترتیب نہیں بدلی ہو گی۔ تم حد سے نہ گزر جاؤ۔

ہدایت خاتون۔ اچھا سنو (۱) ان رسول اللہؐ قال لہ الا اخبرک باخیر سورۃ نزلت فی القرآن۔ قلت بلٰی یا رسول اللہؐ۔ قال فاتحۃ الکتاب۔ حضرت رسولخدا صلعم نے عبداللہ بن جابر سے فرمایا کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ قرآن مجید میں سب سے آخری

کون سورہ نازل ہوئی؟ عبداللہ نے عرض کی ہاں یا حضرتؑ ضرور بتا دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ سورہ فاتحہ ہے (تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۲)۔ دیکھو خدا نے جس سورہ کو سب سے آخر میں نازل کیا تمہارے صحابہ نے اس کو قرآن مجید میں سب سے پہلے کر دیا۔ اور سنو (۲) قال رسول اللہؐ لا تقولوا سورۃ البقرۃ ولا سورۃ آل عمران ولا سورۃ النساء وکذلک القرآن کلہ ولکن قولوا السورۃ التی یذکر فیھا البقرۃ والسورۃ التی یذکر فیھا آل عمران وکذلک القرآن کلہ۔ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا یہ نہ کہا کرو سورہ بقرہ۔ سورہ آل عمران وغیرہ۔ بلکہ اس طرح کہا کرو وہ سورہ جس میں بقرہ کا ذکر ہے۔ وہ سورہ جس میں آل عمران کا ذکر ہے۔ اسی طرح پورے قرآن کو۔ (درمنثور جلد ۱ صفحہ ۱۸)

مولوی صاحب۔ تو اس میں تغیر ترتیب کیونکر ہوا جو تم نے اس بحث میں ذکر کیا۔

ہدایت خاتون۔ اب ہر شخص یہی کہتا ہے سورہ بقرہ، سورہ آل عمران۔ اور بولتا بھی یوہیں ہے۔ علماء و ارکان دین سب اسی طرح لکھتے بولتے ہیں۔ تو کیا یہ تغیر ترتیب نہیں ہوا کہ ہر سورہ کے قبل اس طرح لکھا ہوا ہے جس طرح لکھنے کو نہ خدا نے کہا نہ رسولؐ نے اور نہ اس طرح قرآن مجید نازل ہوا۔ اب جو قرآن مجید میں ہر سورہ کے پہلے اس سورہ کا نام لکھا ہوا ہے کیا اسی طرح خدا نے نازل کیا تھا؟ یا مسلمانوں نے یہ تغیر دے دیا؟

مولوی صاحب۔ تم تو ایک رد کے پر دوسرا پھر تیسرا ردّا رکھتی چلی جاتی ہو۔ یہ بھی نئی بات معلوم ہوئی ہے کہ کلام پاک میں ہر سورہ کے پہلے اس سورہ کا جو نام لکھا ہوا ہے۔ یہ انسانی کلام اس میں داخل کر دیا گیا ہے اور اب قرآن مجید خالص اللہ تعالےٰ کا کلام پاک باقی نہیں رہا۔ اسی وجہ سے اس کو لوگ لے کر جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں اور ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس کی ہر طرح بے عزتی کرتے ہیں۔ نجس لوگوں سے لکھواتے ہیں۔ بے موقع رکھتے ہیں۔ بلکہ اس کے اوراق تک بنیوں کی دوکانوں پر بیچ دیتے ہیں اور پھر ان کی کوئی تنبیہ نہیں ہوتی۔

ہدایت خاتون۔ سُنتے جاؤ (۳) عن ابن زید قال ھذہ الآیۃ مقدمۃ و موخرۃ انما ھے اذا عوابہ الا قلیلا منھم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لم ینج قلیل ولا کثیر۔ ابن زید کہتے تھے کہ (پ ۵ سورہ نساء رکوع ۱۱ میں) آیۃ مقدم موخر (آگے پیچھے) ہوئی ہے وہ اس طرح تھی اذا عوا بہ الا قلیلا منھم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لم ینج قلیل ولا کثیر۔ مگر اب یہ آیۃ اس طرح ہے اذاعوا بہ ولو ردوہ

الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم ولولا فضل اللہ
علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا (در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

مولوی صاحب ۔ یہ بھی بالکل نیا مضمون ہے۔ کیا تماشہ ہو رہا ہے۔ توبہ۔

ہدایت خاتون ۔ بوتے کیوں ہو سنتے جاؤ۔

ایک صحابی نے خدا کو صلاح دی

ہدایت خاتون ۔ ایک اور لطیفہ دیکھو کہ ایک صحابی نے خدا کو ایک بات یاد دلا دی تو خدا نے ان کی رائے کے مطابق اپنے کلام میں اصلاح لیکر اس کو نازل کیا سنو (۴) عن زید بن ثابت قال کنت الی جنب رسول اللہ فغشیتہ السکینۃ فوقعت فخذ رسول اللہ علی فخذی فما وجدت ثقل شئی اثقل من فخذ رسول اللہ ثم سری عنہ فقال اکتب فکتبت فی کتف لایستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ الی آخر الآیۃ۔ فقال ابن ام مکتوم وکان رجلا اعمی لما سمع فضل المجاھدین۔ یا رسول اللہ فکیف بمن لا یستطیع الجہاد من المومنین فلما قضی کلامہ غشیت رسول اللہ السکینۃ فوقعت فخذہ علی فخذی فوجدت ثقلھا فی المرۃ الثانیۃ کما وجدت فی المرۃ الاولی ثم سری عن رسول اللہ فقال اقرأ یا زید فقرأت لایستوی القاعدون من المومنین فقال رسول اللہ اکتب غیر اولی الضرر الآیۃ قال زید انزل اللہ وحدھا فالحقتھا۔ مختصر یہ کہ زید بن ثابت کا بیان ہے کہ حضرت رسولخدا پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا لکھو۔ میں نے ایک ہڈی پر لکھا لایستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ تا آخر آیۃ جو مومنین جہاد کرتے ہیں اور جو گھر بیٹھے رہتے ہیں یہ برابر نہیں ہو سکتے (پ ۵ سورہ نساء رکوع ۱۳) اس پر ابن ام مکتوم جو نابینا تھے بولے یا حضرت اور جو مجبور ہو؟ اس بات پر پھر حضرت پر وحی نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت نے زید سے فرمایا لایستوی القاعدون من المومنین کے بعد غیر اولی الضرر کا جملہ بھی بڑھا دیا گیا اور آج تک قرآن مجید میں یہ موجود ہے (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۰۳) (۵) ان ابن عباس کان یقرأ ھذا الحرف ان یدعون من دونہ الا انثی ... وعن مجاھد فی قولہ الا اناثا قال الا اوثانا ... عن عائشہ انھا

کانت تقرأ ان یدعون من دونہ الا اوثانا ۔ لفظ ابن جریر کان فی مصحف عائشہ ان یدعون من دونہ الا اوثانا ... قرأ رسول اللہؐ ان یدعون من دونہ الا انثٰی ۔ پارہ ۵ سورۃ النساء رکوع ۱۸/۱۵ میں اب یہ آیۃ ہے ان یدعون من دونہ الا اناثا مگر جناب ابن عباس کہتے تھے کہ یہ ان یدعون من دونہ الا انثٰی ہے اور مجاہد کہتے تھے کہ یہ نہ اناثا ہے نہ انثٰی ہے بلکہ اوثانا ہے جناب عائشہ بھی اس کو اوثانا ہی پڑھتی تھیں اور لفظ ابن جریر میں ہے کہ مصحف عائشہ میں بھی یہ اوثانا ہی تھا ۔ اور حضرت رسول صلعم اس کو الا انثٰی پڑھتے تھے (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۳) (۶) لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم ۔ قال کان الضحاک بن مزاحم یقول ھذا من التقدیم والتاخیر یقول اللہ ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم الا من ظلم وکان یقرؤھا کذلک ثم قال لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول ای علی کل حال ۔ پانچویں پارے کے آخر میں ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم وکان اللہ شاکرا علیما ۔ اور چھٹے پارے کے شروع میں لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم ہے ۔ ضحاک کہتے تھے کہ ان دونوں جملوں میں آگے پیچھے ہو گیا ہے ۔ اصل میں اس طرح تھا ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم الا من ظلم اور اسی طرح وہ اس کو پڑھتے تھے اس کے بعد لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول کہتے تھے یعنی ہر حال میں یہی ہے کہ خدا برائی کا ذکر بیان کرنا پسند نہیں کرتا (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۳) ۔ بولو مزاج کیسا ہے ۔ دیکھتے ہو پانچویں پارے کی آیۃ کا جملہ چھٹے پارے کی آیۃ میں لکھ دیا گیا اور وہ آج تک اسی طرح ہے ۔ قرآن مجید میں جو تقدیم و تاخیر کی گئی وہ اب تک موجود ہے ۔

مولوی صاحب ۔ کیا بولوں اور کیا جواب دوں ۔ تم نے مجھے بُت بنا دیا ہے ۔

ہدایت خاتون ۔ خیر اور سنو (۷) انما قالوا جہرۃ ارنا اللہ قال ھو مقدم ومؤخر ۔ پارہ ۶ رکوع ۲ شروع ہی میں فقالوا ارنا اللہ جہرۃ ہے ۔ جناب ابن عباس کہتے تھے کہ یہ جہرۃ ارنا اللہ تھا مگر آگے پیچھے کر دیا گیا (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۵) ۔

(۸) عن جبیر بن نفیر قال حججت فدخلت علی عائشة فقالت لی یا جبیر تقرأ المائدة - فقلت نعم - فقالت اما انها آخر سورة نزلت فما وجدتم فیها من حلال فاستحلوه وما وجدتم من حرام فحرموه - جبیر ابن نفیر کہتے تھے کہ میں نے حج کیا تو حضرت عائشہ کے پاس بھی حاضر ہوا - جناب معظمہ نے مجھ سے فرمایا اے جبیر تم سورہ مائدہ کی تلاوت کرتے ہو؟ میں نے عرض کی ہاں - جناب معظمہ نے فرمایا دیکھو وہی سورۃ ہے جو سب کے آخر میں نازل ہوئی - تم کو اس میں جو حلال ملے اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ملے اسکو حرام سمجھو (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۵۲) (۹) عن البراء قال آخر آیة نزلت یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالة وآخر سورة نزلت تامة براءة جناب براءؓ بیان کرتے تھے کہ سب سے آخر میں جو آیۃ نازل ہوئی وہ یہ ہے:- یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ اور سب سے آخر میں جو سورہ نازل ہوئی وہ برارۃ ہے (در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۰۸) - بتاؤ تو اب آیۃ یستفتونک کس پارہ اور کس سورہ میں ہے؟

مولوی صاحب۔ اس کو مجھ سے کیا پوچھتی ہو پ ۶ سورہ نساء رکوع ۴ میں ہے -

ہدایت خاتون - اور سورہ برارۃ کس پارے میں ہے؟

مولوی صاحب۔ دسویں پارے میں - ان سب باتوں سے کیا فائدہ - مہمل سوالات کرتی جاتی ہو -

ہدایت خاتون۔ مہمل سوالات ہیں؟ تمہارا دل ہی جانتا ہوگا کہ ان سوالات سے تم پر کیا گزر رہی ہے - بتاؤ جو آیۃ سب کے آخر میں اترے اور وہ اب چھٹے پارے میں ہو اور جو سورۃ سب سے پیچھے نازل ہو مگر اب دسویں پارے میں ہو - اسی قرآن مجید کے بارے میں تم لوگوں کا یہ دعوٰے رہتا ہے کہ کتب اہلسنت سے تحریف ثابت نہیں ہوتی؟

مولوی صاحب۔ تم نے تو اتنے پتے پتے کی باتیں نکالیں کہ آج تک کسی شیعہ عالم نے بھی اتنی باتیں جمع نہیں کی ہونگی -

ہدایت خاتون۔ تم نے ابھی ہمارے علمائے محققین کی کتابیں دیکھیں کہاں؟

ان حضرات کی تحقیقات تو دریا سے بے پایاں ہیں۔ ان کی کتابیں دیکھو تب قدرت خدا نظر آئے اور یقین ہو کر علم و یقین اس کو کہتے ہیں۔ اور جب ان حضرات کی یہ معمولی لونڈی اپنے مذہب کی حقیت اور تم لوگوں کے دعووں کے ابطال میں اتنی چیزیں جمع کر سکی تو پھر اُن حضرات کی خدمات جلیلہ کی حد کون بیان کر سکتا ہے۔ ہر زمانہ میں اُن بزرگان دین کے کارنامے عقلوں کے حیران کرنے والے ہی رہے۔ خیر اور سُن لو (۱۰) عن مجاھدؓ فی قولہ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ قال ھی اول ما انزل اللہ من سورۃ براءۃ مجاہدؓ کہتے تھے کہ سورہ براءۃ کی سب سے پہلی آیۃ جو اُتری یہ ہے لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ اول ما نزل من براءۃ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ سب سے پہلی آیۃ جو سورہ براءۃ کی نازل ہوئی لقد نصرکم اللہ ہے (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۳) اب دیکھو سورہ براءۃ میں یہ آیۃ ۲۴ آیتوں کے بعد درج کی گئی اور بجائے ۱ کے اس کا نمبر ۲۵ کر دیا گیا (۱۱) فقال رسول اللہ صلعم کذلک وکانت اول آیۃ نزلت فی القتال اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا حتی بلغ لقوی عزیز۔ حضرت رسولخدا صلعم نے اسما بنت عمیس سے کہا کہ عمرؓ جو کہتے ہیں وہ بات نہیں ہے اور قتال کے بارے میں جو آیۃ سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا تا قوی عزیز (درمنثور جلد ۴ صفحہ ۳۴۵) مگر اب یہ آیت پارہ ۱۷ سورہ حج رکوع ۱۱/۱۳ میں ہے)۔ بتاؤ کہاں سے کہاں بات پہونچ گئی۔

مولوی صاحب۔ تو اس پر کیا اعتراض ہے۔ ہو سکتا ہے جہاد کے بارے میں سب سے پہلے یہی آیۃ اُتری ہو۔ اس کے قبل کوئی آیت نہیں ہو۔

ہدایت خاتون۔ مگر اب قرآن مجید میں جہاد اور قتال کی بہت سی آیتیں اس آیۃ سے پہلے موجود ہیں ۲ سورہ بقرہ رکوع ۸/۲۴ میں دیکھو وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ پھر اسی پارہ کے رکوع ۱۶/۳۲ میں ہے وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے جو آیۃ سب سے پہلے نازل ہوئی وہ اب سترہویں پارہ میں درج کر دی گئی۔ دوسری آیتیں جو بعد کو نازل ہوئیں وہ اس سے بہت پہلے رکھ دی گئیں۔ پارہ ۴-۵-۹-۱۰-۱۱ سب ہی میں اس امر کی آیتیں ہیں۔ سب کے پڑھنے اور سُنانے میں سوائے وقت ضائع ہونے کے کوئی فائدہ نہیں۔

مولوی صاحب۔ ہاں اسکی ضرورت نہیں ہے۔

ہدایت خاتون ۔ اور سنو (۱۲) عن ابی الضحیٰؓ قال اول ما نزل من براءۃ انفروا خفافا و ثقالا ثم نزل اولھا و آخرھا۔ ابوالضحی بیان کرتے تھے کہ سورہ براءۃ کی سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی یہ ہے انفروا خفافا و ثقالا۔ اس کے بعد اس کے اول و آخر کا نزول ہوا (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۴۶)۔ دیکھو جو آیت سورہ براءۃ کی پہلی تھی وہ اب اکتالیسویں ہوگئی۔ (۱۳) عن ابی بن کعب قال آخر آیۃ انزلت علے النبیؐ وفی لفظ ان آخر ما نزل من القرآن لقد جاءکم رسول من انفسکم الی آخر الآیۃ۔ جناب ابن عباس و ابی بن کعب کہتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم پر سب کے آخر میں جو آیۃ نازل ہوئی وہ یہ ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم الآیۃ (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۹۵) مگر اب یہ آیت پارہ ۔۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۶ میں ہے۔ (۱۴) ان ابی بن کعب کان یقول ان احدث القرآن عہدا باللہ وفی لفظ بالسماء ھاتان الآیتان لقد جاءکم رسول من انفسکم الی آخر السورۃ۔ ابی بن کعب کہتے تھے کہ اللہ کے ہاں سے یا آسمان سے قرآن مجید کی جو آیت سب سے آخر نازل ہوئی وہ یہ دو آیتیں ہیں۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم تا آخر سورہ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۵) (۱۵) عن ابی بن کعب انھم جمعوا القرآن فی مصحف فی خلافۃ ابی بکر فکان رجال یکتبون ویملی علیھم ابی بن کعب حتے انتھوا الی ھذہ الآیۃ من سورۃ براءۃ ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون فظنوا ان ھذا آخر ما نزل من القرآن فقال ابی بن کعب ان النبیؐ قد اقرأنی بعد ھذا آیتین لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم۔ بالمومنین رؤف رحیم فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم فھذا آخر ما نزل من القرآن۔ قال فختم الامر بما فتح بہ بلا الہ الا اللہ یقول اللہ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا یوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون۔ جناب ابی بن کعب بیان کرتے تھے کہ لوگوں نے قرآن مجید کی آیتوں کو حضرت ابوبکر کی خلافت میں ایک مصحف میں جمع کیا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ اور لوگ لکھتے جاتے اور ابی بن کعب بولتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ سورہ براءۃ کی اس آیت تک پہونچے ثم

النص نواصرف الله قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون تو لوگوں نے گمان کیا کہ قرآن مجید کی جو آیت سب کے آخر میں نازل ہوئی یہی ہے۔ اس پر ابی بن کعب نے کہا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اس کے بعد مجھے اور دو آیتیں پڑھائیں جو یہ ہیں لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ فان تولوا فقل حسبی الله لا اله الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔ یہی قرآن مجید کی وہ آیۃ ہے جو سب کے آخر میں نازل ہوئی پس اس امر کا خاتمہ اسی لا الہ الا اللہ پر ہوا جس لا الہ الا اللہ سے اسکی ابتدا ہوئی تھی۔ خدا فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون (در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۹۶) - اب دیکھو کہ وہ آیۃ جو قرآن کی سب سے آخری سمجھی جاتی تھی پ ۱۱ سورہ توبہ کے رکوع ۱۶ میں موجود ہے۔ ابھی سنتے جاؤ (۱۶) اتی الحرث بن خزیمۃ بھاتین الایتین من آخر براءۃ لقد جاءکم رسول من انفسکم الی قولہ وھو رب العرش العظیم الی عمر۔ فقال من معک علی ھذا۔ فقال لا ادری واللہ الا انی اشھد لسمعتھا من رسول اللہ ووعیتھا وحفظتھا۔ فقال عمر وانا اشھد لسمعتھا من رسول اللہ لو کانت ثلاث آیات لجعلتھا سورۃ علی حدۃ۔ فانظروا سورۃ من القرآن فالحقوھا۔ فالحقت فی آخر براءۃ۔ سورہ برارۃ (پ ۱۱) کے آخر کی ان دونوں آیتوں لقد جاءکم رسول من انفسکم ھو رب العرش العظیم تک کو حرث بن خزیمہ حضرت عمر کے پاس لائے تو حضرت عمر نے پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے جو اسکی گواہی دیتا ہے؟ حرث نے کہا خدا کی قسم اور کسی کو تو میں نہیں جانتا مگر میں خود گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے اس کو حضرت رسولخدا صلعم سے سُنا اور اس کو یاد کیا اور اس کی حفاظت کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اس آیۃ کو میں نے حضرت رسولخدا صلعم سے سُنا ہے۔ اگر تین آیتیں بھی ہوتیں تو میں ان تینوں کو اکٹھا کرکے ایک سورہ ہی علیحدہ بنوا دیتا۔ مگر خیر اب قرآن کی کسی سورہ کو دیکھو اور اسی میں ان دونوں کو بھی ڈال دو۔ اس پر میں نے یہ دونوں آیتیں سورہ برارۃ کے آخر میں ڈال دیں (در منثور جلد ۳ صفحہ ۲۹۶) (۱۷) عن ابن مسعود انہ بلغہ ان علیا یقول تعتد اخر الاجلین۔ فقال من شاء لاعنتہ ان الآیۃ التی نزلت فی

سورة النساء القصریٰ نزلت بعد سورة البقرة ۔جناب ابن مسعود کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کہتے ہیں وہ عورت دونوں مدتوں سے آخری عدہ کو رکھیگی ۔پھر حضرتؓ نے کہا کہ جو شخص چاہے اُس سے میں لعنت کا مباہلہ کرنے کو طیار ہوں کہ وہ آیت جو سورہ نساء میں نازل ہوئی وہ سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی (در منثور جلد ۶ صفحہ ۲۳۵) (۱۸) عن ابن عباس قال اول ما نزل من القرآن بمکة اقرأ باسم ربک الذی خلق
جناب ابن عباس فرماتے تھے کہ قرآن کی پہلی سورہ جو مکہ میں نازل ہوئی سورہ اقراء ہے
عن ابی موسےٰ الاشعری قال کانت اقرأ باسم ربک اول سورة نزلت علےٰ محمد ۔ جناب ابو موسےٰ اشعری کہتے تھے کہ سورہ اقرأ ہی سب سے پہلے حضرت محمدؐ پر نازل ہوئی ۔ محمد بن عباد انه سمع بعض علمائهم یقول کان اول ما انزل الله علےٰ نبیه اقرأ باسم ربک الی مالم یعلم فقالوا هذا صدرها الذی انزل یوم حراء ۔ ثم انزل الله آخرها بعد ذلک ما شاء الله ۔ محمد بن عباد کہتے تھے کہ انھوں نے علماء سے سنا کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ پر سب سے پہلے قرآن کی جو سورة نازل کی اقرأ باسم ربک مالم یعلم تک تھی ۔ لوگوں نے کہا یہ اس سورہ کا ابتدائی حصہ ہے جو حضرتؐ پر حراء کے روز نازل ہوئی تھی ۔ پھر خدا نے اس کے بعد اس کے آخر کا حصہ جب چاہا نازل کیا
عن عائشة قالت اول ما نزل من القرآن اقراء باسم ربک الذی خلق ۔حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ قرآن کی سب سے پہلی سورہ اقراء ہی نازل ہوئی ہے (در منثور جلد ۶ ص ۳۶۸)

اب تک اہلسنت قرآن مجید میں تحریف کرتی ہیں

مولوی صاحب ۔ اب اس بحث کو ابھی بند کرو ۔ تم نے بہت انبار لگا دیا ۔

ہدایت خاتون ۔ اگر تم مذاق نہیں سمجھو تو میں ایک اور بات کہوں ۔ مگر ہے وہ بڑے ہی مزے کی ۔ تم بھی کیا یاد کرو گے ۔ شاید اس سے پہلے سُنی بھی نہ ہو ۔

مولوی صاحب ۔ تم ہنس کر زہر کی بجھائی ہوئی تلوار لگاتی جا رہی ہو ۔ مذاق میں کیوں سمجھوں گا ۔ تمہاری باتیں بس میٹھی چھری ہیں ۔

ہدایت خاتون ۔ اچھا ذرہ محلہ کے کسی گھر سے مجھے عم پارہ منگا دو تو اس بات کو کہوں کوئی گھبرانے کی بات نہیں مگر دلچسپ ضرور ہے ۔

مولوی صاحب ۔ لو! اب پھر پاگل پنے کی باتیں کرنے لگیں ۔ ابھی عم پارہ کیا

کروگی؟ جب اللہ کے فضل سے تمہاری گود آباد ہوگی اور چاند سا بیٹا چار پانچ برس تک کھلاوگی اوس وقت قاعدہ بغدادی بھی منگادوں گا اور پارہ عم بھی۔ بلکہ میں خود ہی اس کو پڑھاؤں گا۔ ابھی تم کو خود پڑھنا ہی نہیں ہے۔ اور نہ مجھے پڑھنا ہے۔ پھر اِس وقت عم پارہ کی کیا سوجھ گئی۔

ہدایت خاتون۔ نہیں میں وہی اب تم کو پڑھاؤں گی۔ اور تم کو اسے ضرور پڑھنا ہوگا۔ پھر سے پڑھو تو معرفت کے دروازے کھل جائیں۔

مولوی صاحب۔ اس بحث میں برابر ہارتے جانے کی یہ سزا تو تم نے میرے لئے اچھی سوچی کہ اب تم مجھ کو شروع سے پڑھانا چاہتی ہو۔ تو قاعدہ بغدادی کیوں نہیں مانگتیں؟ تمہاری ایسی قابل فخر بیوی سے الف ب پڑھتے ہوئے بھی مجھے شرم نہیں آئیگی اور تمہاری خاطر تو مجھے ہر طرح منظور ہی ہے۔ اچھا آج کسی کو بھیجکر قاعدہ بغدادی منگا لیتا ہوں۔ کل سے شروع کرا دینا۔ میں تم سے پڑھوں گا۔ مگر یہ بتا دو کہ شروع کرائی شیرینی کتنی لوگی؟

ہدایت خاتون۔ بس رہنے دو۔ تم مجھے کیا شیرینی کھلاؤ گے؟ جو چیز مجھے شیریں ہے اوس کا تو کبھی نام بھی نہیں لیتے۔ تمہاری شیرینی سے میں باز آئی۔

مولوی صاحب۔ (گھبراکر)۔ ارے۔ وہ کون سی شیرینی ہے جو میں نے تمہیں نہیں کھلائی؟ حیدرآباد میں رنگ برنگ کی شیرینیاں بنتی ہیں اور برابر میرے لئے بڑے بڑے لوگوں کے ہاں سے بطور تحفہ آتی رہتی ہیں۔ پھر وہ کون سی انوکھی شیرینی ہے جو اب تک تم نے یہاں کھائی ہی نہیں؟ جلد بتاؤ میں ضرور کھلاؤں گا۔ اگر لکھنؤ یا دہلی میں بنتی ہوگی تو وہیں سے منگا کر کھلادوں گا۔ یا ترکیب معلوم ہوگی تو یہیں بنوادوں گا۔ سنوں بھی تو۔

ہدایت خاتون۔ یہ سب تمہاری باتیں ہیں۔ جب میں اس شیرینی کا نام بتاؤنگی تو بھاگ نکلو گے۔ منگانے اور بنوانے کا کیا ذکر ہے۔

مولوی صاحب۔ واہ تم نے مجھے کیا سمجھا ہے۔ علمی باتوں میں تم نے اب تک مجھے دبا دیا اور مذہبی بحث میں اب تک تم سے میں ہارتا رہا تو کیا تمہاری راحت رسانی میں بھی عاجز رہوں گا؟ یا کسی شکایت کا موقع آج تک آپ نے دیا ہے؟

ہدایت خاتون۔ نہیں اِس سے کون انکار کرتا ہے۔ عورت کی خوبی یہ ہے کہ شوہر

چنا بھی کھلائے تو اُس کو بہترین نعمت سمجھے اور تین آنے گز کا کپڑا بھی پہنائے تو اُسے ریشم سے زیادہ قیمتی جانے۔ میں کھانے اور پہننے کی کوئی حقیقت ہی نہیں سمجھتی۔ بلکہ شیرینی کھانے سے میری غرض ہی اور ہے۔

مولوی صاحب۔ سچ سچ بتاؤ۔ کون سی شیرینی چاہتی ہو۔ میں کعبہ شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہی تم کو کھلاؤں گا۔ اور قرآن شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح اور جہاں سے بھی ہوگا میں اُس کا انتظام کروں گا۔ تم کو میرے سر کی قسم جلد بتاؤ۔ اس وقت تم سے بہت ہی شرمندہ ہو رہا ہوں۔

ہدایت خاتون۔ میری شیرینی تو یہ ہے کہ جب اس وقت تک کی بحثوں سے تم کو خود اپنے مذہب کا غلط اور مذہب شیعہ کا حق ہونا واضح ہو گیا تو اب دیر نہ کرو۔ جلد اس مذہب کو اختیار کر لو۔ تاکہ جنت کا پروانہ ملنے میں دیر نہ ہو۔

مولوی صاحب۔ واہ۔ آپ اس فکر میں ہیں اور میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ تم کو ہی اپنے مذہب میں کھینچ لاؤں۔ اگرچہ اب تک ہر مسئلہ میں تم ہی کو کامیابی ہوتی رہی۔ مگر ابھی بہت سے مسئلے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگی تو میں ضرور تم کو صراط مستقیم دکھا دوں گا۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ عم پارہ کس مطلب سے مانگتی ہو۔ اس وقت تم نے عجیب فرمائش کر دی جس سے میں پریشان بھی ہو رہا ہوں۔ اور مجھے سخت حیرت بھی ہو رہی ہے۔ یہ دفعتہً کیا سوجھ گئی؟ خدا خیر کرے۔

ہدایت خاتون۔ بغل ہی میں تو سیٹھ صاحب کا مکان ہے ان کے لڑکے عم پارہ پڑھتے ہیں۔ کریم کو بھیج کر چند منٹ کے لئے منگا لو۔ مطلب معلوم ہو جاتا ہے۔

مولوی صاحب۔ (نے کریم خدمت گار کو بھیجکر عم پارہ منگا لیا اور لئے ہوئے اندر پہونچے۔ پھر کہا)۔ لیجئے۔ مولوی صاحب! بلکہ میرے استاد معظم صاحب! مجھے سبق دید یجئے۔ عم پارہ حاضر ہے۔

ہدایت خاتون۔ پہلے یہ بتاؤ یہ کون کتاب ہے۔ اور کس کی لکھی ہوئی ہے۔

مولوی صاحب۔ پھر وہی وقت ضایع کرنے والی باتیں۔ عم پارہ ہے خدا کا کلام ہے۔ اور کیا ہے۔ کیسی بھولی بنی جاتی ہیں۔

ہدایت خاتون۔ تو کیا خدا نے اس زمانہ میں دو کتابیں نازل کیں۔ ایک قرآن مجید

اور دوسری یہی عم پارہ۔
مولوی صاحب۔ لاحول ولا قوۃ۔ کیا دماغ خراب کرنے لگتی ہو۔ اس کو دو کتاب کون کہتا ہے۔ اس قرآن شریف کے آخری پارہ کا نام پارہ عم ہے۔ اُسی کو علیحدہ چھاپ دیا کہ لڑکے اور لڑکیاں پڑھ سکیں۔
ہدایت خاتون۔ ہاں؟ بہت خوب۔ اب ذرہ قرآن مجید ہاتھ میں لے لو اور بتاتے چلو۔ پارہ۔ ۳۰ کی پہلی سورۃ کا نام کیا ہے۔
مولوی صاحب۔ عم یتساءلون۔
ہدایت خاتون۔ اب پارہ عم دیکھکر بتاؤ کہ اسمیں پہلے کون سورۃ لکھی ہے۔
مولوی صاحب۔ اس میں تو پہلے سورہ الحمد ہے۔
ہدایت خاتون۔ اور قرآن مجید میں سورہ الحمد کس پارے میں ہے۔
مولوی صاحب۔ قرآن شریف میں تو سورہ الحمد پہلے پارے میں ہے۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔
ہدایت خاتون۔ ابھی تم نے کہا کہ پارہ عم قرآن مجید ہی کا تیسواں پارہ ہے۔ اسی کو علیحدہ چھاپ دیا کہ لڑکے پڑھ سکیں۔ تو اتنا بڑا فرق کیسے ہوگیا کہ قرآن مجید کی وہ سورہ جو پہلے پارے کے شروع میں ہے وہ عم پارہ کے شروع میں آگئی۔
مولوی صاحب۔ یہ تو تم نے عجیب سوال کیا۔ آج تک میرا دماغ اس طرف گیا ہی نہیں تھا۔ واقعاً پہلے پارہ کی سورہ الحمد تیسویں پارے کے شروع میں لکھ دی جاتی ہے۔
ہدایت خاتون۔ اور آگے چلو۔ عم پارہ میں سورہ الحمد کے بعد کون سورہ ہے۔
مولوی صاحب۔ قل اعوذ برب الناس ہے۔ بات یہ ہے کہ پارہ عم میں کل سورتوں کو اُلٹ کر لکھتے ہیں۔ اس طرح کہ قرآن مجید میں جو سورۃ سب سے آخر میں ہے اوس کو عم پارہ کے شروع میں لکھتے ہیں۔ پھر اوس سے پہلے جو سورۃ ہے اوسکو دوسرے نمبر پر لکھتے ہیں۔ پھر اوس سے پہلے جو سورۃ ہے اوس کو تیسرے نمبر پر لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کے پارہ عم میں جو سورۃ سب سے پہلے ہے وہ

پارہ عم میں سب سے آخر میں لکھی جاتی ہے۔

ہدایت خاتون۔ یہ تو عجیب تماشہ ہے کہ وہی قرآن مجید جب پورا لکھا جاتا ہے تو اسکی سورۃ عم تیسویں پارے کے شروع میں لکھی جاتی ہے۔ اور اسی قرآن مجید کا صرف تیسواں پارہ لکھا جاتا ہے تو اس کی سورۃ عم سب کے آخر میں کردی جاتی ہے۔ ایک ہی چیز کبھی سب سے اونچی رکھی جاتی ہے اور کبھی سب سے نیچی۔ یہ کون اصول ہے؟ دنیا میں کسی اور کتاب میں بھی ایسی تحریف کبھی کی جاتی ہے۔ جیسی تم لوگ قرآن مجید میں اس طرح ہر وقت کرتے رہتے ہو۔

مولوی صاحب۔ لڑکوں کے پڑھانے کے لئے یہ ترکیب نکال لی گئی ہے۔ اس پر کیوں زور دیتی ہو۔ یہ تو بالکل معمولی بات ہے اس سے بگڑتا کیا ہے۔

ہدایت خاتون۔ تو یہ ترکیب تحریف کہی جائیگی یا نہیں؟ اگر مانتے ہو کہ تحریف ہے تو خیر۔ نہیں مانتے تو بتلاؤ کیوں۔

مولوی صاحب۔ یہ تو لڑکوں کی سہولت کے لئے کیا جاتا ہے کہ ان کو چھوٹی سورتوں کا پہلے پڑھنا آسان ہوگا۔

ہدایت خاتون۔ ہر کام کسی نہ کسی غرض ہی سے کیا جاتا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ اس فائدے کے لئے یہ تغیر اختیار کیا گیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ تحریف ہے یا نہیں کہ وہی پارہ عم جب پورے قرآن مجید میں چھپتا یا لکھا جاتا ہے تو سیدھا رہتا ہے اور جب اس سے الگ کر کے لکھا جاتا ہے تو بالکل اولٹا۔ سر کی جگہ پاؤں اور پاؤں کی جگہ سر کردیا جاتا ہے۔ اگر خدا قرآن مجید کی حفاظت از تحریف کا وعدہ بھی کئے ہوتا تو آج تک ایسی نمایاں تحریف کیوں ہونے دیتا۔ دیکھنے میں یہ بات بالکل ہلکی ہے مگر تم لوگوں کا دعوے باطل کرنے کے لئے بہت قوی ہے کہ ایک ہی چیز دو لباس میں ہو جانے سے بالکل ایک دوسرے کی ضد ہو گئی۔

مولوی صاحب۔ انصاف یہ ہے کہ یہ نکتہ تم نے ہم لوگوں کے پریشان کرنے کے لئے بہت زبردست نکالا اور لطف یہ ہے کہ آج تک ہم لوگوں کا ذہن اس طرف گیا ہی نہیں۔ بڑی خیریت ہے کہ مخالفین اسلام خصوصاً عیسائیوں اور آریوں کو اس بات کا خیال نہیں ہوا۔ ورنہ وہ لوگ اس وجہ سے ادھم مچاتے کہ ہم لوگوں کی زندگی ہی تلخ ہو جاتی۔

فرار ایڈیٹر النجم — مولوی عبد الشکور صاحب ایڈیٹر اخبار النجم و اخبار آفتاب لکھنؤ کا جناب مولانا علی حیدر صاحب قبلہ مدیر رسالہ اصلاح سے مناظرہ کے لئے آنا اور بغیر مناظرہ کئے شرمناک فرار اختیار کرنا قابل دید ہے۔ قیمت ۴ر

فتح مبین — اس رسالہ میں بھی ایڈیٹر النجم مذکور کے مناظرہ سے فرار کرنے اور ضلع سارن کے مشہور عالم اہلسنت مولوی حکیم فتح محمد صاحب کے شیعہ ہو جانے کا دلچسپ تذکرہ ہے۔ قیمت ۴ر

فتح الرحمان — ایڈیٹر النجم کا دوبارہ مولانا ممدوح سے مناظرہ کی ہمت کرنا اور فرار کرنا۔ قیمت ۴ر

فتح القدیر — ایڈیٹر النجم نے بمبئی میں جا کر شیعوں سے جو مناظرہ کیا اس پر مفصل تبصرہ قابل دید ہے قیمت ۳ر

قول کریم — ایک سنی عالم کا ایڈیٹر النجم پر اعتراض کہ خود اہلسنت کی کتابیں تحریف قرآن کے مضامین سے بھری ہیں پھر تم کیوں شیعوں پر اعتراض کرتے ہو۔ قابل دید ذخیرہ۔ جس میں پوری تحقیق و جامعیت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ اہلسنت تحریف قرآن کے قائل ہیں اور انکی کتابوں سے قرآن کی تحریف اس طرح واضح ہے کہ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ آج تک ایڈیٹر النجم سے بھی اس کا جواب نہیں ہو سکا۔

معراج شہادۃ — شہادۃ امام حسینؑ کے متعلق خان بہادر سید خیرات احمد صاحب وکیل گیا مصنف کتاب "نور ایمان" کا زبردست رسالہ بہت دلچسپ مفید اور بصیرت افروز ہے۔ قیمت ۲ر

مشعل ہدایت — جناب حاجی سید اظہار حسین صاحب بی اے مجسٹریٹ پنشنر پھلواری کی مشہور اور زبردست تحقیقی کتاب جس میں دکھایا ہے کہ خدا نے اپنے کلام پاک میں رسولؐ اور انکے آل و اصحاب کے لئے کیا فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید سے آل اطہار کا کیا پایہ ثابت ہے اور اصحاب کس مرتبہ پر فائز ہیں۔ اور ان تمام حقائق کی موجودگی میں امت کو کس کی پیروی اور کس حد تک فرض ہے۔ غرض بہت ہی قابل قدر کتاب ہے بحیثیت مجسٹریٹ آپ نے سنی شیعہ کے اختلافات کا فیصلہ بھی کمال انصاف سے کیا ہے۔ حجم ۱۲۴ صفحہ قیمت صرف ۸ر

وضوء میں پاؤں پر مسح کرنا — فرقہ اہلقرآن نے جو پنجاب میں پیدا ہوا ہے قرآن مجید سے دکھانا چاہا تھا کہ وضوء میں پاؤں دھونے کا حکم ہے۔ اسکے جواب میں دفتر اصلاح سے امتحان اہلقرآن و قول فیصل شائع کر کے ثابت کر دیا گیا کہ قرآن مجید وضوء میں پاؤں پر مسح کرنے ہی کا حکم دیتا ہے۔ اس تحقیق سے یہ رسالے لکھے گئے کہ اہل قرآن کو بھی ماننا پڑا۔ قیمت ۴ر

اسلامی خدا — توحید خدا کو آیات قرآن مجید سے بہت مفصل اور جامعیت سے ثابت کر کے واضح کر دیا ہے کہ جس طرح اسلام خدا کی توحید سکھاتا ہے دنیا کا کوئی فرقہ نہیں سکھا سکتا۔ قیمت ۴ر

آل و اصحاب — اس رسالہ میں دکھایا ہے کہ اہلبیت طاہرینؑ کے ساتھ صحابہ رسولؐ کا سلوک کیسا تھا۔ ان لوگوں نے امانت رسولؐ کے ساتھ کس درجہ بے رخی کی۔ واقعہ کربلا کے وقت کتنے صحابہ موجود تھے مگر انہوں نے ادھر ذرہ برابر توجہ نہیں کی۔ حالانکہ وہ مدد کرتے تو امام مظلوم شہید نہ ہوتے۔ نہایت مفید اسلامی تاریخی تحقیقات کا ذخیرہ ہے۔ قیمت ۱۲ر

جریدۂ مبارکہ

اصلاح

تاریخ اجراء ۱۵ شعبان ۱۳۱۵ ہجری

ماہ جمادی الاخریٰ و رجب ۱۳۵۹ ہجری

جلد ۴۴ نمبر ۶ و ۷

مدیر

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم

مقام اشاعت

کھجوا (صوبہ بہار)

چندہ سالانہ خاص ہمدردوں کا پانچ روپیہ
مع محصول ڈاک

چندہ سالانہ عام خریداروں سے تین روپیہ
بیرون ہند سے پانچ روپیہ

دلچسپ ناول جوہر قرآن کی طرح	جوہر قرآن، سوانح عمری خلیفۂ دوم کی قیمت میں زبردست رعایت

"تحفۂ بخاری" نام کا ایک اور بہت دلچسپ، مفید اور محققانہ ناول بھی رسالہ اصلاح کے ساتھ انشاء اللہ جلد از جلد شروع کیا جائیگا جس میں دکھایا جائیگا کہ خود اہلسنت کی مشہور کتاب صحیح بخاری میں بھی جس کو قرآن مجید کے برابر سمجھا جاتا ہے مہملات و مضحکات کا کس قدر انبار لگا ہوا ہے اور عقل و قرآن مجید کے خلاف کس کثرت سے حدیثیں بھری ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ مذہب شیعہ کے موافق بھی کتنا زبردست ذخیرہ موجود ہے۔ جس سے ہر انصاف پسند شخص آسانی سے تسلیم کرلیگا کہ اسلام میں مذہب شیعہ ہی حق ہے اس کے مقابلہ میں دوسرے فرقے اپنے کو حق نہیں ثابت کر سکتے۔ اس جدید کتاب کی وجہ سے رسالہ کے صفحات میں اضافہ کرنا پڑیگا جس کے کاغذ کا جلد از جلد انتظام کرنے کے لئے ۳۰ ذی الحجہ ۵۹ھ تک رسالہ اصلاح کے جدید خریداروں کو کتاب تاریخ ائمہ بجائے [illegible] کے [illegible] میں دلچسپ ناول جوہر قرآن ۵۱۶ صفحہ بجائے [illegible] کے [illegible] میں۔ اور سوانح عمری خلیفہ دوم کا پہلا حصہ ۲۷۶ صفحہ بجائے [illegible] کے صرف [illegible] میں دیا جائیگا جلد طلب کر لیجئے ورنہ طبع ثانی کے انتظار کی سخت زحمت ہوگی

سوانح عمری حضرت خلیفۂ دوم حصہ اولیٰ | یہ کتاب بھی ۲۷۶ صفحہ پر دفتر اصلاح کھجوا سے شائع ہوگئی ہے جو شیعوں کا عظیم الشان علمی اور اسلامی کارنامہ ہے۔ جب سے مشہور علامہ شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے خلیفہ دوم حضرت عمر کی مشہور سوانح عمری "الفاروق" شائع کی مذہب شیعہ پر اس سے بڑا حملہ ہو رہا تھا اور شیعوں کے خیالات پر اس کا نہایت مضر اثر پڑنے لگا تھا۔ خاص کر تعلیم یافتہ شیعہ بھی ان کو بڑا مدبر سیاست داں، پرمغز، صائب الرائے، ہمدرد اسلام، بہی خواہ مسلمین حیرت انگیز حکمران اور قابل فخر اسلامی ہیرو سمجھنے لگے تھے۔ اسی وجہ سے انصاف پسند مسلمانوں میں بڑی بے چینی تھی کہ کسی طرح حضرت عمر کی ایسی سچی اور تحقیقی سوانح عمری بھی لکھی جاتی جس سے آپ کے اصلی حالات اور صحیح واقعات زندگی معتبر کتابوں سے واضح ہو جاتے۔ اور "الفاروق" کا زہریلا اثر مٹ جاتا۔ الحمدللہ کہ یہ دیرینہ آرزو برآئی اور ادارہ اصلاح سے حضرت ممدوح کی ایسی ہی سوانح عمری کا پہلا حصہ ۲۷۶ صفحہ میں شائع ہو گیا۔ جس میں حضرت ممدوح کے فضائل کی کل حدیثوں پر تبصرہ کر کے ان کا موضوع ہونا ثابت کر دیا گیا۔ اور پھر آپ کی پیدائش سے ہجرت مدینہ تک کے مفصل حالات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس سوانح عمری نے مسلمانوں کو محو حیرت کر دیا ہے۔ قیمت صرف [illegible] جلد منگا لیجئے تاکہ دوسرے حصہ کے ساتھ پہلے حصہ کے ملاحظہ کا لطف بھی حاصل ہو۔

جوہر قرآن | نہایت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ کس طرح حیدرآباد دکن میں ایک تعلیم یافتہ نہایت تیز شیعہ لڑکی کی شادی ایک زبردست محقق و علامۂ اہلسنت سے ہو گئی جس کے بعد سنی مولانا صاحب نے

(بقیہ ٹائٹل صفحہ ۳ پر دیکھئے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح

نمبر ۶ و ۷ | ماہ جمادی الاخریٰ و رجب ۱۳۵۹ھ | جلد ۴۴

حضرت عمرؓ کو روحانی توجہ

[illegible] (سنی وکیل) جناب حکیم صاحب السلام علیکم [illegible]

حکیم صاحب۔ [illegible] جناب وکیل صاحب وعلیکم السلام آپ کا [illegible] آگرہ۔

وکیل صاحب۔ [illegible] کا شکر ہے۔ آپ نے جو [illegible] [illegible] فرمائی [illegible]

[illegible] زیادہ [illegible] کی ضرورت ہے کسی وقت زحمت [illegible] [illegible] کا [illegible]

حکیم صاحب۔ [illegible]

وکیل صاحب۔ [illegible] آپ کی [illegible]

تشریف لائے۔ [illegible] علاج [illegible] [illegible]

حکیم صاحب۔ [illegible] صبح [illegible] دیکھئے گا [illegible]

کوئی چیز استعمال نہ کریں گی۔ مجھ سے [illegible]

وکیل صاحب۔ بہت خوب [illegible] آپ کے سامنے یہ کون پرچہ رکھا ہوا ہے۔

حکیم صاحب۔ وہی رسالہ اصلاح ہے جس کے متعلق آپ سے ذکر ہو چکا تھا۔

وکیل صاحب۔ ہاں ہاں سمجھ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ [illegible]

اس نے شروع کی تھی وہ پوری ہو گئی کتنے صفحوں پر تمام ہوئی ہے [illegible]

حکیم صاحب۔ اس نے تبرائی سوانح عمری تو شروع نہیں کی تھی۔ البتہ تحقیقی اور اصلی مگر

نہایت مہذب سوانح عمری لکھ رہا ہے۔ [illegible]

وکیل صاحب۔ (زور سے قہقہہ لگا کر) واللہ تحقیقی اور اصلی سوانح عمری [illegible]

کیا دنیا میں کوئی رافضی (معاف کیجئے گا غلطی سے یہ لفظ نکل گیا) میرا مطلب یہ ہے کہ کوئی شیعہ صاحب
حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی تحقیقی اور اصلی سوانح عمری لکھ سکتے ہیں؟ آپ کی یا کسی کی عقل
میں یہ بات آسکتی ہے۔ آپ کے سامنے اس سے زیادہ کیا کہوں۔ کہ تہذیب منع کرتی ہے۔

حکیم صاحب۔ اگر کوئی شیعہ ایسی سوانح عمری لکھے جس کا ہر حرف صرف اپنے دماغ سے
نکالا ہو۔ یا محض اپنے اعتقاد کے مطابق مضامین اس میں بھر دیئے ہوں۔ یا صرف اپنے مذہب
کی کتابوں سے عبارتیں لے لے کر اس میں درج کیا ہو۔ یا صرف جاہلوں میں اپنے خیالات
پھیلانے کے لئے اس کی اشاعت کی ہو۔ تب یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ معلوم نہیں یہ سوانح عمری
کیسی ہوگی۔ اور کس قسم کی باتیں اس میں جمع کی گئی ہوں گی۔ وہ صرف مذہبی تعصب کا نمونہ ہوگی
یا ذاتی اعتقادات کا فوٹو۔ یا قابل دید ہیں۔ لیکن اگر کوئی شیعہ آپ لوگوں کی ہی معتبر کتب تاریخ و حدیث
و تفسیر و رجال سے حضرت عمر [illegible] کے حالات جمع کر کے مہذب عبارت میں کوئی سوانح عمری
لکھے تو وہ تحقیقی [illegible] تہذیب [illegible] ہو سکتی۔ اور اس کو تبرائی کا لقب کیوں دیا جائے گا۔

وکیل صاحب۔ [illegible] یہ بات رہ گئی۔ آپ نے پہلے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ آپ کے ہاں حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری بھی چھپ رہی ہے۔ تو وہ پوری ہو گئی یا نہیں۔ مجھے بھی دکھلائیے۔

حکیم صاحب۔ [illegible] پہلا حصہ تو سال گذشتہ شائع ہو چکا ہے۔ البتہ دوسرا حصہ اس سال
چھپ رہا ہے۔ اور [illegible] ختم نہیں ہوا۔ [illegible] امید ہے کہ انشاء اللہ جلد مکمل شائع ہو جائے گا

وکیل صاحب۔ آپ نے تو فرمایا تھا کہ دوسرا حصہ بھی اسی سال سنہ ۵۹ ہجری کے
ذی الحجہ میں [illegible] ہو جائے گا۔ [illegible] میں کیا دیر ہے۔

حکیم صاحب۔ ابھی [illegible] سال کا آیا ہے اس میں یہ سوانح عمری ۱۷۶ صفحے تک پہنچ گئی ہے

وکیل صاحب۔ کیا خوب۔ سال ختم ہو رہا ہے اور ابھی صرف ۱۷۶ صفحے شائع ہوئے۔

حکیم صاحب۔ ہاں کوشش ہو رہی ہے کہ [illegible] ۳۰۶ صفحے بھی جلد از جلد شائع ہو جائیں
[illegible] تحقیقات کی جو کتابیں ہوتی ہیں ان میں تعجیل مناسب
نہیں [illegible] کی قوت اور معلومات کی کثرت پر نظر رکھنی چاہئے۔
کتاب [illegible] کرنی چاہئے لیکن جلدی کر کے کتاب میں بھرتی کے
[illegible] یا ادبی کتابیں ہوں تو ان میں زیادہ وقت

نہیں صرف ہوگا لیکن تاریخی معلومات اور استدلالی تحقیقات کی کتابوں میں زیادہ وقت صرف ہونا
اور قدم قدم پر قلم کا رک جانا ضروری ہے۔ ایک ایک جملے کے لئے رات رات بھر دماغ پر زور دینا پڑتا ہے

وکیل صاحب۔ جناب حکیم صاحب آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ کیا دنیا میں یہی ایک سوانح عمری
لکھی گئی ہے یا اور علمائے فریقین نے بھی سوانح عمریاں لکھی ہیں؟ پھر ان لوگوں نے یہ سب عذر کیوں
نہیں کئے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس تبرائی سوانح عمری کے لکھنے والے
پر عالم ارواح سے ایسا خاردار درہ (کوڑا) لگایا کہ ان پر مصائب و آلام کی بوچھار ہو گئی۔ یہ رسالہ
اصلاح کے مدیر صاحب حضرت کے ساتھ ایسی بے ادبی کرتے نہ ایسی سزا پاتے۔ پہلے تو یہی رسالہ
اصلاح جلد جلد شائع ہوتا تھا مگر اس دفعہ چار پانچ مہینے تک کیوں بند پڑا رہا۔ اس کی وجہ
اس کے سوائے کچھ ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی توہینی سوانح عمری سے
صدمہ پہونچا۔ اور انھوں نے ایسا روحانی کوڑا لگایا کہ اصلاح رسالہ کی زندگی ہی خطرہ میں پڑ گئی۔

حکیم صاحب۔ ہاں حضرت عمر کے درۂ خاردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ [illegible] حضرت
رسول خدا صلعم کی [illegible] پر بھی لگایا تھا۔ پھر اگر ان مقدس [illegible] پر بھی لگایا جائے تو تعجب
کی کیا بات ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ حضرت عمر نے خاص [illegible] حضرات نے ممدوح کی سوانح عمری لکھی
تو وہ کیوں اس سے زیادہ دقتوں میں مبتلا ہوئے۔ [illegible] کیوں [illegible] تبلیغ پر تیار ہے

وکیل صاحب۔ اس سے آپ کا منشاء ان لوگوں کی [illegible] ہے [illegible] فریقین

حکیم صاحب۔ خود حضرت عمر کے مرید اعظم شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی بھی تو اپنی [illegible]
کا رونا رو چکے ہیں۔ دیکھئے میں ان کی سوانح عمری کی [illegible] نقل کرتا ہوں۔ [illegible]
[illegible] میں یہ بھی موجود ہے (پھر آگے [illegible] الفاروق [illegible]) [illegible]
سوء اتفاق یہ کہ مجھ کو الفاروق کی طرف سے بے دلی کے بعض اسباب پیدا ہو گئے تھے
میں نے اس تصنیف سے گویا ہاتھ روک لیا تھا۔ لیکن ملک کی طرف سے تقاضے [illegible]
رہ رہ کر اس قدر بلند ہوتی تھیں کہ میں مجبوراً قلم ہاتھ سے رکھ رکھ کر اٹھا لیتا تھا۔
۱۸ اگست ۱۸۹۴ء کو میں نے ایک قطعی فیصلہ کر لیا اور مستقل اور مسلسل طریقے پر اس کو شروع
کیا۔ ملازمت کے فرائض اور اتفاقی موانع وقتاً فوقتاً سد راہ ہوتے رہتے تھے [illegible]
دفعہ کئی کئی مہینے کا ناغہ پیش آ گیا لیکن چونکہ کام کا سلسلہ مطلقاً بند نہیں ہوا [illegible]

یہاں تک کہ آج پورے چار برس کے بعد یہ منزل طے ہوئی اور قلم کے مسافر نے کچھ دنوں کے لئے آرام لیا۔" (الفاروق جلد ا ص۲) آپ انصاف کریں کہ جب مولوی شبلی صاحب صرف اپنی کتابوں سے حضرت عمر کے فضائل و کمالات لکھنے میں اتنی دقتیں اٹھائیں اور بار بار اس کتاب کے لکھنے سے اُن کا جی چھوٹا جاتا ہو اور اتفاقی موانع سے محفوظ نہ رہ سکیں تو رسالہ اصلاح کی سوانح عمری کے مصنفوں زمانہ کے مکروہات اور تصنیف کی دقتوں سے کیونکر بچ سکتے ہیں درصورتیکہ ان کو مولوی شبلی صاحب کی چالاکیوں کی پردہ دری بھی خود انھیں کی کتابوں سے کرنی پڑتی ہو۔

وکیل صاحب۔ آپ نے تو اس وقت الفاروق کی عبارت پیش کرکے اپنا کام خوب نکال لیا۔

حکیم صاحب۔ یہ بھی دیکھئے کہ مولوی شبلی صاحب اپنے ہم مذہب لوگوں ہی کی کتابوں سے حضرت عمر کے صرف فضائل لکھنے میں مشغول ہوئے تو ان کے چار برس صرف ہو گئے۔ برخلاف اس کے رسالہ اصلاح کی سوانح عمری محرم ۱۳۳۰ھ سے شروع کی گئی اور ابھی تین برس بھی پورے نہیں ہوئے کہ خدا کے فضل سے اس کا پہلا حصہ شائع ہو گیا۔ دوسرا حصہ بھی نصف کے قریب پہنچ گیا اور بقیہ کی بھی کوشش ہو رہی ہے کہ جلد از جلد مکمل ہو جائے۔ اب میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سے پوچھوں اگر دفتر اصلاح کی سوانح عمری حضرت عمر کے روحانی کوڑے کی وجہ سے رک گئی تھی تو حضرت عمر نے اپنی روحانی کرامات سے جناب مولوی شبلی صاحب کی اتنی مدد بھی کیوں نہ کردی کہ الفاروق بجائے چار سال کے تین سال ہی میں پوری ہو جاتی۔ آپ گھبرائیں نہیں خدا کے فضل و کرم سے بہت جلد اس سوانح عمری کا دوسرا حصہ بھی مکمل ہو کر دنیا کے سامنے آتا ہے اُس وقت اہل بصیرت حضرات کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور کتاب الفاروق نے جس قدر نمائشی پردے ڈال رکھے ہیں وہ سب چاک چاک ہو جائیں گے۔ اور لوگ سمجھ سکیں گے کہ حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت عمر کے حالات میں کس قدر فرق تھا۔ اور آپ کا وجود اسلام کے لئے واقعاً مفید تھا یا کچھ اور۔ میری رائے ہے کہ اس وقت تک اس سوانح عمری کے جس قدر صفحے شائع ہو گئے ہیں پہلے ان سب کو آپ مجھ سے لیکر ملاحظہ فرما لیں اور ابھی سے حضرت کے واقعی حالات کو سمجھیں تاکہ باقی صفحے شائع ہونے کے بعد آپ ان کو دیکھیں تو حضرت عمر کی مکمل تصویر آپ کے سامنے کھڑی ہو جائے۔

وکیل صاحب۔ ابھی مجھے معاف رکھیں جب مکمل ہو جائے گی تو آپ سے لیکر دیکھنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ اور اطمینان رکھیں کہ میں انصاف ہی سے ایک ایک لفظ پڑھوں گا۔

(طبری جلد ۱ ص۱۶۷)۔ (۱۷) حضرت ایوبؑ نے بھی اپنی وفات کے قریب اپنے فرزند حومل کو اپنا وصی اور ولی عہد مقرر کیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۰۱) ان ایوبؑ اوصیٰ عند موتہ الیٰ ابنہ حومل حضرت ایوبؑ نے اپنے فرزند حومل کو مرتے وقت اپنا وصی مقرر کیا۔ (طبری جلد ۱ ص۱۶۷ و کامل جلد ۱ ص۴۳) (۱۸) ان بشرا اوصیٰ الیٰ ابنہ عبدان۔ خدا نے حضرت ایوبؑ کے بعد آپ کے فرزند بشر کو ان کا قائم مقام کیا۔ اور انھوں نے اپنے فرزند عبدان کو اپنا وصی مقرر کیا۔ (طبری جلد ۱ ص۱۶۸ و کامل جلد ۱ ص۴۴)۔ (۱۹) حضرت موسیٰؑ ہارون را طلب کردہ امامت و خلافت خود را بد و تفویض فرمود۔ حضرت موسیٰؑ نے جناب ہارون کو بلا کر اپنی امامت و خلافت کا عہدہ اُن کے سپرد کر دیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۱۲) فانطلق موسیٰؑ واستخلف ھارون علی بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ رخصت ہو گئے اور جناب ہارون کو قوم بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ (طبری جلد ۱ ص۲۱۵ و کامل جلد ۱ ص۶۵) (۲۰) مگر چونکہ جناب ہارون کا انتقال حضرت موسیٰؑ کے سامنے ہی ہو گیا تھا اس سبب سے پھر حضرت موسیٰؑ نے جناب یوشع بن نون کو اپنے انتقال سے پہلے اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۲۵)۔ (۲۱) ثم توفاہ اللہ فاستخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوفنا۔ پھر جناب یوشع کو خدا دنیا سے اُٹھانے لگا تو بنی اسرائیل پر کالب بن یوفنا کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے۔ (طبری جلد ۱ ص۲۳۶ و کامل جلد ۱ ص۸۰ و روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۳۳)۔ جناب کالب نے بھی اپنے فرزند یوساقوس کو خلافت سپرد کر کے دنیا سے انتقال کیا۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۳۵)۔ (۲۳) جناب الیاس پیغمبر نے بھی وحی خدا کے مطابق مرتے وقت اپنی خلافت الیسع کو سپرد کر دی۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۳۹)۔ (۲۳) سے بھی ثابت ہوا کہ سابق انبیا و مرسلین خدائی وحی نازل ہونے پر اپنا خلیفہ اُس شخص کو مقرر کر دیتے تھے جن سے تعلق وحی ہوتی تھی۔ (۲۴) جب جناب الیسع کو یقین ہو گیا کہ اب موت سے ان کی جان بری نہیں ہو سکتی تو ذی الکفل کو طلب کر کے خلافت ان کے حوالہ اور اپنی ریاست خدا کے سپرد کر دی۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۴۰)

(۲۵) ... فبعث اللہ بعدہ فی بنی اسرائیل ... شعیا ... بن اموص ... خدا نے جناب شعیا کے بعد بنی اسرائیل پر ... شعیا بن اموص کو خلیفہ مقرر کیا۔ (طبری جلد ۱ ص۲۸۹)

(۲۶) حضرت داؤدؑ نے بھی اپنے فرزند حضرت سلیمان کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا۔ (کامل جلد ۱ ص۲۹) فلما مات ورث سلیمانؑ ملکه وعلمه ونبوته وکان له تسعة عشر ولدا فورثه سلیمان دونهم۔ جب حضرت داؤدؑ نے انتقال کیا تو آپ کے فرزند حضرت سلیمان جناب داؤدؑ کی سلطنت اور علم اور نبوت کے وارث ہوئے۔ آپ کے ۱۹ فرزند تھے مگر وارث صرف حضرت سلیمانؑ ہوئے۔ (تاریخ کامل جلد ۱ ص۲۹) ؎۱

(۲۷) حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنا خلیفہ خود ہی مقرر فرمایا۔ ازجملہ وصایاے عیسیٰؑ آں بود کہ خدا مرا امر فرمودہ است کہ شمعون را بر شما خلیفہ گردانم و حواریاں خلافت وے قبول کردند۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی وصیتوں سے ایک یہ بھی تھی کہ خدا نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ شمعون کو تم لوگوں پر اپنا خلیفہ مقرر کروں۔ اور حواریوں نے ان کی خلافت قبول کرلی۔ (روضۃ الصفا جلد ۱ ص۱۸۱)۔

غرض حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک جس قدر انبیاء و مرسلین گذرے کسی کے متعلق بھی کسی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے اپنی امت کو یوں ہی چھوڑ دیا ہو اور بغیر اپنا خلیفہ مقرر کئے ہوئے دنیا سے چلے گئے ہوں۔ نہ کسی رسول یا نبی کے متعلق یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ اُن کی وفات پر اُن کی امت نے اپنی پنچائت یا اپنے انتخاب یا اجماع یا شورے سے کسی کو اپنا امام یا پیشوا اور اپنے رسول یا نبی کا خلیفہ مقرر

؎۱ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء خود بھی وارث ہوتے اور دوسروں کو بھی وارث کرتے تھے۔ ایسی صورت میں مشہور حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقة (ہم گروہ انبیاء نہ تو کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کسی کو اپنا وارث چھوڑتے ہیں بلکہ ہم لوگ جو چیزیں چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتی ہیں) کس طرح صحیح تسلیم کی جاسکتی ہے؟ تاریخ کامل کی مذکورۂ بالا عبارت ثابت کرتی ہے کہ گروہِ انبیاء خود بھی دوسروں کے وارث ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنا وارث چھوڑ جاتے ہیں۔ حضرت داؤدؑ پیغمبر تھے اور ان کے وارث حضرت سلیمانؑ ہوئے جو خود بھی پیغمبر تھے۔ اور اس پر ہر مسلمان کو یقین رکھنا چاہیئے کہ حضرت رسول خدا صلعم کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے تھے اور آپ کے دہنِ مبارک سے کوئی لفظ خلاف واقعہ نہیں نکل سکتا تھا۔ قرآن مجید سے بھی انبیاء کا وارث ہونا اور وارث چھوڑنا ثابت ہے۔ غرض یہ کل باتیں اس امر کی قطعی دلیلیں ہیں کہ حدیث نحن معاشر الانبیاء صحیح نہیں ہوسکتی۔ ۱۲

کیا ہو۔ اگر دنیا میں کوئی شخص بھی آدمیوں کے انتخاب یا تجویز سے کسی نبی کا خلیفہ ہو سکتا تو حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کسی ایک ہی پیغمبر کے متعلق یہ ثابت ہو جاتا کہ ان کی امت نے اپنے انتخاب سے ان کا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ مگر جب ایسا نہیں ہے اور قطعاً نہیں ہے۔ تمام کتب حدیث و تاریخ و سیرۃ و تفسیر اس سے خالی ہیں تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خاص حضرت رسولخدا صلعم کے متعلق یہ اصول کیوں ایجاد کیا گیا اور کس وجہ سے اس کو تسلیم کیا جائے؟ اگر سابق انبیاء کا اپنے خلفاء کو مقرر کرنا خدا کا فعل مانا جائے اور یقین کیا جائے کہ ان سب کو درحقیقت خدا نے مقرر کیا۔ اور ان پیغمبروں نے صرف ان کی خلافۃ کا اعلان کر دیا (جو ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور ہونا چاہئے) تو اس صورت میں خدا پر الزام عائد ہوتا ہے کہ جب اس نے حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کل انبیاء و مرسلین کے خلفاء کو خود مقرر کیا تھا تو حضرت رسولخدا صلعم کے بارے میں اس کے خلاف کیوں کیا؟ کیا حضرت رسولخدا صلعم نے خدا کا کوئی بھاری قصور کیا تھا جس کی سزا آپ کو اس طرح دی گئی؟ یا خدا اس امت ہی سے خفا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس نے اپنی اس شفقت کو اٹھا لیا؟ یا خدا کو ایسا کوئی شخص ملا ہی نہیں جس کو حضرتؐ کا خلیفہ تجویز کرتا؟ کیا سبب ہوا کہ اس نے آنحضرتؐ کا خلیفہ خود مقرر نہیں کیا یا اس نے حضرت رسولخدا صلعم سے آپ کے خلیفہ کا بھی کیوں اعلان نہیں کرایا؟ حالانکہ اس کے اصول بدلتے نہیں ہیں۔ اس نے صاف طور پر فرما دیا ہے۔ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ خدا کا یہی طریقہ اُن لوگوں کے بارے میں بھی رہا ہے جو تم سے پہلے گذر گئے ہیں۔ اور تم کو خدا کے طریقہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں مل سکتا۔ (سورہ احزاب ع۸)

دوسری جگہ فرماتا ہے فھل ینظرون الا سنۃ الاولین فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ یعنی یہ لوگ کیا اگلوں کے دستور اور طریقہ کا انتظار کر رہے ہیں؟ تو سمجھ رکھو کہ تمھیں خدا کے دستور اور طریقہ میں کبھی کوئی تغیر نہیں ملسکتا۔ اور نہ اُس کے دستور و طریقہ کو تم کبھی ٹلتا ہوا پاؤ گے۔ (سورہ فاطر رکوع ۵)۔ یہ بھی فرماتا ہے سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا یعنی یہ خدا کا وہ طریقہ و دستور ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور تم کبھی خدا کے طریقہ و دستور میں کوئی تغیر و تبدل نہیں پا سکتے۔ (سورہ فتح رکوع ۳)۔ جب اس قسم کی آیات سے ہم پر یہ امر اچھی طرح محقق ہو گیا کہ خدا کے

اصول میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اُس کی تدبیروں میں تغیر نہیں ہوتا۔ اُس کا دستور و طریقہ بدلا نہیں کرتا۔ اور سابق تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ خلافت کے بارے میں حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک خدا کا یہی دستور رہا ہے کہ اُن کے خلیفہ کا انتظام خدا ہی انکی زندگی میں کرتا اور اُن انبیاء و مرسلین سے اُن کے سامنے ہی اس کا اعلان کراتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ شاعر نے کہدیا ہے قبل تعیین وصی و وزیر هل تری خاب نبیٌ و هجر یعنی کیا تم نے کسی نبی کو بھی دیکھا ہے کہ اُس نے اپنا وصی اور وزیر مقرر کرنے کے پہلے دنیا سے انتقال کیا ہو؟ پھر حضرت رسولِ خداؐ کے بارے میں خدا کا یہ دستور کس طرح ٹوٹ سکتا ہے۔ اور آنحضرتؐ کے خلیفہ کے متعلق خدا اپنا یہ طریقہ کیوں چھوڑ دیتا؟ کیا اسکی وجہ سے وہ جھوٹا نہیں ثابت ہو گا کہ کہتا تو یہ ہے کہ اُس کے دستور میں تغیر نہیں ہوتا مگر رسولِ خدا کے خلیفہ کے متعلق اُس کے دستور میں تغیر ہو گیا۔ اور کیا اس کی وجہ سے اِس پر لِمَ تقولون ما لا تفعلون (تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جسکو کرتے نہیں) کا الزام نہیں قائم ہو گا کہ وہ کہتا تو یہ ہے کہ اُس کے دستور بدلا نہیں کرتے لیکن کرتا یہ ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کے خلیفہ کے بارے میں اُس نے خود ہی اپنا دستور بدل دیا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ سابق انبیاء و مرسلین کے خلفاء کو خدا نے نہیں مقرر کیا نہ اُس نے اپنے پیغمبروں سے اس کا اعلان کرایا بلکہ خود ان انبیاء و مرسلینؑ نے اپنا خلیفہ تجویز کر کے اپنی زندگی میں مقرر کر دیا اور اس کا اعلان کر دیا۔ تو اب حضرت رسولِ خدا صلعم سو، دِ الزام قرار پاتے ہیں کہ آپ نے اپنے اس ضروری فریضہ کو کیوں ترک کر دیا۔ اور جس دینی خدمت کو سابق انبیاء و مرسلین سے کسی نے بھی نہیں چھوڑا تھا۔ اُس سے حضرت ایسے رحمۃ للعالمین۔ سیّد الانبیاء والمرسلین نے کیوں روگردانی کی؟ حالانکہ خدا نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ۔ یعنی گذشتہ انبیاء و مرسلین وہ تھے جن کی اللہ نے ہدایت کر دی تھی اب اے پیغمبر ان ہی کے طریقہ کی پیروی تم بھی کرو۔ (پارہ ۷ سورۂ انعام رکوع ۱۰/۱۹)

اِن تمام وجوہ سے ماننا پڑے گا کہ حضرت رسولِ خدا صلعم کی خلافت کو بھی خدا یا رسولؐ نے مسلمانوں پر نہیں چھوڑا کہ وہ اپنے انتخاب یا پنچائت یا اجماع یا شورے سے جسکو چاہیں

رسول کا خلیفہ بنالیں۔ اور نہ خدا ہی نے آنحضرتؐ کے خلیفہ کا اعلان کرانے سے قبل اپنے رسول کو دنیا سے اٹھایا اور نہ آنحضرت صلعم نے اپنا خلیفہ مقرر کرنے کے پہلے دنیا سے انتقال کیا بلکہ سابق انبیاء و مرسلین کی طرح خدا نے آپ کے خلیفہ کو بھی آپ ہی کی زندگی ہی میں تجویز کر کے آپ سے اس کا اعلان کرا دیا۔ اور بار بار اس کی تاکید کراتا رہا۔ پھر آخر وقت تک مسلمانوں کو اس خلیفہ کی خلافت و ولایت کا مسئلہ یاد دلانے کے بعد اپنے رسول کو اپنی درگاہ میں بلا لیا۔ کل معتبر کتب تاریخ و تفسیر و حدیث ہمارے اس دعوے کی تصدیق کرتی ہیں۔ مثلاً علامہ طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب بعثت میں خدا کا یہ حکم نازل ہوا۔ انذر عشیرتک الاقربین اے رسول اپنے قرابت مندوں کو ڈراؤ۔ (پارہ ۱۹ سورہ شعراء رکوع $\frac{11}{15}$) تو حضرت رسول خدا نے دعوت کا سامان کیا اور لوگوں کو جمع کر کے فرمایا انی واللہ ما اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل مما قد جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ۔ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علیٰ ھذا الامر علیٰ ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی فیکم۔ قال فاحجم القوم عنہا جمیعا وقلت وانی لاحدثہم سنا وارمصہم عینا واعظمہم بطنا واحمشہم ساقا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی ثم قال ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا۔ قال فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لابنک وتطیع۔ بھائیو! خدا کی قسم میں عرب کے کسی جوان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے پاس وہ چیز لایا ہو جو میرے لائے ہوئے امر (دین اسلام) سے جو میں تمہارے پاس لایا ہوں افضل ہو۔ میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کو اسی دین کی طرف بلاؤں۔ اب بتاؤ تم سے کون شخص اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے گا تاکہ وہی میرا بھائی۔ میرا وصی (قائم مقام) اور (اسی وقت سے) میرا خلیفہ مقرر کر دیا جائے۔ آنحضرتؐ کی اس تقریر کا کسی شخص نے کچھ جواب نہیں دیا مگر حضرت علیؑ نے باوجودیکہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے عرض کی اے رسول خدا اس خدمت کیلئے میں حاضر ہوں اور میں آپ کی وزارت میں کروں گا۔ اس پر حضرتؐ نے حضرت علیؑ کی گردن

پکڑ کر (اور پوری قوم کو اچھی طرح دکھا کر) فرمایا کہ (یاد رکھو) یہی علیؑ میرے بھائی۔ میرے وصی اور تم لوگوں میں میرے خلیفہ ہیں۔ تم سب لوگ ان کا حکم ماننا اور ان کی اطاعت کرتے رہنا۔ یہ بات سن کر سب لوگ قہقہہ لگاتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جناب ابوطالب سے کہتے گئے کہ لو تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ (اپنے ہی فرزند) علیؑ کی باتیں سنا کرو اور ان کی اطاعت کرتے رہو۔ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۱۶)۔ یہی مضمون تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۲۔ ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۱۶۔ حبیب السیر جلد ۱ جزو ۳ صفحہ ۱۱۔ گبن جلد ۳ صفحہ ۴۹۹۔ تاریخ اوکلی صفحہ ۱۵۔ تاریخ مسٹر کارلائل صفحہ ۱۱۲ تاریخ ایرونگ صفحہ ۳۵۔ تاریخ گلمن صفحہ ۹۳ تاریخ ڈیون پورٹ صفحہ ۵ وغیرہ میں بہ تفصیل مرقوم ہے۔ اور کتب تفسیر سے تفسیر طبری جلد ۱۹ صفحہ ۷۵۔ معالم التنزیل صفحہ ۶۶۲۔ خازن جلد ۳ صفحہ ۳۷۲ تفسیر ثعلبی۔ تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ اور کتب حدیث سے مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۵۹ و خصائص نسائی و مختارہ ضیا مقدسی و ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۲۵۲۔ و کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲ و ۳۹۶ و ۳۹۷ وغیرہ میں موجود ہے۔ سیرۃ حلبیہ وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے جس میں یہ زیادتی بھی ہے فانت اخی و وزیری و وصیی و وارثی و خلیفتی من بعدی حضرت علیؑ کی اس آمادگی پر حضرت رسولؐ نے آپ سے فرمایا۔ اچھا اب تم ہی میرے بھائی میرے وزیر۔ میرے وصی۔ میرے وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ مقرر کر دئے گئے۔ (سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۲۹۶) چلئے معاہدہ ہو گیا۔ قرارداد پایۂ تکمیل کو پہونچ گئی۔ حضرت علیؑ نے بیعت کی حضرت رسولؐ نے بیعت لی کس بات پر؟ اسلام کی حمایت و نصرت اور دین الٰہی کی تائید و اعانت پر۔ اور رسولؐ نے اسی وقت اپنی خلافت و جانشینی کا مسئلہ بھی طے کر دیا۔

غرض خدا و رسولؐ نے ابتدائے اسلام ہی میں خلافت کے مسئلہ کو واضح طریقہ سے طے کر دیا تھا اور حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کر کے اس کو اس درجہ یقینی بلکہ بدیہی بنا دیا تھا کہ آج جو شخص بھی خواہ عیسائی ہو یا ہندو یا مسلمان شیعہ سنی جھگڑوں سے الگ ہو کر اس کی تحقیق کرنا چاہیگا وہ آسانی سے یقین کر لیگا کہ خدا نے جس طرح رسالت کے مسئلہ کو صاف کر دیا تھا بالکل اسی طرح خلافت کی مہم بھی سر کر دی تھی۔ اور آنحضرتؐ نے جس طرح نماز و روزہ کا فریضہ لوگوں کو بتا دیا تھا اسی طرح حضرت علیؑ کا خلیفہ بلافصل ہونا بھی اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ اور صرف دنیا سے اپنے انتقال ہی کے قریب نہیں بلکہ اس سے بیس سال

قبل جب اسلام کی طرف شروع شروع لوگوں کو دعوت دی فرما دیا کہ ان ھذا اخی
ووصیی و خلیفتی فیکم۔ پھر اپنے انتقال تک کبھی یہ نہیں فرمایا کہ علیؑ کو ہم نے اُس
موقع پر چند دنوں کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا مگر اب ان کو اس عہدہ سے معزول
کرتے اور فلاں شخص کو ان کی جگہ اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔ یا ہم اُن لوگوں پر چھوڑے جاتے ہیں۔
اپنے انتخاب یا پنچایت یا اجماع یا شورے سے جس شخص کو چاہنا چاہا خلیفہ اور امام مقرر کر لینا۔
ایک معمولی کام سورۂ برأۃ کی تبلیغ کرنا تھا اُس کے لئے آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر
کو تجویز کر کے اُن کے حوالہ یہ کام کیا اور وہ آگے بڑھ بھی گئے مگر خدا کو یہ بات پسند نہ ہوئی تو
فوراً جناب جبرئیلؑ کو بھیجکر دونوں صاحبوں کو اس عہدہ سے معزول کرا دیا۔ اور آپ کے عوض
حضرت علیؑ کو مقرر کیا۔ اور باوجودیکہ حضرت ابوبکر و عمر کو اس ذلت کا سخت صدمہ بھی ہوا مگر خدا نے
اپنا فیصلہ نہیں بدلا جس سے واضح ہوتا ہے کہ خدا امت اسلام کے ہر کام کی طرف ہر وقت نگراں
رہتا اور جب کوئی امر اس کیلئے مضر پایا آنحضرتؐ کو اس پر تنبیہ فرما دیتا تھا۔ اسی طرح اگر
حضرت علیؑ کا خلیفۂ بلافصل ہونا خدا کو ناپسند ہوتا یا وہ کسی دوسرے شخص کو تجویز کرتا یا حضرت علیؑ
کی خلافت کا اعلان ۳؁ بعثت میں عارضی یا نمائشی یا نام نہادی یا صرف تبلیغ کیلئے رہتا تو خدا مد
بعد کو دوسرا خلیفہ مقرر یا صرف حضرت علیؑ کو اس عہدہ سے معزول کرا کے اس کا اعلان کرا دیتا۔
مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ بجائے معزول کرانے کے خدا ہمیشہ حضرت علیؑ کی خلافت کو مستحکم کراتا اور اس عہد کو
ہمیشہ تازہ کراتا رہا ۴؁ بعثت میں اہل مکہ کے بڑے مجمع میں ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی
کے ذریعہ سے حضرت علیؑ کی خلافت و وصایت کا اعلان کرایا۔ جو آپ کی خلافت کا قولی و منطوقی
اشتہار تھا۔ اور جب آنحضرتؐ کو مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کا وقت ہوا اور وہ وقت ہوا کہ مکہ معظمہ میں
کوئی شخص آنحضرتؐ کی خلافت کر کے آپ کے ضروری کام (امانتوں اور ودیعتوں کا واپس کرنا)
انجام دے تو رسول خدا کا حکم ہوا کہ اب یہاں سے جاتے وقت تم اپنا خلیفہ حضرت علیؑ ہی کو مقرر کر
جاؤ کہ وہی تمہارے فرش پر سوئیں اور تمہاری ہی چادر اوڑھیں اور اس کے بعد تمہاری امانتیں لوگوں
تک پہونچا دیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہر فرد مسلم سمجھ لے کہ حضرت رسول خدا کے نائب اور قائم مقام
حضرت علیؑ ہی ہیں۔ اور جس طرح اس وقت حضرت رسول خدا کے ہٹنے سے حضرتؐ کی جگہ حضرت علیؑ
مقرر کئے گئے اسی طرح آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد بھی آپ کی جگہ حضرت علیؑ ہی کیلئے موزوں ہے۔

نہ کسی اور کیلئے۔ غرض حضرت علیؑ کی خلافت کا فعلی و عملی اعلان پہلی دفعہ تو آنحضرتؐ کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرتے وقت ہوا کہ باوجود اسکے کہ بہت لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور انھیں میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان بھی تھے اور بہت ذی اثر بھی تھے۔ کہ مکہ میں ان لوگوں کی بڑی قوت و دبدبہ و اقتدار کا دعوی کیا جاتا ہے مگر کسی کے بارے میں خدا کا حکم آنحضرتؐ کو نہیں ہوا کہ اپنا نائب (خلیفہ) بنا کر ان کو اپنی جگہ سلا جاؤ۔ بلکہ حضرت علیؑ ہی اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے۔ حضرت علیؑ کی خلافت کا دوسرا فعلی و عملی اعلان غزوۂ تبوک میں ہوا جسکی تفصیل معلوم ہے کہ جب آنحضرتؐ روانہ ہونے لگے اور حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ مدینہ میں قیام کرکے حضرتؐ کی خلافت کریں تو حضرت علیؑ کبیدہ خاطر ہو کر کہنے لگے اتخلفنی فی الصبیان والنساء۔ کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ حضرتؐ نے جواب دیا اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰؑ الا انہ لا نبی بعدی۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم مجھ سے وہی نسبت رکھو جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ (صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳ و خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۰ - تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۴۴ ریاض نضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ - سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۳۱ وغیرہ) اگر آخری جملہ لانبی بعدیؑ کا نہ ہوتا تو جناب ہارون کی منزلت کو صرف وقتی جانشینی اور عارضی خلافت تک محدود سمجھا جا سکتا تھا لیکن اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ زندگی میں اور بعد وفات دونوں حالتوں میں حضرت علیؑ کو اسی جانشینی اور خلافت کا درجہ حاصل ہے جو جناب ہارون کو حضرت موسیٰؑ کے بعد حاصل ہوا۔ دنیا کو معلوم ہے کہ جناب ہارون حضرت موسیٰؑ کے نہ یک کار معاون اور وزیر و جانشین تھے۔ اور اگر ان کی زندگی حضرت موسیٰؑ کے بعد باقی رہتی تو خلافت کا حق سوائے ان کے کسی کو نہ پہنچتا۔ بالکل اسی طرح حضرت علیؑ کیلئے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حیات و ممات ہر حالت میں رسول اللہ کے جانشین تھے۔ اور اگر جناب ہارون سے کوئی فرق تھا تو صرف یہ کہ جناب ہارون نبی تھے اور حضرت رسول اللہ کے بعد سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا لیکن اگر یہ سلسلہ ختم نہ ہوتا تو نبی بھی سوائے حضرت علیؑ کے کوئی دوسرا نہ ہوتا۔

اس حدیث کے متعلق جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی لکھتے ہیں۔ "ایں حدیث ہم دلیل... است در اثبات فضیلت حضرت امیرؑ در حجت امامت ایشاں... ازیں حدیث

مستفاد می شود استحقاق آں جناب برائے امامت یعنی یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل صحیح تھی۔ اور اس حدیث سے جناب امیرؑ کا امامت کیلئے استحقاق ثابت ہوتا ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص۲۳۳)۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی خلافت اور امامت پر حضرت رسولؐ نے نص کر دی تھی یہی شاہ صاحب ایک اور مقام پر لکھ بیٹھے ہیں خلفاء ثلثہ نزد اہلسنت نہ معصوم اند و نہ منصوص علیہ اہلسنت کے نزدیک۔ خلفاء ثلاثہ نہ تو معصوم ہیں اور نہ ان کی خلافت پر خدا و رسولؐ نے کوئی نص کی تھی۔ (تحفہ اثنا عشریہ [illegible]) [illegible] خلفاء ثلثہ کی خلافت کے متعلق کوئی نص نہیں ہے۔ لہذا حضرت علیؑ [illegible] ثابت ہوگا [illegible] نتیجہ برآمد ہوا [illegible] نص [illegible] کہ حضرت [illegible] خلیفہ مقرر کیا اس طرح شیخین کی منقول نص [illegible] حضرت علیؑ [illegible] کیونکہ جناب ہارون کو بھی حضرت موسیٰؑ نے اپنا خلیفہ [illegible] کا کوئی قول یا فعل اس حکم اور ارشاد کا ناسخ نہیں ہوگا اس وقت حضرت علیؑ [illegible] علاوہ بریں شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ نے اس حدیث کو اس طرح نقل کیا ہے [illegible] ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ [illegible] الا انہ لا نبی بعدی [illegible] حضرت علیؑ سے فرمایا [illegible] خوش نہیں ہوتے [illegible] جناب ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے تھا [illegible] تم کو بھی مجھ سے [illegible] میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا [illegible] (ازالۃ الخفاء [illegible] حصہ ۲ ص۲۹۱)

[illegible] لکھا ہے [illegible] من موسیٰ [illegible] علی [illegible] حاصل [illegible] [illegible] میں تم کو [illegible] [illegible]

آخری جملہ "کسی طرح مناسب نہیں ہے" الخ سے حضرت رسول حصر فرماتے ہیں کہ جب میں جاؤں گا اُس وقت تمھیں کو میرا خلیفہ ہونا ضروری ہے۔ اِس طرح آنحضرت صلعم کے دنیا سے جاتے وقت بھی آں حضرتؐ کا خلیفہ حضرت علیؑ ہی کو ہونا چاہیئے۔ ورنہ آنحضرتؐ کا یہ قول کہ لا ینبغی ان اذھب الا وانت خلیفتی غلط ہو جائے گا۔ اور بعد کا جملہ انہ لا نبی بعدی اسی دعوے کی تائید کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو اے علیؑ تم ہی نبی ہوتے جیسے حضرت ہارون کو نبوت اور خلافت موسوی دونوں حاصل تھی لیکن چونکہ نبوت مجھ پر ختم ہو گئی ہے لہذا یہ عہدہ تم کو نہیں مل سکتا۔ ہاں دوسرا عہدۂ خلافت تمھارا ہی ہے۔ (یہ بحث چند صفحے پہلے بھی غزوۂ تبوک کے بیان میں گذر چکی ہے مگر چونکہ یہاں خلافت کی بحث ہے اور اس پر اس عبارت سے بھی کافی روشنی پڑتی ہے اس وجہ سے ان عبارتوں کو مکرر ذکر کیا گیا تاکہ اس کی اہمیت کی تاکید ہو جائے۔ جس طرح (بلا تشبیہ) قرآن مجید پارہ ۲۷ سورۂ رحمان میں خدا نے فبای الاء ربکما تکذبان کو کئی بار ذکر کیا ہے۔) پھر سورۂ برارت کی تبلیغ میں (جس کا ذکر صفحہ ۷۸ میں گذر چکا ہے) آنحضرتؐ کا فرمانا کہ لا یبلغ عنی غیری او رجل منی یعنی دینی احکام کو میری طرف سے سوائے میرے یا ایسے شخص کے جو مجھ ہی سے ہو کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ بتاتا ہے کہ کار رسالت آنحضرتؐ کے بعد اگر کوئی شخص انجام دے سکتا تھا تو وہ صرف حضرت علیؑ ہی تھے۔

آپ دنیا سے جاتے وقت آں حضرتؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت کا وہ اعلان کیا جو قولی بھی تھا اور عملی بھی، حضرتؐ کو خدا کا حکم ہوا فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب۔ اے محمدؐ اب کہ تم تمام احکام الٰہی کی تبلیغ سے فارغ ہو گئے تو (اپنی جگہ مقرر اور نصب کر دو) اس کے بعد اپنے پروردگار کی طرف چلے آؤ۔ (پارہ ۳۰ سورۂ انشراح رکوع ۱/۱۵) اس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ اے رسولؐ جب تم اسلام کی کل خدمتیں انجام دے لو اور میرے دربار میں آنے لگو تو اس سے پہلے اپنی جگہ اپنے خلیفہ کو بٹھا کر لوگوں کو (پھر) دکھا دو۔

یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر آنحضرتؐ کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے جانے کا حکم نہیں تھا تو اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵

لکھا ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا فان المدینۃ لا تصلح الا بی او بک۔ اے علی مدینہ کی حالت یا میرے رہنے سے درست رہیگی یا تمہارے رہنے سے۔ مستدرک

کون بات تھی جسکے لئے خدا کا حکم ہو رہا ہے کہ جب تم فارغ ہو جاؤ تو نصب بھی کر دو۔ کون سا کام باقی رہ گیا تھا؟ غرض حضرتؐ نے اس حکم کی تعمیل کی کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر مقام غدیر خم میں حضرت علیؑ کو اپنے ساتھ منبر پر لیجا کر فرما دیا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اے مسلمانو! جس شخص کا مولا میں ہوں اُس کے مولا علی بھی ہیں۔ اگرچہ آنحضرتؐ نے ۳؁ بعثت ہی میں فرما دیا تھا ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم اور اگرچہ شب ہجرت میں اور غزوۂ تبوک کے موقع پر بھی رسولخدا صلعم نے آپ کو ۔ ۔ اپنی جگہ عملاً مقرر کر کے اپنا خلیفہ بنا دیا اور اس کا اشتہار دے دیا تھا مگر اب تک کوئی ایسی صورت نہیں ہوئی تھی کہ مسلمانوں کے کسی بڑے مجمع میں ایک ہی منبر پر کھڑے ہو کر اور علیؑ کو بھی وہاں کھڑا کر کے رسولخدا نے آپکی خلافت اور مسند نشینی کا عملی اعلان کیا ہو۔ اِس سبب سے حکم خدا ہوا کہ جو مسلمان حجۃ الوداع سے واپس جا رہے ہیں ان کی تعداد کافی ہے۔ اور یہ مختلف مقامات کے بھی ہیں۔ اِس سے اچھا مجمع پھر نہیں ملیگا۔ بس اسی جگہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ اے رسولؐ جو (خاص) حکم تم پر نازل کیا گیا ہے اُس کو (جلد) پہنچا دو۔ اگر تم نے اس کو نہیں پہنچایا تو (معلوم ہو گا کہ) تم نے خدا کا کوئی حکم ہی نہیں پہنچایا۔ (پارہ ۶ رکوع ۱۴) اس حکم کی تعمیل میں آنحضرتؐ نے کجاووں کا منبر طیار کرایا اور اُس پر حضرت علیؑ کو لے جا کر اور مسلمانوں کو دکھا کر فرمایا من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ۔ جس کا مولا میں ہوں اُس کے مولا علیؑ بھی ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے اس روایت کو درج کر کے اس پر اس طرح تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں۔ اور امام ترمذی نسائی احمد بن حنبل وغیرہ ایک جماعت نے اس کی تخریج کی ہے اور اس کے طرق و اسناد بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ ۱۶ صحابیوں نے اس کی روایت کی ہے۔ اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت میں ہے کہ ۳۰ صحابیوں نے اس کے سننے کی گواہی دی ہے۔ اور اس کے اسناد اکثر صحیح و حسن ہیں (صواعق محرقہ مطبوعۂ مصر ص۲۵)۔ استیعاب ابن عبد البر و اسد الغابہ ابن اثیر جزری وغیرہ میں متعدد مقام پر یہ روایت مذکور ہے۔ اور آخر میں حضرت عمر کا حضرت علیؑ کو مبارک باد دینا کہ ھنیئا لک یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولا کل مومن ومومنۃ اے فرزند ابو طالبؑ آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے۔ (ریاض النضرہ جلد ۲ ص۱۶۹)

بھی ثابت کرتا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو اپنا ولی عہد اور خلیفہ ہی بنایا۔ اور اس موقع پر اسی کا عملی اعلان کیا تھا۔ اور سب لوگوں نے یہاں تک کہ حضرت عمر نے بھی اس اعلان کا یہی مطلب سمجھا۔ اگر یہ حضرت علیؑ کی خلافت کا آخری اعلان نہیں تھا تو اس میں آپ کی کون سی نئی عزت و فضیلت تھی جس پر حضرت عمر کو مبارکباد دینے کی ضرورت ہوئی؟

خلافت کی بحث مفصل طور پر حضرت ابوبکر کی سوانح عمری میں درج کی جا چکی ہے لیکن اس امر میں چونکہ حضرت ابوبکر و عمر کا چولی دامن کا ساتھ تھا اس وجہ سے مجبوراً اس سوانح عمری میں بھی مذکورۂ بالا بحث کا خلاصہ نقل کر دیا گیا۔ مولوی شبلی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے: "اخیر بحث یہ ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بے جا تھا یا بجا؟ اس کو ہر شخص جو ذرہ بھی اصول تمدن سے واقفیت رکھتا ہو بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے جس وقت وفات فرمائی مدینہ منورہ منافقوں سے بھرا ہوا پڑا تھا جو مدت سے اس بات کیلئے منتظر تھے کہ رسول اللہ کا سایہ اُٹھ جائے تو اسلام کو پامال کردیں" (الفاروق صٹ) یہ تحریر کس درجہ مضحکہ خیز ہے؟ آنحضرتؐ نے جس وقت وفات فرمائی کیا اُسی روز ریل سے دس بیس ہزار منافقین کہیں سے پہنچ گئے تھے؟ یا مدینہ سے باہر ہزاروں منافقین چھپے ہوئے تھے جو اُسی روز وہاں پہنچ گئے؟ سب جانتے ہیں کہ اسلام میں تو شروع ہی سے منافقین بھی تھے بلکہ مکہ معظمہ میں بھی اور مدینہ منورہ میں بھی پھر وہ منافقین اسلام کو پامال کرنے کیلئے حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے منتظر کیوں تھے؟ کیا آنحضرتؐ خود ہی اتنی طاقت رکھتے تھے کہ تن تنہا ہزاروں منافقین کو روکے رہتے اور حضرتؐ کے صحابہ اتنے کمزور تھے کہ ان سے کوئی منافق رک نہیں سکتا تھا؟ آخر ان منافقین کو اسلام کے پامال کرنے کیلئے آنحضرتؐ کا سایہ اُٹھ جانے کا انتظار کیوں تھا؟ جب آنحضرتؐ مدینہ سے باہر کسی غزوہ میں تشریف لیجاتے تھے اور حضرتؐ کے ساتھ ہزاروں صحابہ بھی مدینہ خالی کر دیتے تھے اور یہ سب لوگ مدت دراز تک مدینہ سے باہر ہی رہتے تھے۔ منافقین کو زیادہ موقع مل سکتا تھا کہ اسلام کو پامال کردیں۔ پھر اُس زمانہ میں کس منافق نے سر اٹھایا اور اسلام کو کیا نقصان پہنچایا؟ ظاہر ہے کہ اسلام کی حمایت کرنے والے، مسلمانوں کو بچانے والے، دشمنوں کو دفع کرنے والے اہل اسلام ہی تھے جن کے مقابلہ میں منافقین کچھ کر نہیں سکتے تھے اور رسولؐ کے انتقال پر وہ کل اہل اسلام اپنی اپنی جگہ موجود ہی تھے کوئی بھی وہاں سے ہٹا نہیں تھا

پھر منافقوں کا خوف ہی کیوں ہوتا۔ جس طرح رسولؐ کی زندگی میں منافقوں کا زور نہیں چل سکا
اُسی طرح وفات کے موقع پر بھی ان سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ان وجوہ سے کہنا پڑے گا کہ
ہاں اس نازک وقت میں یہی ضروری تھا کہ مسلمان رسولؐ کے غسل و دفن میں مشغول رہتے اور
ان فرائض سے فارغ ہونے کے بعد حضرتؐ کے مقرر کردہ خلیفہ بلا فصل کی اطاعت کر کے امور
اسلام کو اُسی طرح انجام دیتے جس طرح رسولؐ کی زندگی میں کرتے تھے۔ اگر اُس وقت منافقوں
کا زور اس قدر بڑھ گیا ہوتا تو حضرت رسول خدا صلعم اسامہ کے ماتحت مسلمانوں کی بڑی جماعت
کو مدینہ سے بہت دور بھیجے جانے کا حکم نہیں دے سکتے تھے۔ اور اگر واقعاً منافقین اسلام
کے پامال کرنے کے انتظار میں ہوتے تو حضرت رسولؐ کے مرض ہی میں ان کی کسی کوشش کا پتا
لگ جاتا۔ مگر تمام کتب تاریخ و حدیث ان باتوں سے خاموش ہیں اور سب بتاتی ہیں کہ اُس وقت
مدینہ میں پورا سکون اور ہر طرح اطمینان تھا۔ منافقین موجود ضرور تھے مگر وہ اپنے کو اُسی طرح
کمزور سمجھتے تھے جس طرح رسولؐ کی زندگی میں جانتے تھے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ صرف رسولؐ
نے انتقال کیا جو کسی کے مقابلہ پر تلوار اُٹھاتے تک نہیں تھے۔ اور حضرتؐ کی طرف سے جو لوگ
جہاد کرتے تھے وہی طاقت اور شان و شوکت سے موجود ہیں۔ جو شخص سر اُٹھائیگا اُس کی
سرکوبی اسی طرح کی جائیگی جس طرح رسولؐ کی زندگی میں کی جاتی۔

دوسری فصل

استحکام خلافت اولیٰ کے لئے حضرت عمر کی جدوجہد

اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ابوبکر کی تائید و اعانت کر کے حضرت عمر نے آپ
کی خلافت کو اس طرح مستقل کر دیا کہ کوئی شخص اپنی خلافت کے لئے بھی اتنی جانفشانی نہیں کرتا
اور آپ نے اس کے لئے نہ کسی ذات کی پروا کی نہ کسی مصیبت کی۔ پھر لوگوں سے زبردستی بیعت
لینے کی کوئی کوشش نہیں اٹھا رکھی۔ آپ بیان کرتے تھے۔ (رتفعت الاصوات واللغط
فلما خشيت الاختلاف قلت لابي بكر ابسط يدك ابايعك۔ فبسط يده
فبايعته وبايعه الناس۔ ثم نزونا على سعد بن عبادة فقال قائلهم قتلتم
سعدا۔ فقلت قتل الله سعدا) سقیفہ میں بیعت کا جھگڑا شروع ہو گیا تو آوازیں بلند

ہوگئیں۔ پر شور و غل ہونے لگا۔ مجھے اختلاف کا خوف ہوا۔ یہ خیال کرکے میں نے ابوبکرؓ سے کہا
ہاتھ بڑھاؤ میں تمھاری بیعت کرلوں۔ اُنھوں نے بڑھا دیا۔ میں نے جھٹ اُس پر بیعت کرلی۔
پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔ پھر ہم لوگ (اپنے مخالف) سعد بن عبادہ پر ٹوٹ پڑے۔ یہ دیکھ کر
اُن میں کسی طرفدار نے کہا ہائے تم نے سعد کو قتل کر دیا۔ تو میں (حضرت عمر) نے کہا کہ اللہ سعد کو قتل کرے

[illegible]) وکادوا یطئون سعد بن عبادہ فقال ناس
من اصحاب سعد اتقوا سعداً لا تطئوہ۔ فقال عمر اقتلوہ قتلہ اللہ۔ ثم قام
علی رأسہ فقال لقد هممت ان اطاك حتی تندر عضولك۔ فاخذ سعد
بلحیة عمر فقال واللہ لو حصصت منه شعرة ما رجعت وفی فیك واضحة
فقال ابو بکر مهلا یا عمر الرفق ههنا ابلغ فاعرض عنه عمر وقال
سعد اما واللہ لو ان لی قوة ما اقوی علی النهوض لسمعت منی فی اقطارها
وسککها زئیرا یجحرك واصحابك اما واللہ اذا لالحقنك بقوم کنت فیهم
تابعا غیر متبوع۔ احملونی من هذا المکان فحملوه فادخلوه فی داره

قریب تھا کہ سعد بن عبادہ کو لوگ روند ڈالیں۔ جس پر سعد کے ساتھیوں سے کچھ لوگوں
نے کہا سعد کو چھوڑ دو۔ ان کو نہ روندو۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے کہا تم سب لوگ
سعد کو قتل کر ڈالو۔ خدا بھی اس کو قتل کر دے۔ پھر حضرت عمر خود ہی سعد کے سر پر سوار ہو کر
کہنے لگے میں نے طے کر لیا ہے کہ تم کو اس طرح کچل ڈالوں کہ تمھارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے
اس پر سعد نے حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی تو کہا خدا کی قسم اگر تم نے میرا ایک بال بھی اُکھاڑا
تو میں تمھارے کل دانتوں کو توڑ ڈالوں گا۔ اور تم اپنے گھر کو اس طرح واپس جاؤ گے کہ تمھارے
منہ میں کوئی بھی دانت نہیں ہوگا۔ تب حضرت ابوبکر نے کہا اے عمر اپنے کو روکو یہ موقع نرمی کا ہے
اسی سے زیادہ کام نکلے گا۔ اس کے بعد حضرت عمر سعد کے اوپر سے اُترے تو سعد نے کہا خدا کی قسم
اگر میں بیمار نہ ہوتا (اور) مجھ میں اتنی قوت بھی ہوتی کہ خود سے اُٹھ سکتا تو مدینہ کی سڑکوں اور گلیوں
میں تم میری وہ ہیبت ناک آواز سنتے جس پر تم بھی اور تمھارے ساتھی بھی خوف سے زمین کے سوراخوں
میں گھستے پھرتے۔ خدا کی قسم اگر میری صحت درست رہتی تو میں تم کو اُن لوگوں میں ملا دیتا جن کے
تم لوگ رعیت بن کر رہتے اور سردار نہیں بننے پاتے۔ (مگر میرے مرض نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔

پھر اپنے ساتھیوں سے کہا) مجھے اس جگہ سے اٹھائے چلو۔ لوگ ان کو اٹھا لے گئے۔ اور اُن کے گھر پہنچا دیا۔ (طبری جلد ۳ صفحہ ۱۱) اور علامہ ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے و بایعہ الناس فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیاً۔ قال وتخلف علی وبنو هاشم والزبیر وطلحۃ عن البیعۃ وقال الزبیر لا اغمد سیفا حتی یبایع علیؑ۔ فقال عمر خذوا سیفہ واضربوا بہ الحجر ثم اتاهم عمر فاخذهم للبیعۃ۔ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہونے لگی تو سب انصار یا بعض انصار نے کہا ہم تو حضرت علیؑ کے سوا کسی کی بھی بیعت نہیں کر سکتے۔ اور حضرت علیؑ و خاندان بنی ہاشم و زبیر و طلحہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا۔ زبیر نے تو یہاں تک کہدیا کہ جب تک حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی جائیگی میں اپنی تلوار نیام میں نہیں کرونگا اس پر حضرت عمر نے لوگوں سے کہا زبیر کی تلوار چھین کر پتھر پر پٹک دو۔ پھر حضرت عمر ان لوگوں کے پاس گئے اور ان کو بیعت کے لئے گرفتار کر لیا۔ (کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۳) اُن لوگوں کی ان کارروائیوں سے حضرت علیؑ کو اس درجہ صدمہ ہوا کہ فقال علی کرم اللہ وجہہ اللہ اللہ یا معشر المہاجرین لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من دارہ وقعر بیتہ الی دورکم وقعور بیوتکم وتدفعون اهلہ عن مقامہ فی الناس وحقہ۔ فواللہ یا معشر المہاجرین لنحن احق الناس بہ لانا اهل البیت ونحن احق بهذا الامر منکم [illegible] القاری لکتاب اللہ الفقیہ فی دین اللہ العالم بسنن رسول اللہ المضطلع بامر الرعیۃ المدافع عنهم الامور السیئۃ۔ القاسم بینهم بالسویۃ۔ واللہ انہ [illegible] فلا تتبعوا الهوی فتضلوا عن سبیل اللہ [illegible]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اے گروہ مہاجرین اللہ سے ڈرو۔ خدا [illegible] سے بچو۔ عرب میں حضرت رسول خدا صلعم کو جو اقتدار اور تسلط حاصل ہے اُسے حضرت کے گھر اور حضور کے خاندان سے نکال کر اپنے گھروں اور اپنے خاندانوں کی طرف نہ لے جاؤ۔ اور مسلمانوں کے درمیان حضرت کے اہلبیت کا جو درجہ قائم ہو چکا ہے اُس سے اور اُن کے حق سے جو اُن کو ہٹاتے ہو (بہت برا کرتے ہو) کیونکہ اے گروہ مہاجرین خدا کی قسم [illegible] ہم لوگ ہی اس خلافت کے حقدار ہیں۔ اس لئے [illegible] ہم لوگوں میں کتاب خدا کا پڑھنے والا۔ دین خدا کا سمجھنے والا [illegible]

امورِ رعایا کی خبر رکھنے والا۔ احسان کے لئے سینہ سپر ہونے والا۔ اُن کی مشکلات۔ پریشانیوں اور برائیوں کا دفع کرنے والا۔ اور اُن کے درمیان برابری سے تقسیم (حقوق) کرنے والا موجود رہیگا۔ اُس وقت تک تم سب سے زیادہ ہم لوگ ہی اس (خلافت) کے مستحق رہیں گے۔ اور خدا کی قسم اِن صفات کا شخص یقیناً ہم (اہلبیتؑ) میں موجود ہے۔ (جس کو تم لوگ بھی خوب جانتے ہو) پس تم لوگ اپنے ہوا و ہوس نفسانی کی پیروی نہ کرو جس کے سبب خدا کی راہ سے گمراہ ہو کر حق سے اور زیادہ دور ہوتے چلے جاؤ گے۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۲)۔ اور۔ روضۃ الاحباب میں ہے بعد ازاں انصار مبایعت نمودند الا طائفہ قلیلہ کہ بعضے گفتند کہ ما متابعت باہیچ کس نکنیم الا بعلی بن ابی طالب۔ وگویا شیخ فرید الدین عطار از زبان آں جمع گفتہ ہے

زمشرق تا بہ مغرب گر امام ست علیؑ و آل و اولادش تمام است

یعنی اس کے بعد انصار نے بیعت کی مگر ایک چھوٹی جماعت نے نہیں کی۔ وہ یہی کہتے رہے کہ ہم لوگ سوا۔ ے حضرت علیؑ کے کسی کی بھی بیعت نہیں کر سکتے۔ اور گویا شیخ فرید الدین عطار نے اسی جماعت کی زبان سے ترجمہ کر کے کہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اگر کوئی امام ہو سکتا ہے تو وہ حضرت علیؑ اور آپ کی آل و اولاد ہی ہیں۔ (روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۲۳)۔

غرض حضرت ابوبکر کی خلافت جمانے کے لئے حضرت عمر نے جو جد و جہد کی اُس کی حد و انتہا بیان نہیں ہو سکتی۔ جن لوگوں نے اس سے انکار کیا اُن کے بارے میں ہے فذھب الیھم عمر فی عصابۃ فقالوا انطلقوا فبایعوا فابوا علیہ فخرج الزبیر بن العوام رض فقال عمر رض علیکم بالرجل فخذوہ۔ فوثب علیہ سلمۃ بن اشیم فاخذ السیف من یدہ فضرب بہ الجدار وانطلقوا بہ۔ ان مخالفین بیعت کی طرف حضرت عمر ایک جتھا لئے ہوئے پہنچے اور کہا بس چل کر ابھی ابوبکر کی بیعت کر لو۔ مگر اب بھی ان سب نے انکار کیا۔ بلکہ زبیر بن العوام (جو عشرہ مبشرہ سے تھے) تلوار لئے ہوئے نکل پڑے تو حضرت عمر نے (اپنے سپاہیوں سے) کہا اس شخص کو سب مل کر گرفتار کر لو۔ اس پر سلمہ بن اشیم جناب زبیر پر اُچک کر پہنچ گئے اور ان کی تلوار ان کے ہاتھ سے چھین کر دیوار پر پھینک دی اور سب کو گرفتار کر لے گئے۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۱۸ و کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ وغیرہ)۔ اور علامہ طبری نے لکھا ہے۔ تخلف علیٌّ والزبیر واخترط

الزبیر سیفہ وقال لا اغمدہ حتی یبایع علیؑ فبلغ ذلک ابابکر وعمر۔ فقال عمر خذوا سیف الزبیر فاضربوا بہ الحجر۔ قال فانطلق الیہم عمر فجاء بہما تعبا وقال لتبایعان وانتما طائعان او لتبایعان وانتما کارہان۔ حضرت علی اور زبیر نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور زبیر نے تو اپنی تلوار بھی سونت لی۔ اور کہا میں اس کو اُس وقت تک نیام میں نہیں کروں گا جب تک حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی جائیگی۔ یہ خبر حضرت ابوبکر و عمر تک پہنچی تو کہا زبیر کی تلوار چھین کر پتھر پر ٹپک دو پھر حضرت عمر خود ان لوگوں کی طرف گئے اور ستاتے ہوئے ان کو گرفتار کر لائے۔ اور کہا چاہو خوشی سے بیعت کرو چاہو جبر سے کرو۔ کرنا ضرور ہوگا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۹) مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ زبیر کی تلوار اُن سے چھین نہیں سکے۔ بلکہ اُن کے ہاتھ سے وہ خود ہی گر گئی اور اُن لوگوں نے اُٹھالی۔ علامہ طبری نے لکھا ہے اتی عمر بن الخطاب منزل علیؑ وفیہ طلحۃ والزبیر و رجال من المہاجرین فقال واللہ لاحرقن علیکم ولتخرجن الی البیعۃ۔ فخرج علیہ الزبیر مصلتا بالسیف فعثر فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوہ۔ حضرت عمر حضرت علیؑ کے دولت خانہ پر پہنچ گئے اُس وقت اُس میں جناب طلحہ و زبیر اور دوسرے بہت سے مہاجرین کا مجمع تھا۔ آپ نے آکر کہا خدا کی قسم میں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب لوگوں کو اس میں پھونک ڈالوں گا۔ ورنہ تم سب نکلو اور حضرت ابوبکر کی بیعت کر لو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت زبیر تلوار کھینچے ہوئے اُس میں سے نکل پڑے مگر اتفاقاً ٹھوکر کھا کر گر سے تو تلوار ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس پر حضرت عمر کے لوگ اُن پر ٹوٹ پڑے اور انھیں گرفتار کر لیا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۸)۔

لطف یہ ہے کہ جب بیعت کا مرحلہ طے ہو گیا اور مخالفین زیر کر لئے گئے تو یہی حضرت عمر اس بیعت کے متعلق یہ فرمانے لگے فلا یغترن امرء ان یقول ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ فقد کانت کذالک غیر ان اللہ وقی شرھا۔ کسی شخص کو یہ بات دھوکے میں نہ رکھے کہ وہ کہے حضرت ابوبکر کی بیعت (ہی کیا ہوئی۔ وہ) تو ناگہانی طور پر یا چھین جھپٹ کر ہو گئی۔ ہوئی تو وہ اسی طرح (چھین جھپٹ کر) مگر خدا نے اس کی خرابیوں سے (سب کو) بچا لیا۔ (طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ وصواعق محرقہ صفحہ ۲۱ ومسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵۵ و

صحیح بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۳۶۵ باب رجم الحبلیٰ)۔ اِس جملہ کے متعلق مولوی وحیدالزماں خاں صاحب حیدر آبادی نے لکھا ہے:۔ ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللّٰہ شرھا۔
حضرت عمر نے کہا ابو بکر صدیق کی بیعت تو ناگہانی یکایک (بغیر غور و فکر کے) ہو گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی بیعت سے جو شر و فساد پیدا ہوتا ہے اُس سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھا۔ (ہوا یہ کہ صحابہ میں اختلاف ہو رہا تھا کس سے بیعت کی جائے۔ اور حضرت علی اور بنی ہاشم اور کئی صحابہ اس جلسہ میں موجود بھی نہ تھے۔ ان کی رائے بھی نہیں لی گئی تھی۔ اتنے میں حضرت عمر نے لپک کر حضرت صدیق سے بیعت کر لی۔ اُن کے دیکھا دیکھی رو پڑ گئی۔ پھر کیا تھا جو آیا اُس نے اُن سے بیعت کر لی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ ابو بکر صدیق کی امامت گویا لوگوں سے چھین اور اُچک کر ہوئی تھی کیونکہ دوسرے کئی شخص اِس کے طالب گار تھے بعضوں نے کہا فلتہ کہتے ہیں حرام مہینوں کی آخری رات کو۔ اس میں لوگوں کا اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ بھی حرام ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ حلال ہے اور اُس میں شر اور فساد اور خوں ریزی کو جائز سمجھتا ہے۔ تو آنحضرتؐ کی زندگی کے مہینوں کو حرام سے تشبیہ دی۔ اور آپ کی وفات کے دن کو فلتہ سے (انوار اللغۃ پارہ ۲۰ صفحہ ۱) اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کا معنی یہ لکھا ہے قال الداؤدی معنی قولہ کانت فلتۃ انھا وقعت من غیر مشورۃ مع جمیع من کان ینبغی ان یشاور علامہ داؤدی کہتے تھے فلتہ کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کے مشورہ سے اس خلافت کا ہونا مناسب تھا بغیر ان کی رائے کے واقع ہو گئی۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۳۶۵) علامہ داؤدی یہ بھی کہتے تھے انہ لم یکن مع ابی بکر حینئذ من المھاجرین الا عمر وابو عبیدہ اُس وقت جماعت مہاجرین سے حضرت ابو بکر کی بیعت سوائے حضرت عمر و ابو عبیدہ کے کسی نے بھی نہیں کی (فتح الباری پارہ ۲۸ صفحہ ۳۶۸) اور علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے ذکر صاحب الصحاح ان الفلتۃ الامر الذی یعمل فجاءۃ من غیر تردد ولا تدبر وھکذا کانت بیعۃ ابی بکر لان الامر لم یکن فیھا شوری بین المسلمین وانما وقعت بغتۃ لم تمحض فیھا الاٰراء ولم یتناظر فیھا الرجال وکانت کالشیء المستلب المنتھب
علامہ جوہری نے لغت کی مشہور کتاب صحاح میں لکھا ہے کہ فلتہ سے مراد وہ امر ہوتا ہے جو

اچانک بغیر غور و فکر کئے ہو جائے چنانچہ حضرت ابوبکر کی بیعت اسی طرح واقع ہو گئی جس میں نہ لوگوں کی رائیں دیکھی گئیں اور نہ لوگوں نے اس میں غور و فکر کا موقع پایا بلکہ اس طرح ہو گئی جیسے کوئی چھینی۔ اُچکی اور غصب کی ہوئی چیز ہوتی ہے۔ (شرح نہج البلاغہ طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)۔

اب سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت اور حضرت عمر کی اس ذاتی کارروائی پر اجماع کا دعوٰے کس اصول سے کیا جاتا ہے؟ کیا صرف حضرت عمر کے بیعت کر لینے سے یہ بیعت اجماعی ہو گئی؟ یا کیا صرف جناب ابو عبیدہ کے تائید کر دینے سے اس پر اجماع کی تعریف صادق آ گئی؟ اور سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ جو لوگ خلافت حضرت ابوبکر پر اجماع کا دعوٰی کرتے ہیں وہ حضرت عمر کی تکذیب کرتے ہیں یا تصدیق؟ اس لئے کہ ممدوح فرماتے ہیں حضرت اول کی بیعت فلتۃ (بغیر رائے اور مشورے کے) ہو گئی۔ اور اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں اجماع سے ہوئی۔ غالباً اسی مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لئے دوسرے لوگوں نے کہدیا کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی بیعت کو فلتۃ نہیں بلکہ فتنہ کہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے لا یغرن امرء ان یقول ان بیعۃ ابی بکر کانت فتنۃ فقد کانت کذالک کسی شخص کو یہ امر دھوکا نہ دے کہ کہے حضرت ابوبکر کی بیعت ایک فتنہ تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ تھی ایسی ہی (فتنہ) مگر خدا نے اُس کے شر سے بچا لیا۔ (کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)۔ اس فتنہ کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ ممکن ہے یہ ہو کہ حضرت عمر جانتے تھے رسولؐ خدا کے بعد حضرت علیؑ کو الگ کر کے جو شخص بھی خلافت پر قدم رکھے گا وہ چونکہ حضرت رسول خدا صلعم کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ بلا فصل کے مقابلہ میں اس پر مسلط ہو گا اس وجہ سے اسلام میں عظیم الشان فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔ یا وہ خدا کے ہاں بڑے فتنہ اور رخنہ کا باعث قرار پائے گا۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عمر جانتے تھے رسولؐ خدا کے بعد حضرت علیؑ کے مقابلہ میں جو شخص بھی خلافت پر قدم رکھے گا وہ مخالفوں اور بغاوتوں کا شکار ہو جائے گا۔ اس سبب سے موصوف نے رائے قائم کی کہ بہتر ہے اس کے لئے حضرت ابوبکر ہی پیش کئے جائیں۔ اور جب میدان ہموار یا کار خلافت آسان ہو جائے گا تو ہم خود اس بار کو اٹھا لیں گے۔ علاوہ بریں حضرت ابوبکر

بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ خلافت کے ابتدائی جھگڑوں کو ختم کرتے کرتے ان کی مدت حیات پوری ہی ہو جائے گی۔ اس وقت ان کی بیعت کر لینے سے ابتدائی مصائب سے ہم محفوظ بھی ہو جاتے ہیں اور ان پر احسانِ عظیم بھی ہوا جاتا ہے جس کے عوض یہ دنیا سے چلتے وقت خلافت کو ہمارے ہی حوالہ کر دیں گے۔ حضرتِ علیؓ نے بھی اُسی وقت یہ بات فرمادی۔ علامہ ابن قتیبہ وغیرہ نے لکھا ہے انّ علیاً کرم اللہ وجہہ اُتی بہ ابوبکر وھو یقول انا عبد اللہ و اخو رسولہ۔ فقیل لہ بایع ابا بکر۔ فقال انا احقّ بھذا الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولیٰ بالبیعۃ لی۔ اخذتم ھذا الامر من الانصار واحتججتم علیھم بالقرابۃ من النبیؐ وتاخذوہ منّا اھل البیت غصبا۔ الستم زعمتم للانصار انّکم اولیٰ بھذا الامر منھم لما کان محمد منکم۔ فاعطوکم المقادۃ وسلموا الیکم الامارۃ فانا احتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار نحن اولیٰ برسول اللہ حیّا ومیتا فانصفونا ان کنتم تؤمنون۔ والا فبؤوا بالظلم وانتم تعلمون۔ فقال لہ عمر انّک لست متروکا حتی تبایع۔ فقال لہ علی احلب حلبا لک شطرہ۔ و شد لہ الیوم یردد علیک غدا۔ ثمّ قال واللہ یا عمر لا اقبل قولک ولا ابایعہ فقال لہ ابوبکر فان لم تبایع فلا اکرھک۔ جب حضرت ابوبکر کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے پاس لائے تو آپ فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور اُس کے رسُول کا بھائی ہوں۔ جب حضرت علیؓ سے کہا گیا آپ حضرت ابوبکر کی بیعت کر لیجئے تو حضرت نے فرمایا تم سب سے زیادہ مستحقِ خلافت میں ہوں۔ میں تمھاری بیعت نہیں کر سکتا بلکہ تم لوگوں ہی کو میری بیعت کرنی چاہیئے۔ تم نے خلافت کو انصار سے نکالتے وقت یہ استدلال کیا ہے کہ تم حضرت رسولِ خدا کے قرابت دار ہو۔ (اور انصار حضرت کے اغیار ہیں) مگر تم سب اس خلافت کو ہم اہلبیت (رسُول) سے غصب کر کے اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہو۔ کیا تم نے انصار کے مقابلہ میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ "چونکہ ہم لوگ حضرت محمدؐ کے قریبی رشتہ دار ہیں اس وجہ سے خلافت کے بھی زیادہ مستحق ہم ہی ہیں"۔ تمھاری اس دلیل پر انصار نے خلافت تمھیں چھوڑ دی اور حکومت کے جوے سے دست بردار ہو گئے۔ اب میں بھی تمھارے مقابلہ میں وہی دلیل پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار کے مقابلہ میں پیش کی تھی اور کہتا ہوں کہ حضرت رسولؐ خدا کی زندگی میں اور حضرت کے

انتقال پر بھی ہم (اہلبیت) ہی حضرت کے زیادہ قریبی رشتہ دار (بلکہ حضرت کے جزو) ہیں۔ اب اگر ایمان رکھتے ہو تو ہمارے حق میں انصاف کرو۔ ورنہ جان بوجھ کر ظالم بنے رہو۔ حضرت علیؑ کی اس تقریر پر حضرت عمر بولے جب تک تم بیعت نہیں کروگے چھوڑے نہیں جا سکتے۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا ہاں ہاں اس (خلافت) کا دودھ خوب دوہ لو جس سے تمھیں بھی حصّہ ملے اور آج اس خلافت کو حضرت ابوبکر کے لئے خوب مضبوط کردو۔ تاکہ کل ہی (مرکر ابوبکر) اس کو تمھارے حوالہ کردیں۔ پھر فرمایا اے عمر! خدا کی قسم میں تمھارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی بیعت کرسکتا ہوں[1]۔ حضرت ابوبکر نے کہا اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو میں مجبور بھی نہیں کرسکتا۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۹)۔

یہ کس درجہ حیرت خیز ہے کہ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے اس استدلال کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔ اگر یہ دونوں حضرات اپنی خلافت کے حق ہونے کی کوئی وجہ پاتے تو ضرور اُس کو بیان کردیتے۔ بلکہ حضرت ابوبکر نے انتقال کے وقت جو تقریر کی اُس سے واضح کردیا کہ حضرت علیؑ کا ایک ایک لفظ صحیح تھا۔ جب آپ مرضِ موت میں مبتلا ہوئے تو مسلمانوں سے فرمایا واللہ انی لشدید الوجع ولما القیٰ منکم یا معشر المہاجرین اشد علی من وجعی۔ انی ولیت امرکم ولست خیرکم فی نفسی۔ فکلکم ورم انفہ ارادۃ ان یکون ھذا الامر لہ وذلک لما رأیتم الدنیا قد اقبلت۔ خدا کی قسم مجھے بہت سخت درد ہے اور اے گروہِ مہاجرین تم سے جو باتیں مجھ کو پہنچی ہیں وہ میرے مرض سے

---

[1] مسلمانوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت علیؑ نے اس کے کچھ دنوں بعد حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی مگر حضرت علیؑ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے کبھی بھی ان کی بیعت نہیں کی اس لئے کہ آپ نے قسم کھا کر صاف فرما دیا تھا "خدا کی قسم میں تمھارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی بیعت کرسکتا ہوں"۔ اللہ کی قسم کھانے کے بعد حضرت علیؑ اس کے خلاف کیونکر کرتے؟ ہاں اگر قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرلیتے تب ممکن تھا کہ بیعت بھی کرلیتے۔ مگر اسلام کی کسی کتاب یا حدیث یا تاریخ یا سیرۃ وغیرہ میں کمزور سے کمزور روایت یا قول بھی اس مضمون کا نہیں ہے۔ کسی نبی یا تابعی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے اس قسم کا کفارہ ادا کیا اور پھر بیعت کرلی۔

زیادہ میرے لئے اذیت رساں ہیں۔ اگرچہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں مگر میں تم لوگوں کا حاکم بن گیا تو تم لوگوں کی ناکیں غیظ و غضب سے پھول گئیں۔ کیونکہ ہر شخص کی خواہش یہی تھی کہ خود ہی خلیفہ بن جائے۔ اور یہ سب اس وجہ سے کہ تم لوگوں نے (رسولؐ کے آخری زمانہ میں) دیکھ لیا تھا کہ دنیا نے (مسلمانوں کی طرف) رُخ کر دیا ہے۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۳ [1]) اس سے ثابت ہوا کہ حضرت رسول خدا صلعم کے زمانہ میں

---

[1] حجۃ الاسلام امام غزالی نے اس غرض کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے لکھتے ہیں اجمع الجماھیر علی متن الحدیث عن خطبتہ یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وھو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ فقال عمر بخ بخ لک یا ابا الحسن لقد اصبحت مولائی ومولا کل مومن ومومنۃ۔ ھذا تسلیم ورضا وتحکیم۔ ثم بعد ھذا غلب الھوی لحب الریاسۃ وحمل عمود الخلافۃ وعقود البنود وخفقان الھوی فی قعقعۃ الرایات واشتباک ازدحام الخیول وفتح الامصار سقاھم کاس الھوی فعادوا الی الخلاف الاول۔ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا۔ فبئس ما یشترون۔ ولما مات رسول اللہ ؐ قال قبل وفاتہ ایتونی بدوات وبیاض لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق لھا بعدی۔ قال عمر دعوا الرجل فانہ لیھجر وقیل یھذو۔ فاذا بطل تعلقکم بتاویل النصوص فعدتم الی الاجماع۔ وھذا منقوض ایضاً فان العباس واولادہ وعلیاً وزوجتہ واولادہ لم یحضروا حلقۃ البیعۃ وخالفکم اصحب السقیفۃ۔ یعنی جمہور علماء محققین اسلام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اپنے خطبۂ یوم غدیر خم میں حدیث غدیر کو ضرور ارشاد فرمایا اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ (جس کا مولا میں ہوں اُس کے مولا علی بھی ہیں) اس پر حضرت عمر نے فوراً کہا اے ابوالحسن آپ کو مبارک ہو۔ اور خوب مبارک ہو کہ آج آپ میرے اور ہر ایمان والے مرد اور ہر ایمان والی عورت کے مولا ہو گئے۔ (امام غزالی فرماتے ہیں) حضرت عمر کا یہ کہنا درحقیقت حضرت علیؑ کی خلافت و حکومت کا مان لینا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۹)

دنیا نے مسلمانوں کی طرف رُخ کر دیا تھا اس وجہ سے ہر شخص کی آرزو رہتی تھی کہ حضرتؐ کا خلیفہ وہی بن جائے مگر حضرت ابوبکر و عمر کامیاب ہو گئے تو دوسرے لوگ ہمیشہ اس پر ناخوش رہے

(بقیہ حاشیہ ۱۹۸)

اس پر راضی ہو جاتا تھا۔ مگر اس کے بعد دنیائے (اسلام کی) بادشاہت پر قبضہ کر لینے۔ خلافت کے ستونوں کو اٹھا لینے۔ جھنڈوں کے پھر پھرے ہلانے۔ علموں کی کھڑکھڑاہٹ میں ہوا کے جھونکے مارنے۔ لشکروں میں گھوڑوں کے اژدحام اور ریلا کرنے اور شہروں کے فتح کرنے کی آرزو و تمنا کی وجہ سے ان لوگوں پر خواہش نفسانی غالب آگئی جس نے ان کو نفس پرستی کے جام سے اچھی طرح سیراب کر دیا۔ اسی سبب سے یہ لوگ خلاف اول کی طرف (یعنی اپنی اُس حالت کی جانب جو اسلام کے قبل تھی) ملیٹ گئے۔

غرض اس دینِ اسلام کو ان لوگوں نے پس پشت پھینک دیا۔ اور اس قابل قدر مذہب کو بیچ کر اس کی بہت ہی کم قیمت قبول کر لی۔ افسوس کیا ہی بُری چیز (دنیا) ان لوگوں نے خریدی۔

حالانکہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے اپنے انتقال سے پہلے ان لوگوں سے ارشاد فرمادیا تھا کہ تم لوگ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تم لوگوں کے لئے خلافت کی مشکل حل کر دوں اور تم لوگوں کو یاد دلا دوں کہ میرے بعد خلافت کا مستحق کون ہے مگر حضرت عمر نے آنحضرت کے جواب میں لوگوں سے کہہ دیا اس شخص (رسولؐ) کو چھوڑ دو یہ ہذیان بک رہا ہے۔ یا بہکی باتیں کر رہا ہے۔ (اب میں ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ) حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق تم لوگ قرآن یا حدیث کی جو جو تاویلیں کر کے اُس کو ان کی خلافت کے بارے میں بطور نص پیش کر سکتے تھے جب وہ سب باطل ہو گئیں اور اُن سے تمہارا کوئی کام نہیں نکل سکا تو اب تم لوگوں نے اجماع کی آڑ میں پناہ لی۔ (کہ کہتے ہو حضرت ابوبکر کی خلافت پر مسلمانوں نے اجماع کیا) حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ (حضرت رسولؐ خدا کے چچا) جناب عباس اور ان کی کل اولاد۔ نیز حضرت علیؑ۔ ان کی بیوی اور ان کی اولاد سے بھی کوئی شخص ممدوح کے حلقۂ بیعت میں حاضر نہیں ہوا۔ اور سقیفہ میں جو اصحاب جمع ہو گئے تھے انھوں نے بھی تم لوگوں کی مخالفت ہی کی (کہ حضرت ابوبکر کی خلافت سے انکار کرتے رہے) پھر تم لوگ اجماع کا نام کس منہ سے لیتے ہو؟

(کتاب سر العالمین مصنف امام غزالی مطبوعہ بمبئی ص ۹)۔ امام غزالی صاحب نے جو تفصیل

(بقیہ حاشیہ ص ۲۰۰)

پلیتے رہے اور ان کا غیظ و غضب برابر قائم رہا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر کو آخر وقت میں ظاہر کرنا پڑا۔ اور یہ ایسا واضح امر تھا کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کر دی کہ بیشک ہم لوگوں کی طرف دنیا متوجہ ہو گئی تھی جس پر قبضہ کر لینے میں آپ کامیاب ہو گئے اور ہم سب محروم رہے اس وجہ سے ہم لوگ آپ پر غضبناک ہیں۔ اس غیظ و غضب میں تقریباً ہر مسلمان شریک تھا لیکن اس کا سب سے زیادہ اثر انصار و شرفاء مہاجرین میں پایا گیا۔ مورخین نے لکھا ہے۔

خلا جماعۃ من بنی ھاشم والزبیر و عتبۃ ابن ابی لھب وخالد بن سعید بن العاص والمقداد بن عمرو وسلمان الفارسی وابی ذر وعمار بن یاسر والبراء بن عازب وابی بن کعب ومالوا مع علی بن ابی طالبؑ وقال فی ذلک عتبۃ بن ابی لھب ؎

ماکنت احسب ان الامر منصرف	عن ھاشم ثم منھم عن ابی حسن
عن اول الناس ایماناً وسابقۃ	واعلم الناس بالقرآن والسنن
واخر الناس عھدا بالنبی ومن	جبرئیل عون لہ فی الغسل والکفن
من فیہ ما فیھم لا یمترون بہ	ولیس فی القوم ما فیہ من الحسن

وکذالک تخلف عن بیعۃ ابی بکر ابو سفیان من بنی امیۃ یعنی بنی ہاشم کی ایک جماعت نیز جناب زبیر و عتبہ بن ابی لہب و خالد بن سعید۔ مقداد بن عمرو سلمان فارسی۔ ابو ذر۔ عمار یاسر۔ براء بن عازب۔ ابی بن کعب وغیرہم نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور حضرت علیؑ ہی کی طرف رہے۔ اس کے متعلق عتبہ ابن ابی لہب نے کچھ اشعار بھی

(بقیہ حاشیہ ص۲۹۹)

بیان کی اس کو حضرت رسولخدا صلعم نے ایک ہی جملہ میں کمال فصاحت و معرفت سے پہلے ہی بطور پیشین گوئی فرما دیا تھا کہ حضرت علیؑ سے آخر وقت میں وصیت کی "چوں بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی" اے علی جب دیکھنا کہ یہ لوگ دنیا اختیار کرتے ہیں تو چاہئے کہ تم آخرت ہی اختیار کرنے۔ الخ۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۵۱۱)۔ اس سے زیادہ حضرت کے اقوال کنز العمال، مشکوٰۃ، صحیح بخاری، فتح الباری وغیرہ میں بھرے ہیں۔ ۱۲

نظم کر ڈالے۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ حضرت رسول کی خلافت حضرت کے خاندان بنی ہاشم سے نکال لی جائیگی اور خاص کر حضرت ابو الحسن (علیؑ) کے قبضہ سے جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اس فضیلت میں سب پر سبقت لے گئے جو قرآن مجید اور احادیث رسولؐ کے سب سے زیادہ عالم و ماہر ہیں۔ جو حضرت رسولخدا کی خدمت میں سب کے آخر تک رہے۔ اور جن کی مدد (رسولؐ خدا کے) غسل دینے اور کفن پہنانے میں جناب جبرئیلؑ (ایسے مقرب فرشتہ) نے کی۔ وہ حضرت علیؑ کہ دوسروں میں جس قدر فضائل ہیں وہ سب حضرت میں بھی موجود ہیں لیکن حضرت میں جو شرف و بزرگی و افضلیت ہے وہ تمام مسلمانوں سے کسی میں بھی نہیں ہے۔

مذکورۂ بالا لوگوں کی طرح ابوسفیان نے بھی جو خاندان بنی امیہ کا سردار تھا حضرت ابوبکر کی خلافت سے انکار کر دیا۔ (تاریخ ابوالفدا جلد ا صفحہ ۱۵۶) انکار کے ساتھ ہی تعجب بھی کیا کہ ابوبکر کو خلافت سے کیا واسطہ؟ قال ابوسفیان لعلی ما بال ھذا الامر فی اقل حی من القریش واللہ لئن شئت لاملأنھا علیہ خیلا ورجالا۔ ابوسفیان نے حضرت علیؑ سے کہا اس خلافت کی کیا گت بن گئی؟ کہ قریش کے سب سے حقیر خاندان میں پہنچی۔ اے علیؑ اگر تم چاہو تو خدا کی قسم میں اس مدینہ کو تمھاری حمایت میں سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں۔ (طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۲) لما اجتمع الناس علی بیعۃ ابی بکر اقبل ابوسفیان وھو یقول واللہ انی لاری عجاجۃ لا یطفئھا الا الدم۔ یا آل عبد مناف فیما ابوبکر من امورکم... وقال ابا حسن ابسط یدک حتی ابایعک جب حضرت ابوبکر کی بیعت واقع ہوئی تو ابوسفیان نے آگے بڑھ کر کہا خدا کی قسم میں فتنہ و فساد کا وہ غبار دیکھ رہا ہوں جس کو خوں ریزی کے سوا اور کوئی چیز زائل نہیں کر سکتی۔ اے عبد مناف تمھارے امور میں ابوبکر کو کیا دخل؟ اور کہا اے ابوالحسن تم ہاتھ بڑھاؤ میں تمھاری بیعت کر لوں۔ (طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)۔ اور ابن عساکر نے روایت کی ہے جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو گئی تو انھوں نے سب لوگوں میں اس کی وجہ سے ناراضی اور مخالفت دیکھی تب ان لوگوں سے کہا کس سبب سے تم لوگ مجھے خلیفہ نہیں مانتے؟ کیا میں ایسا اور کیا ویسا نہیں ہوں (تاریخ الخلفا صفحہ ۴۸)۔ اس میں اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ۱۲

تیسری فصل

دختر رسول سے حضرت عمر کا برتاؤ

دنیا جانتی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا حضرت رسولخدا کی نہایت محبوب اور عزیز بیٹی تھیں اور حضرت آپ کو اس درجہ مانتے تھے کہ فرمادیا تھا فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اغضبھا فقد اغضبنی فاطمہ میرا ہی ٹکڑا ہے جس شخص نے ان کو ستایا اُس نے مجھے ستایا اور جو ان کو غضبناک کریگا وہ مجھے بھی غضبناک کریگا۔ (صحیح بخاری جلد ۳ ص ۲۹ وغیرہ) اور حضرت رسولخدا سے حضرت عمر کے جو تعلقات تھے وہ بھی محتاج بیان نہیں لیکن حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے ساتھ جو برتاؤ کیا غالباً ویسا برتاؤ حضرت آدم سے اس وقت تک کسی مذہبی پیشوا یا دینی سردار کی اولاد سے اُس کے ماننے والوں نے نہیں کیا ہو۔ اور کسی ملک کسی مذہب۔ کسی قوم۔ کسی زمانہ کی تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔ اسی وجہ سے آپ حضرت رسول خدا صلعم کو یاد کرکے یہ نوحہ پڑھا کرتیں ؎

ماذا علی من شم تربۃ احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا

جو شخص روضۂ رسول کی مٹی سونگھ کر پھر زندگی بھر کوئی خوشبو نہ سونگھے تو کوئی مضائقہ نہیں مجھ پر حضرت کے بعد اتنی مصیبتیں پڑیں جو دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہوجاتے۔ (نور الابصار ص ۴۲ و مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲۴۴ وغیرہ) شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے "جناب فاطمہ نے ابوبکر وغیرہ سے بات چیت کرنی چھوڑ دی۔ مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے رات کے وقت دفن کرنا اور یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آنے پائیں"۔ (امہات الامہ ص ۹۹) حضرت عمر سے جناب سیدہ کو کیا اذیتیں پہنچیں ان کی تفصیل کی جائے تو سو صفحے بھی کافی نہیں ہوں گے۔ اس وجہ سے اختصار کے لئے ہم اپنے معزز دوست جناب ماسٹر شیخ ذاکر حسین صاحب دہلوی مرحوم مصنف کتاب تاریخ اسلام وغیرہ کا وہ قابل قدر رسالہ جو اس کے متعلق لکھا تھا اور جو رسالہ اصلاح میں کئی مرتبہ شائع ہوچکا ہے اس کتاب میں بھی بعینہا نقل کردیتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ مرحوم نے باوجود اختصار کے اکثر ضروری عبارتیں جمع کردی ہیں

نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ اِنَّہَا عَلَیْہِمْ مُّؤْصَدَۃٌ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ

اَلنَّارُ الْمُوْقَدَہ

تالیف لطیف

عالی جناب فضائل مآب ماسٹر شیخ ذاکر حسین صاحب دام عزہ

مالک دفتر اتالیق انگریزی دہلی

اس رسالہ شریفہ میں بہت سی عربی۔ فارسی۔ انگریزی تواریخ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ خلیفۂ اول کی بیعت لینے کے لئے بیت الشرف جناب سیدہ صلوات اللہ و سلامہ علیہا کے جلانے کو خلیفۂ دوم آگ لکڑی لے گئے اور جلانے کا قصد کیا

بغرض اظہار حق و نفع مومنین

دوسری مرتبہ شائع کیا گیا

در مطبع اصلاح کھجوا ضلع سارن طبع گردید

النار الموقدہ

لمن احرق بیت السیدہ ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ الطاہرین ولعنتہ علیٰ اعدائھم اجمعین اما بعد چونکہ زمانہ انکار واقعات صحیح کا ہے کہ ہر گذشتہ واقعہ سے جو مضر مطلب خیال کیا جاتا ہے انکار کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ واقعہ کربلا سے بھی انکار رہے۔

لہذا یہ رسالہ صرف اس بحث میں لکھا جاتا ہے کہ خلیفہ دوم نے خانہ جناب سیدہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا کے جلانے کا قصد کیا یا جلایا۔ جس سے امید ہے کہ اہل اسلام سمجھیں اہلبیت رسولؐ پر بعد وفات رسولؐ اللہ کیا کیا مصائب گذرے اور ہم کو کہاں تک اُن حضرات سے ہمدردی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہر فرد بشر پر اپنے محسن اور محسن زادوں کی محبت ومودت فرض ہے۔

اور ان کے دشمنوں سے مخالفت ومعاندت لازم ہے وان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

الیس ذاکر حسین جعفر عفی عنہ

قصد احراق خانہ جناب سیدہؑ

علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کشف الحق میں طبری۔ واقدی اور ابن عبدربہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ بسبب ترک بیعت جناب ابوبکر کے جناب عمر نے خانہ جناب

سیدہ صلوات اللہ علیہا کو پھونک دینے کا قصد کیا جس میں اُس وقت جناب امیر المومنینؑ اور جناب سیدہؑ اور اُن کے دونوں بیٹے اور ایک جماعت بنی ہاشم کی تھی۔ اور ابن خرابہ کی کتاب غرر سے لکھا ہے قال زید بن اسلم کنت ممن حمل الحطب مع عمر الی باب فاطمۃ حین امتنع علیؑ واصحابہ عن البیعۃ ان یبایعوا فقال عمر لفاطمۃ اخرجی من البیت والا احرقتہ ومن فیہ۔ قال وفی البیت علیؑ وفاطمۃ والحسنؑ والحسینؑ وجماعۃ من اصحاب النبیؐ۔ فقالت فاطمۃ تحرق علی ولدی قال ای واللہ اولیخرجن ولیبایعن (یعنی نقل کیا ہے ابن خرابہ نے اپنی کتاب غرر میں کہ کہا زید بن اسلم نے کہ تھا میں اُن لوگوں میں جو دروازہ فاطمہؑ پر عمر کے ساتھ لکڑیاں لے گئے جبکہ علیؑ اور اُن کے اصحاب نے بیعت سے انکار کیا تھا۔ پس کہا جناب عمر نے جناب فاطمہؑ سے نکل آؤ گھر میں سے ورنہ پھونک دونگا اس کو اور اُن کو جو اس میں ہیں۔ اور تھے گھر میں علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور ایک جماعت اصحاب نبیؐ کی۔ پس کہا جناب فاطمہؑ نے تو میرے بچوں کو پھونک دیگا؟ کہا جناب عمر نے خدا کی قسم ضرور پھونک دونگا۔ ورنہ وہ نکل آئیں اور بیعت کریں۔) علامہ حلی کی اس تحریر کے جواب میں فضل بن روزبہان اپنی کتاب ابطال الباطل[1] میں لکھتے ہیں من اسمج ما افتراہ الروافض ھذا الخبر وھو احراق عمر بیت فاطمۃ۔ وما ذکر ان الطبری ذکرہ فی التاریخ فالطبری من الروافض مشھور بالتشیع حتی ان علماء بغداد ھجروہ لغلوہ فی الرفض والتعصب وھجروا کتبہ وروایتہ واخبارہ وکل من نقل ھذا الخبر فلا یشک انہ رافضی متعصب یرید ابداء القدح والطعن علی الاصحاب وما راینا احدا روی ھذا الا الروافض ینسبونہ الی الطبری ونحن ما راینا ھذا فی تاریخہ۔ (یعنی جو کچھ روافض نے افترا باندھا ہے اس میں سے زبوں تر اور قبیح تر یہ خبر ہے عمر کی خانہ فاطمہؑ میں آگ لگانے کی اور علامہ حلی نے) جو یہ لکھا ہے کہ طبری نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے پس طبری ان رافضیوں میں

[1] جس کو شہید ثالث علامہ شوستری علیہ الرحمہ کی کتاب احقاق الحق نے باطل کر دیا ہے۔ ۱۲ منہ

سے ہے تشنیع کے ساتھ مشہور ہے۔ یہاں تک کہ علماء بغداد نے ترک کیا اُسے اُس کے غلو سے رفض اور تعصب کی وجہ سے اور اُس کی کتابوں اور روایتوں اور اخبار کو ترک کر دیا۔ اور جس کسی نے اس خبر کو نقل کیا پس بے شک وہ رافضی ہے متعصب اصحاب پر طعن اور قدح کرنی چاہتا ہے۔ اور ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اُس نے روایت کی ہو سوائے رافضیوں کے جو اس واقعہ کو طبری کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور ہم نے اسے طبری کی تاریخ میں لکھا ہوا نہیں دیکھا) ابن روزبہان کی بیباکی اور خیرگی ملاحظہ کے قابل ہے۔ دیدہ و دانستہ ناحق کوشی اور باطل فروشی اور اپنے علماء کی تضلیل پر کمر باندھی ہے۔ غایت عناد و تعصب اور عجز و حیرانی و پریشانی سے سوا اس کے چارہ نہ دیکھا کہ اصل واقعہ ہی سے صاف انکار کر دیں۔ اور بالخصوص طبری کی روایت میں کلام کر کے اپنی جہالت کو ظاہر کیا ہے۔ دوسری روایتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اول طبری کو رافضی بنایا پھر کہہ دیا کہ سوائے رافضیوں کے کوئی اس روایت کو طبری سے منسوب نہیں کرتا اور پھر صاف انکار کر دیا کہ تاریخ طبری میں یہ مضمون ہے ہی نہیں۔ تعجب یہ ہے کہ صرف طبری ہی کے رافضی بنانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عام حکم دے دیا کہ جو کوئی اس خبر کو روایت کرے وہ رافضی ہے۔ اور اس حکم باطل سے اُس نے اپنے علماء اعلام کو جنھوں نے اس خبر کو روایت کیا ہے رافضی یعنی بدتر از یہود و نصاریٰ قرار دیا ہے۔ اور مقدوح مجروح اور بے اعتماد کر دیا ہے۔ حالانکہ اگر ان علماء کی توثیق کتب اہلسنت سے درج کی جائے تو ایک خاصی ضخیم کتاب تیار ہو تی۔ مثلاً ان ہی ابو جعفر طبری کو لیجیے جن پر ابن روزبہان نے ایسی بے دردی سے حملہ کیا ہے۔ قاضی ابن خلکان اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں "ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری صاحب تفسیر الکبیر و التاریخ الشہیر فنون کثیرہ میں امام تھا ان میں سے تفسیر و حدیث و فقہ و تاریخ وغیرہ ہیں اور فنون عدیدہ میں اس کی تصانیف ملیحہ ہیں جو اس کی وسعت علم اور غزارت فضل ظاہر کرتی ہیں۔ ائمہ مجتہدین میں سے تھا کسی کا مقلد نہ تھا وہ نقل میں ثقہ تھا اور تاریخ اس کی تمام تاریخوں سے صحیح تر اور ثابت تر ہے"۔

صاحب مدینۃ العلوم و کشف الظنون نے بھی ایسا ہی کچھ لکھا ہے۔ اور تاج الدین سبکی نے

طبقات فقہائے شافعیہ میں لکھا ہے کہ "ابو جعفر محمد بن جریر طبری امام الجلیل مجتہد المطلق علمائے دین کی روسے ایک امام ہے دنیا کا"۔ صاحب کشف الظنون نے اور مولوی عبدالعزیز دہلوی نے اپنے تحفہ کے کید پنجاہ و دوم میں طبری کی تاریخ کو اصح التواریخ لکھا ہے۔ غرض طبری کا تسنن وعظمت و جلالت واعتقاد واعتبار نزدیک اہلسنت کے کالشمس فی رابعۃ النہار ہویدا وآشکار ہے۔ اور کتب دین وایمان اہلسنت اُس کے اقوال وروایات کی نقل سے بھری پڑی ہیں۔ کوئی عالم اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ ابن روزبہان نے ایسے جلیل القدر امام کو رافضی یعنی بدتر از یہود و نصاریٰ بنایا اور اس کے ساتھ ہی اُن تمام علماء کو لے لیا جو اس روایت کو نقل کریں۔ اب ذرا بڑے بڑے علماء اہلسنت کی بعض روایتیں جو اس واقعہ کی نسبت انھوں نے درج کی ہیں اور نیز مورخین فرنگ کی تحریروں کو بنظر غور ملاحظہ کیجئے اور ابن روزبہان کی حق پوشی اور دلیری کی داد دیجئے۔

(۱) امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (المتوفی ۳۱۰ھ) کی تاریخ الامم والملوک مطبوعہ مصر جلد سوم ص ۱۹۸۔

حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن مغیرۃ عن زیاد بن کلیب قال اتی عمر بن الخطاب منزل علیؑ وفیہ طلحہ والزبیر ورجال من المہاجرین فقال واللہ لاحرقن علیکم اولتخرجن الی البیعۃ فخرج علیہ الزبیر مصلتا بالسیف فعثر فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوہ

ابن حمید کہتا ہے کہ عمر بن الخطاب علیؑ کے مکان پر آئے اور اس میں طلحہ اور زبیر اور کچھ مہاجرین بیٹھے تھے پس کہا عمر نے واللہ میں ضرور جلا دونگا تم پر اس مکان کو ورنہ باہر نکل آؤ اور بیعت کرو۔ پس زبیر تلوار کھینچے ہوئے باہر آئے مگر ٹھوکر کھاکر گر پڑے پس تلوار اُن کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور لوگوں نے دوڑ کر زبیر کو پکڑ لیا۔

۱؎ البتہ ایک قسم پر چیکہ غریب طبری نے اپنی کتاب اختلاف الفقہا میں امام احمد بن حنبل کو فقیہوں میں شمار کرنے سے انکار کیا تھا تو حنبلیوں نے جابکر شورش مچائی تھی اور لوگوں کو ان سے برگشتہ کرنے کی غرض سے خواہ مخواہ اُنکو رافضی مشہور کردیا تھا ورنہ طبری کو تو تشیع سے ایسی نفرت تھی کہ مورخین لکھتے ہیں کہ جب بغداد سے اپنے وطن طبرستان کو واپس گئے (بقیہ حاشیہ ص ۲۰۸)

(۲) امام شہاب الدین احمد المعروف بابن عبدربہ اندلسی (المتوفی ۳۲۸ھ) کی عقد الفرید مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۷۹۔

الذین تخلفوا عن بیعۃ ابی بکر علیؑ والعباس والزبیر وسعد بن عبادۃ فاما علیؑ والعباس والزبیر فقعدوا فی بیت فاطمۃؑ حتی بعث الیھم ابوبکر عمر بن الخطاب لیخرجھم من بیت فاطمۃ وقال لہ ان ابوا فقاتلھم فاقبل بقبس من نار علی ان یضرم علیھم الدار فلقیتہ فاطمۃؑ فقالت یا بن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ فخرج علی حتی دخل علی ابی بکر فبایعہ

جن لوگوں نے ابوبکر کی بیعت سے تخلف کیا وہ علی، عباس۔ زبیر۔ سعد بن عبادہؓ پس علیؑ اور عباس اور زبیر جناب فاطمہؑ کے گھر میں آن بیٹھے۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے عمر بن الخطاب کو اُن کی طرف بھیجا کہ اُن کو فاطمہؑ کے گھر سے نکالدے۔ اور حکم دیدیا کہ اگر وہ انکار کریں تو اُن سے قتال کرنا۔ پس آئے عمر آگ کی چنگاری لئے ہوئے کہ اُن لوگوں پر مکان کو جلا دیں۔ پس ملاقات کی فاطمہؑ نے (پس در سے) عمر سے اور فرمایا اے ابن الخطاب آیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہمارے گھر کو پھونک دے؟ عمر نے کہا ہاں اسی لئے آیا ہوں ورنہ جس طرح امت کے اور لوگوں نے بیعت کی تم لوگ بھی بیعت کر لو۔ پس جناب علی باہر نکلے یہاں تک کہ ابوبکر کے پاس آکر بیعت کر لی۔

(۳) ملک المؤید عماد الدین اسماعیل ابوالفدا (المتوفی ۷۳۲ھ) کی تاریخ المختصر فی اخبار البشر مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۶۔

وبادروا الی سقیفۃ بنی ساعدۃ فبایع عمر ابا بکر رضی اللہ عنہما وانثال الناس علیہ یبایعونہ فی العشر الاوسط من ربیع الاول سنۃ

اور سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف دوڑے گئے پس بیعت کر لی عمر نے ابوبکر سے۔ اور لوگوں نے ہجوم کیا اور بیعت کرنے لگے۔ یہ بیعت ربیع الاول ۱۱ھ کے عشرہ اوسط میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۷)

اور وہاں دیکھا تشیع پھیل گیا ہے تو مارے نفرت کے اپنے وطن کو ترک کر کے واپس چلے آنے لئے منہ

احدى عشرة خلا جماعة من
بني هاشم والزبير وعتبة بن
ابي لهب وخالد بن سعيد بن العاص
والمقداد بن عمرو وسلمان الفارسي
وابي ذر وعمار بن ياسر والبراء بن
عازب وابي بن كعب ومالوا مع علي بن
ابي طالب وقال في ذالك عتبة بن ابي
لهب ؎ ما كنت احسب ان الامر منصرف
عن هاشم ثم منهم عن ابي حسن ۔ عن
اول الناس ايمانا وسابقة ۔ واعلم
الناس بالقران والسنن ۔ واخر الناس
عهدا بالنبیؐ ۔ ومن جبرئيل عون
له في الغسل والكفن ۔ من فيه ما
فيهم لا يمترون به ۔ وليس في القوم
ما فيه من الحسن ۔ وكذالك
تخلف عن بيعة ابي بكر ابو سفيان
من بني امية ثم ان ابا بكر بعث عمر
بن الخطاب الى عليؑ ومن معه ليخرجهم
من بيت فاطمة رضي الله عنها و
قال ان ابوا عليك فقاتل فاقبل
عمر بشيء من نار على ان يضرم الدار
فلقيته فاطمة رضي الله عنها و
قالت الى اين يا ابن الخطاب اجئت
لتحرق دارنا ۔ قال نعم او تدخلوا فيما

ہوئی۔ سوائے ایک جماعت بنی ہاشم
اور زبیر اور عتبہ بن ابی لہب اور خالد بن
سعید بن العاص اور مقداد بن عمرو اور سلمان
فارسی اور ابوذر اور عمار یاسر اور براء بن
عازب اور ابی بن کعب کے (جنھوں نے
بیعت نہیں کی) اور رغبت رکھتے تھے طرف
علی بن ابی طالبؑ کے۔ اور کہا اس بارہ میں
عتبہ بن ابولہب نے "میں نہ جانتا تھا کہ
خلافت اور حکم اولادِ ہاشم سے جاتا رہیگا
خصوصًا ابوالحسنؑ سے جو سب سے پہلے
ایمان لایا ہے اور سب سے پہلے مسلمان
ہوا ہے اور قرآن وسنن کو خوب جانتا ہے
اور جس نے آخر وقت رسول خدا صلعم کو
غسل دیا اور حضرت جبرئیل نے اُس کی مدد
غسل وکفن کے دینے میں کی اور وہ ایسا ہے
کہ بلاشک اُس میں وہ تمام خوبیاں ہیں جو
اوروں میں ہیں۔ اور جو خوبیاں اس میں ہیں
وہ اوروں میں نہیں ہیں اس کو تو خلافت
نہ ملیگی۔ بلکہ ایک اور شخص کو مل جائیگی
یہ بات میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی۔
(صاحب حبیب السیر نے ان اشعار کو
حضرت عباس کی طرف منسوب کیا ہے اور
اس طرح ترجمہ کیا ہے ؎ ندانم خلافت
چرا منصرف شد از ہاشم وانگاہ از بوالحسن

دخل فیہ الامۃ فخرج علی حتی اتی ابا بکر فبایعہ۔ کذا نقلہ القاضی جمال الدین بن واصل و روی الزہری عن عائشۃ قالت لم یبایع علی ابا بکر حتی ماتت فاطمۃ و ذالک بعد ستۃ اشہر لموت ابیہا صلی اللہ علیہ وسلم

نہ اوا ولین مقبل قبلہ بود + نہ او بود اعلم بفرض و سنن + نہ اقرب بعہد نبی بود و بود معین جبرئیل بغسل و کفن + نہ او مجمع حسن او صاف گشت + نہ قدر علی و ز خلق حسن

اور اسی طرح تخلف کیا ابوبکر کی بیعت سے ابوسفیان نے بنی امیہ میں سے۔ اس کے بعد ابوبکر نے عمر کو علیؑ کے پاس بھیجا اور اُن لوگوں کے پاس جو علیؑ کے ساتھ تھے کہ اُن کو فاطمہؑ کے گھر سے نکال دے۔ اور حکم دیا کہ اگر تجھ سے انکار کریں تو اُن سے قتال کیجیو۔ پس آئے عمر کسی قدر آگ لئے ہوئے کہ گھر کو پھونک دیں۔ پس ملیں عمر سے جناب فاطمہؑ اور فرمایا اے ابن الخطاب کدھر کو آئے۔ آیا ہمارا گھر پھونکنے آئے ہو۔ کہا عمر نے ہاں اسی لئے آیا ہوں۔ ورنہ جس امر میں امت داخل ہوئی ہے تم لوگ بھی داخل ہو جاؤ۔ یعنی ابوبکر کی بیعت کرلو۔ پس نکل آئے علیؑ یہاں تک کہ ابوبکر کے پاس آکر بیعت کرلی۔ نقل کیا ہے اسی طرح قاضی جمال الدین ابن واصل نے اور زہری نے عائشہؓ سے یہ روایت کی ہے کہ جب تک جناب فاطمہؑ کا انتقال نہیں ہو گیا علیؑ نے بیعت ابوبکر کی نہیں کی۔ اور فاطمہؑ کا انتقال رسول اللہ صلعم کی وفات کے ۶ مہینے بعد ہوا ہے۔

(۴) علامہ ابوالولید محمد بن شحنہ (المتوفی ۸۱۵ھ) کی روضۃ المناظر بر حاشیہ جلد یازدہم تاریخ کامل مطبوعہ مصر ص۱۱۲۔

اس کتاب میں بھی احراق خانۂ جناب سیدہؑ سے متعلق بالکل یہی روایت جو ابوالفدا نے لکھی ہے کسی قدر اختصار کے ساتھ درج ہے۔ بالکل یہی مطلب ہے۔ باندیشہ طول ہم نے یہاں نقل نہیں کیا۔

(۵) امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ (المتوفی ۲۷۰ھ) کی کتاب الامامۃ والسیاسۃ[1] مطبوعہ مصر جلد اول ص۲ ۔

[1] چونکہ ابن قتیبہ نے اس موقع پر دیگر مورخین کی نسبت حق پوشی کم کی ہے اور بہت سی ایسی باتیں (بقیہ حاشیہ ص۲۱۱)

انّ ابا بکر رضی اللہ عنہ تفقد قوماً
تخلّفوا عن بیعتہ عند علی کرم اللہ وجہہ
فبعث الیہم عمر فجاء فناداھم وھم
فی دار علیؑ فابوا ان یخرجوا۔ فدعا
بالحطب وقال والّذی نفس عمر بیدہٖ
لتخرجنّ اولاحرقنّھا علیٰ من فیھا فقیل
لہ یا ابا حفص انّ فیھا فاطمۃ فقال
وان فخرجوا فبایعوا الّا علیّاً فانہ زعم
انہ قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع
ثوبی علی عاتقی حتی اجمع القرآن فوقفت
فاطمۃ رضی اللہ عنہا علیٰ بابھا فقالت
لا عھد لی بقوم حضروا اسوء محضر
منکم۔ ترکتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلّم جنازۃ بین ایدینا وقطعتم
امرکم بینکم لم تستامرونا ولم
تردوا لنا حقّاً فاتی عمر ابا بکر
فقال لہ الا تاخذ ھذا المتخلف
عنک بالبیعۃ فقال ابوبکر لقنفذ و
ھو مولی لہ اذھب فادع لی علیّاً
قال فذھب الی علیّ قنفذ فقال لہ ما
حاجتک۔ فقال یدعوک خلیفۃ
رسول اللہ۔ فقال علی لسریع ما کذبتم

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن لوگوں کی خبر
دریافت کی جو ان کی بیعت سے تخلف کرکے
حضرت علیؑ کے پاس جمع ہوئے تھے۔ اور اُن
کے پاس عمر بن الخطاب کو بھیجا جبکہ وہ حضرت
علیؑ کے گھر میں تھے۔ عمر آئے اور اُن کو آواز
دی۔ اونھوں نے باہر آنے سے انکار کیا تو
عمر نے لکڑیاں منگائیں، اور کہا قسم ہے اُس
ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے
نکل آؤ ورنہ میں اس میں آگ لگا دوں گا
اور مع اُن لوگوں کے جو اس میں ہیں پھونک
دوں گا۔ پس کسی نے کہا اے ابوحفص (عمر)
اس گھر میں تو فاطمہؑ ہیں۔ پس کہا عمر نے
ہوا کریں۔ تب وہ لوگ نکل آئے اور بیعت کرلی
لیکن علیؑ نہ نکلے۔ عمر نے خیال کیا کہ علیؑ نے
قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ
کرلونگا اور نہ (سوائے وقت نماز کے) ردا
دوش پر ڈالونگا (اس لئے باہر نہ آئے) جناب
جناب فاطمہؑ دروازہ کے پاس کھڑی ہوئیں
اور کہا مجھے تم سے زیادہ بدتر قوم سے پالا نہیں
پڑا۔ تم نے جنازہ رسول اللہ صلعم کا ہمارے ہاتھوں
میں چھوڑ دیا اور اپنے کام کی کتر بیونت میں لگ گئے
ہم سے مشورہ نہیں لیا اور ہم کو ہمارا حق نہیں دیا۔

لکھی ہیں جن سے اہل حق کو واقف ہونا ضرور ہے۔ اس سبب سے ہم نے بھی اس روایت کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۱۲

علی رسول اللہ ﷺ فرجع فابلغ الرسالۃ
قال فبکی ابوبکر طویلا فقال عمر الثانیۃ
الا تمهل هذا المتخلف عنک بالبیعۃ
فقال ابوبکر لقنفذ عد الیه فقل له امیر
المؤمنین یدعوک لتبایع فجاءه قنفذ فادی
ما امر به فرفع علی صوته فقال سبحان اللہ
لقد ادعی ما لیس له فرجع قنفذ فابلغ الرسالۃ
فبکی ابوبکر طویلا ثم قام عمر فمشی معه جماعۃ
حتی اتوا باب فاطمۃ فدقوا الباب فلما سمعت
اصواتهم نادت باعلی صوتها یا ابت یا
رسول اللہ ﷺ ماذا لقینا بعدک من ابن
الخطاب وابن ابی قحافۃ فلما سمع القوم
صوتها وبکائها انصرفوا باکین وکادت قلوبهم
تنصدع واکبادهم تتفطر وبقی عمر و
معه قوم فاخرجوا علیا فمضوا به الی ابی بکر
فقالوا له بایع فقال ان انا لم افعل فمه قالوا
اذا واللہ الذی لا الٰه الا هو نضرب عنقک
قال اذا تقتلون عبد اللہ واخا رسول اللہ
قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسول اللہ
فلا۔ وابوبکر ساکت لا یتکلم فقال له عمر
الا تامر فیه بامرک فقال لا اکرهه علی شیء
ما کانت فاطمۃ الی جنبه فلحق علی بقبر رسول
اللہ ﷺ یصیح ویبکی وینادی یا ابن ام

پس آئے عمر ابوبکر کے پاس اور کہا ابوبکر سے کیا آپ
اس شخص (علی) سے جو آپ سے پھرا ہوا ہے بیعت
نہ لیں گے۔ پس کہا ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے
جا علی کو میرے پاس بلا لا۔ پس قنفذ علی کے پاس
گیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کیا مطلب ہے۔ قنفذ
نے کہا آپ کو خلیفۂ رسول اللہ بلاتے ہیں۔
علیؓ نے کہا کس قدر جلدی تم لوگوں نے رسول
اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ قنفذ نے واپس
آکر علیؓ کا پیغام ابوبکر سے کہا۔ اس پر ابوبکر
دیر تک روئے۔ پھر عمر نے دوبارہ کہا کہ تم اس
متخلف سے بیعت لینے میں ڈھیل نہ کرو۔ تب
ابوبکر نے قنفذ سے کہا پھر علیؓ کے پاس جا اور
ان سے کہہ کہ امیر المومنین آپ کو بلاتے ہیں۔ آکر
بیعت کرو۔ قنفذ علیؓ کے پاس آیا اور خلیفہ کا
پیغام بیان کیا۔ پس علیؓ نے باواز بلند یعنی
غصہ ہو کر فرمایا سبحان اللہ کیا اچھا دعویٰ
ہے جس کا مطلق اُسے حق حاصل نہیں ہے۔
قنفذ واپس آیا اور علیؓ کا پیغام پہنچایا۔ سنکر ابوبکر
بہت روئے۔ پھر عمر اوٹھے اور ان کے ساتھ
ایک جماعت بھی چلی یہاں تک کہ دروازہ
جناب فاطمہؑ پر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا
جب جناب فاطمہ نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں
تو بہت زور سے چلائی اور واویلا کرنے لگیں

رو رو کر فرماتی تھیں کہ اے بابا اے رسول اللہ (اپنی بیٹی کی خبر لیجئے) ہم آپ کے بعد ابن خطاب (عمر)

ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی[1] فقال عمر لابی بکر انطلق بنا الی فاطمۃ فانا قد اغضبناھا فانطلقا جمیعا فاستاذنا علی فاطمۃ فلم تاذن لھما فاتیا علیا فکلماہ فادخلھما علیھا فلما قعدا عندھا حولت وجھھا الی الحائط فسلما علیھا فلم ترد علیھما السلام فتکلم ابوبکر فقال یا حبیبۃ رسول اللہ اغضبناک فی میراثک منہ وفی زوجک۔ فقالت ما بال اللہ یرثک اھلک ولانرث محمدا فقال واللہ ان قرابۃ رسول اللہ احب الی من قرابتی وانک لا حب الی من عائشۃ ابنتی ولوددت یوم مات ابوک انی مت ولا ابقی بعدہ فتری واعرفک واعرف فضلک وشرفک وامنعک حقک ومیراثک من رسول اللہ الا انی سمعت اباک رسول اللہ یقول لانورث ما ترکنا فھو

اور ابن قحافہ (ابوبکر) کے ہاتھوں یہ کیا مصیبتیں اوٹھا رہے ہیں۔ جس وقت ان لوگوں نے حضرت فاطمہ کی فریاد و زاری سُنی روتے ہوئے اُلٹے پھر گئے درحالیکہ دل ان کے دردکرتے تھے اور جگر شق ہوئے جاتے تھے مگر عمر اور ان کے ساتھ کچھ اور آدمی ٹھہرے رہے پس انھوں نے علیؑ کو نکالا اور پکڑکر ابوبکر کے پاس لے گئے اور کہا کہ بیعت کرو۔ علیؑ نے کہا کہ اگر بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا۔ جواب دیا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے کہ اس صورت میں ہم لوگ تمھاری گردن ماریں گے۔ آپنے فرمایا تو ایک بندۂ خدا اور رسول اللہ کے بھائی کا خون کروگے۔ عمر نے کہا کہ بندۂ خدا تو خیر مگر رسول اللہ کا بھائی غلط اور ابوبکر چپکے بیٹھے ہوئے سُنا کئے کچھ نہ بولے۔ تب عمر نے اُن سے کہا اس کے بارہ میں حکم نہیں دیتے۔ پس ابوبکر نے کہا کہ جب تک فاطمہ ان کے پہلو میں ہیں ان پر کسی معاملہ

[1] یہ وہ الفاظ ہیں جن سے حضرت ہارون نے اپنے بھائی جناب موسیٰؑ سے بنی اسرائیل کی شکایت کی ہے جب بنی اسرائیل جناب موسیٰ کے چلے جانے کے بعد گوسالہ پرستی اختیار کرلی تھی اور جناب موسیٰؑ نے واپس آکر جناب ہارون کو سرزنش کی کہ تم نے ان کو کیوں نہ روکا۔ (دیکھو پارہ ۹ سورۂ اعراف رکوع ۱۸) یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جناب امیرؑ نے یا ابن ام فرمایا ہے یا ابن عم نہیں فرمایا تاکہ حضرت ہارون سے پوری پوری مشابہت رہے۔ اور کیسا صحیح فرمایا ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے جناب امیرؑ کی شان میں انت اخی فی الدنیا والآخرۃ تو فرمایا ہی تھا ساتھ ہی نکتہ یہ بھی تھا کہ چونکہ علی مرتضیٰ کی والدۂ ماجدہ فاطمہ بنت اسد نے جناب رسول اللہ صلعم کو بیٹوں کی طرح پالا تھا بلکہ اپنی اولاد سے زیادہ عزیز جانتی تھیں۔ آنحضرت صلعم اون کو ہمیشہ ماں ہی کہکر پکارتے تھے سچ ہے کلام الامام امام الکلام۔ کیا خوب قرآنی کو اپنے حال پر چسپاں کیا ۱۲

صدقت فقالت ارأیتکما ان حدثتکما حدیثا
عن رسول اللہ صلعم تعرفانہ وتفعلان بہ قالا نعم
فقالت نشدتکما اللہ الم تسمعا رسول اللہ صلعم
یقول رضا فاطمۃ من رضای وسخط فاطمۃ
من سخطی فمن احب فاطمۃ ابنتی فقد احبنی ومن ارضا
فقد ارضانی ومن اسخط فاطمۃ فقد اسخطنی
قالا نعم سمعناہ من رسول اللہ صلعم قالت فانی
اشھد اللہ وملائکتہ انکما اسخطتمانی وما
ارضیتمانی ولئن لقیت النبی لاشکونکما اللہ فقال
ابوبکر انا عائذ باللہ تعالی من سخطہ وسخطک
یا فاطمۃ ثم انتحب ابوبکر یبکی حتی کادت نفسہ
ان تزھق وھی تقول واللہ لادعون اللہ علیک
فی کل صلوۃ اصلیھا ثم خرج باکیا فاجتمع علیہ
الناس فقال لھم یبیت کل رجل منکم معانقا
حلیلتہ مسرورا باھلہ وترکتمونی وما انا فیہ
لا حاجۃ لی فی بیعتکم اقیلونی بیعتی قالوا یا خلیفۃ
رسول اللہ صلعم ان ھذا الامر لا یستقیم وانت اعلمنا
بذالک انہ ان کان ھذا لم یقم للہ دین فقال
واللہ لولا ذالک وما اخافہ من رخاوۃ ھذہ
العروۃ ما بت لیلۃ ولی فی عنق مسلم بیعۃ بعد
ما سمعت ورأیت من فاطمۃ قال فلم یبایع
علی کرم اللہ وجھہ حتی ماتت فاطمۃ رضی اللہ عنھا
ولم تمکث بعد ابیھا الا خمسا وسبعین لیلۃ

میں جبر نہیں کر سکتا۔ پس علیؑ قبر رسول اللہؐ پر تشریف
لائے اور نالہ و فریاد کرنے لگے۔ اور رو رو کر کہتے
تھے اے بھائی (اے رسول اللہ میری خبر لیجیے)
اس قوم نے مجھے مجبور و ناچار بے بس و بیکس کر دیا ہے
اور میرے قتل پر آمادہ ہو گئی۔ پس کہا عمر نے ابوبکر
سے آؤ فاطمہؑ کے پاس چلیں کیونکہ بہ تحقیق ہم نے
ان کو غضبناک کیا ہے۔ پس وہ دونوں ساتھ
ساتھ فاطمہؑ کے گھر پر آئے اور اندر آنے کی
اجازت مانگی جناب فاطمہؑ نے ان دونوں کو
اجازت نہ دی پس علیؑ کے پاس آئے اور ان
سے دونوں نے باتیں کیں۔ علیؑ ان دونوں کو
جناب فاطمہؑ کے پاس لائے جب وہ ان کے پاس
آ کر کھڑے ہوئے تو جناب فاطمہؑ نے اپنا منہ
دیوار کی طرف پھیر لیا۔ انھوں نے سلام کیا
جناب فاطمہؑ نے سلام کا جواب نہ دیا پس ابوبکر
نے کہا اے حبیبۂ رسول اللہ ہم نے تمھارے باپ
رسول اللہ صلعم کی میراث اور تمھارے شوہر
کے بارہ میں تم کو غضبناک کیا ہے۔ پس جناب
فاطمہ نے فرمایا یہ کیا بات ہے کہ تیرے اہل تو
تیری میراث پائیں اور ہم محمدؐ کی میراث سے محروم
رہیں۔ ابوبکر بولے واللہ قرابت رسول اللہ کی
میرے نزدیک میری قرابت سے زیادہ محبوب ہے
اور تم مجھے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ محبوب ہو۔

اور جس دن آپ کے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا ہے میں چاہتا تھا کہ میں مر جاتا اور آنحضرتؐ کے بعد زندہ نہ

رہتا۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ میں آپ کا حق اور آپ کا حصہ روکتا ہوں جو رسول اللہؐ کی طرف سے آپ کو پہنچتا ہے۔ حالانکہ میں آپ سے اور آپ کے فضل و شرف سے واقف ہوں مگر بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سُنا ہے وہ حضرت فرماتے تھے کہ ہمارا ورثہ نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ جناب فاطمہؑ نے فرمایا میں بھی تم سے رسول اللہ کی ایک حدیث بیان کروں اُسے پہچانو گے اور اُس پر عمل کرو گے؟ ابوبکر اور عمر بولے ضرور۔ فرمایئے۔ پس فرمایا جناب فاطمہؑ نے میں تم کو قسم دے کر پوچھتی ہوں کیا تم دونوں نے رسول اللہ صلعم کو کہتے نہیں سُنا کہ رضا فاطمہؑ کی میری رضا ہے اور غصّہ فاطمہؑ کا میرا غصہ ہے۔ پس جس نے میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے اُسے راضی کیا اُس نے مجھے راضی کیا۔ اور جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا۔ ابوبکر اور عمر دونوں نے کہا ہم نے ایسا سُنا ہے۔ تب فاطمہؑ نے فرمایا میں خدا اور ملائکہ کو گواہ کرتی ہوں کہ تم نے مجھے ضرور غضبناک کیا اور مجھے تم دونوں نے راضی نہیں کیا۔ اور جب میں نبی صلعم سے ملاقات کرونگی تو ضرور تم دونوں کی شکایت اُن حضرتؐ سے کرونگی۔ تب ابوبکر نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے اے فاطمہؑ کہ آنحضرتؐ اور تم غضبناک ہو۔ یہ کہکر ابوبکر رونے لگے یہاں تک کہ اُن کا دم گھٹنے لگا لیکن جناب فاطمہؑ یہی کہتی گئیں واللہ جو نماز میں پڑھونگی اُس میں تیرے لئے بد دعا کرتی رہونگی۔ پس ابوبکر روتے ہوئے نکلے اور لوگ اُن کے پاس جمع ہوئے۔ پس ابوبکر نے اُن سے کہا کہ تم سب لوگ اپنے اہل و عیال میں مسرور اپنی زوجہ کے ساتھ معانقہ میں رات گذارتے ہو اور مجھکو اس مصیبت و آفت میں چھوڑ دیا ہے۔ مجھے تمہارے بیعت کی حاجت نہیں ہے میری بیعت توڑ دو۔ وہ بولے اے خلیفہ رسول یہ امر استقامت پذیر نہ ہوگا اور آپ اس بات کو ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوگا تو دین خدا قائم نہ رہیگا۔ پس ابوبکر نے کہا کہ واللہ اگر یہ بات نہ ہوتی اور اس گرفت کے ڈھیلا پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ایک رات بھی کسی مسلمان کی گردن میں اپنی بیعت نہ رکھتا بعد اس کے جو میں نے فاطمہؑ سے سُنا ہے اور جو کچھ اُن کا حال دیکھا ہے۔ راوی کہتا ہے پس جناب علیؑ نے ہرگز بیعت نہیں کی جب تک کہ جناب فاطمہ زہراؑ کا انتقال نہ ہو گیا۔ اور وہ صرف ۷۵ دن اپنے پدر بزرگوار کے بعد زندہ رہیں۔

(۶) علامہ مسعودی مروج الذہب صفحہ ۱۵۹ برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۹ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں۔

وحدث النوفلی فی کتابہ الاخبار عن ابن

یعنی نوفلی حماد بن سلمہ سے روایت کرتا ہے کہ عروہ

عائشة عن ابيه عن حماد بن سلمة قال كان
عروة بن الزبير يعذر اخاه اذا جرى ذكر
بني هاشم وحصره اياهم في الشعب وجمعه
الحطب لتحريقهم ويقول انما اراد بذالك
ارهابهم ليدخلوا في طاعته كما ارهب
بنو هاشم وجمع لهم الحطب لاحراقهم اذهم
ابوالبيعة فيما سلف.

بن الزبیر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی اس حرکت سے
کہ اُس نے حضرت محمد بن حنفیہ کے جلانے کا قصد
کیا تھا اور لکڑیاں جمع کی تھیں۔ یہی معذرت
کرتا تھا کہ غرض اس سے اُن لوگوں کا ڈرانا تھا
کہ داخل طاعت ہوں جیسا کہ اس سے پہلے بسبب
بنو ہاشم نے بیعت سے انکار کیا تھا تو جلانے
والی لکڑیاں اُن کے جلانے کو جمع کی گئی تھیں

(۷) امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی (المتوفی ۵۴۸ھ) کی کتاب الملل والنحل مطبوعہ بمبئی جلد ا ص ۲۵

قال النظام ان عمر ضرب بطن فاطمة عليها
السلام يوم البيعة حتى القت المحسن من بطنها
وكان يصيح احرقوها بمن فيها وما كان في الدار
غير علي وفاطمة والحسن والحسين.

نظام کہتا ہے کہ عمر نے لات ماری فاطمہ علیہا السلام
کے شکم پر بیعت کے دن یہاں تک کہ محسن اُن کے شکم
مبارک سے نکل پڑے۔ اور عمر غل مچاتے تھے کہ
جلا دو گھر کو مع اُن لوگوں کے جو اس میں ہیں۔
حالانکہ گھر میں سوائے علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے کوئی نہ تھا۔

(۸) مولوی ولی اللہ صاحب کی ازالۃ الخفاء مطبوعہ مطبع صدیقی دہلی اور اسی کتاب کا اردو ترجمہ مطبوعہ لاہور مقصد دوم مآثر ابوبکر ص ۳۶

انھیں ایام میں ایک اور مشکل فوق جمیع مشکلات یہ پیش آئی کہ حضرت زبیر اور ایک جماعت بنی ہاشم حضرت فاطمہؑ کے
مکان پر جمع ہوئے اور نقض خلافت کے متعلق مشورے کئے شیخین نے حسن تدبیر سے جس طرح ممکن ہوا
اس مشکل کو بھی اوٹھایا (یعنی رفع کیا) اسی طرح جو ملال حضرت علی مرتضیٰ کے مزاج مبارک پر لاحق ہوا تھا اُس کا بھی
حضرت صدیق نے نہایت حسن ملاطفت سے جبر نقصان فرمایا۔ اس قصہ کے تمام راویوں کا حال یہ ہے کہ کچھ
یاد رکھا ہے اور کچھ ترک کیا ہے۔ اس جگہ چند روایتیں لکھتا ہوں کہ اصل منقح ہو جائے۔

عن زيد بن اسلم عن ابيه انه حين بويع لابي بكر
بعد رسول الله صلعم كان علي والزبير يدخلان على فاطمة
بنت رسول الله صلعم فيشاورونها ويرتجعون في
امرهم فلما بلغ ذالك عمر بن الخطاب خرج حتى
دخل على فاطمة فقال يا بنت رسول الله صلعم

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ بعد وفات آنحضرتؐ
جب حضرت صدیق کی بیعت کی گئی تو حضرت علی مرتضیٰ
اور زبیر رضی اللہ عنہما حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے
مکان پر آتے اور اپنے امور میں مشورہ کرتے حضرت
فاروق کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو حضرت فاطمہؑ

ما من الخلق احب الی من ابیک وما من احد
احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک
بمانعی ان اجتمع ھؤلاء النفر عندک ان امرتھم
ان یحرق علیھم البیت قال فلما خرج عمر جاءوھا
فقالت تعلمون ان عمر قد جاءنی وقد حلف
باللہ لان عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ
لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین
فروا رأیکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنھا
فلم یرجعوا الیھا حتی بایعوا لابی بکر اخرجہ
ابن ابی شیبہ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر آئے اور فرمایا
اے دختر رسول قسم ہے اللہ کی کہ کوئی شخص
آپ کے والد سے مجھے محبوب تر نہیں ہے اور پھر
آنحضرت کے بعد آپ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب تر
نہیں مگر قسم ہے اللہ کی یہ امر مجھے اس امر سے
مانع نہیں آسکتا کہ اگر پھر یہ لوگ اس طرح جمع
ہوں تو میں گھر میں آگ لگا دوں جب حضرت فاروق
واپس آئے اور وہ لوگ حضرت فاطمہ کے مکان
پر آئے تو آپ نے کہا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ ابھی
میرے پاس عمر آئے تھے وہ قسم کھا کر گئے ہیں کہ اگر
پھر یہ لوگ جمع ہوں تو وہ گھر کو آگ لگا دیں گے سو قسم ہے اللہ کی وہ اس کام کو کر گذریں گے جس کی انہوں
نے قسم کھائی ہے سو بہتر ہے کہ آپ لوگ واپس ہوں اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہیں اور پھر میرے
پاس مجتمع نہ ہوں چنانچہ وہ لوگ واپس ہوئے اور آپ کے مکان پر اس طرح مجتمع نہ ہوئے یہاں تک کہ انہوں
نے حضرت صدیق سے بیعت کر لی۔ ابن ابی شیبہ اس کے راوی ہیں۔ ازالۃ الخفا ص۳۰

(۹) امام ابن عبد البر (المتوفی ۴۶۳ھ) کی کتاب استیعاب مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد اول ص۳۴۵۔ اس کتاب
میں بھی ازالۃ الخفا والی روایت کسی قدر اختلاف لفظی سے درج ہے مگر معنی و مطلب بالکل وہی ہے جو
اس ابن ابی شیبہ کی روایت کا ہے۔

(۱۰) مولوی عبد العزیز دہلوی نے اپنے تحفہ (مطبوعہ نول کشور ص۲۹۲) میں قصد احراق عمر خانہ جناب سیدہ
کی روایت کو تسلیم کر لیا ہے اور صحیح مان لیا ہے۔ لکھتے ہیں "وگفتن (عمر) اینکہ من خواہم سوخت پس
درجہش آنست کہ ایں تخویف و تہدید کسانے را بود کہ خانہ زہرا را ملجا و پناہ بہر صاحب خیانت دانستہ
حکم حرم مکہ معظمہ دادہ در انجا جمع می شدند و فتنہ و فساد منظور می داشتند۔

(۱۱) مولوی شبلی نعمانی اپنی کتاب الفاروق میں احراق خانہ جناب سیدہ کی روایت طبری سے نقل
کر کے فرماتے ہیں کہ روایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے حضرت عمر کی
تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں ہے۔

(۱۲) مولوی وحید الدین خاں صاحب سنی المذہب اپنی کتاب حد تحقیق مطبوعہ لکھنؤ کے صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں جب تک حضرت علی کفن و دفن حضرت رسول میں مصروف تھے تو اسی عرصہ میں فرصت پاکر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا۔ اور بحکم حضرت علی کو واسطے بیعت کرنے کے طلب کیا اور رسم تعزیت و ماتم پرسی ساتھ دختر رسول ؐ کے کچھ بجا نہیں لائے۔ اور حسب مضمون ایک روایت تاریخ ابو الفدا بادشاہ شام کے کہ جس پر کچھ احتمال شیعی ہونے کا نہیں ہو سکتا یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمر واسطے جلانے گھر فاطمہؓ کے ہاتھ میں آگ لیکر گئے تھے اور حضرت ابوبکر سے یہ حکم پایا تھا کہ علیؓ بیعت نہ کریں تو علیؓ اور ہمراہیان کو اُن کے گھر سے فاطمہؓ کے نکال دیا جائے تو یہ فعل گویا وہی ہاروت و ماروت کی تعلیم کا کام ہے کہ جس سے زن و شو میں جُدائی کراتے تھے۔

(۱۳) حافظ عبد الرحمن امرتسری نے اپنی کتاب المرتضیٰ مطبوعہ امرتسر صفحہ ۴۵ میں عقد الفرید اور ابو الفدا کی روایت کو مستند سمجھ کر درج کیا ہے۔

(۱۴) ڈیون پورٹ کے رسالہ خلافت کا اردو ترجمہ جزو مظاہر حق مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۳ اُس عرصہ میں ابوبکر نے جلدی سے عمر کو فاطمہؓ کے گھر پر جہاں علیؓ اور بعضے اُن کے دوست تھے بایں حکم بھیجا کہ اُن کو طلب کریں تاکہ وہ حاضر ہو کر بیعت خلیفہ کی کریں۔ اور اگر وہ اس امر سے انکار کریں تو اُن سے بزور بیعت لیں بموجب اس حکم کے عمر نے اُس گھر کو جا کے اپنے سرہنگوں سے گھیر لیا اور ابوبکر کے منتخب ہونے کی خبر علیؓ سے کہکر دھمکی کی آواز و انداز سے بیان کیا کہ میری (یعنی عمر کی رائے) اور تحریک سے یہ بات بالاتفاق رائے شوریٰ میں قرار پائی ہے کہ اگر کوئی شخص خود رئیس (خلیفہ) بن بیٹھے تو وہ شخص مع کل اُن لوگوں کے جنھوں نے اعانت اور حمایت اُس کی کی ہو وہ سزائے موت کی پاویں۔ یہ کھلے عمر نے بیان کیا کہ اگر اس حکم کی تعمیل نہ ہوگی تو وہ اس گھر میں آگ لگا کے اوس کو اور جو لوگ اس میں ہیں اُن سب کو جلا کے وہ سزا جاری کریں گے۔ پس فاطمہؓ بطور تشنیع کے کمال غیظ و غضب سے چلائیں کہ اے ابن خطاب تو ایسے ظلم قبیح وحشیانہ کا مرتکب نہ ہونا۔ عمر نے جواب دیا میں ضرور ضرور کرونگا۔ اگر تم بیعت سے اُس شوریٰ کی انکار کروگے۔ اُس حالت میں علی اور اُن کے رفیقوں کو کوئی چارہ نہ رہا سوائے اس کے کہ اس حکم ناحق کی تعمیل کریں۔

(۱۵) گبن[1] کی مشہور کتاب ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر (زوال سلطنت روم) مطبوعہ فریڈرک وارن

[1] طول کے اندیشہ سے ہم نے انگریز مورخین کی انگریزی عبارت نہیں لکھی صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے جسے شبہ ہو اصل سے مقابلہ کرے

ینڈ کمپنی لندن جلد سوم ص۵۱۹۔ "فقط بنی ہاشم نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور اُن کا سردار (علی)
۶ ماہ سے زیادہ تک بالکل بے تعلق اور چپ چاپ گھر میں بیٹھا رہا۔ اُس نے عمر کی دھمکیوں کی کچھ پروا
نہ کی جس نے دخترِ رسولؐ کے مکان میں آگ لگا دینے کا قصد کیا تھا"۔

(۱۶) واشنگٹن ایرونگ کی مشہور کتاب سکسرز آف محمدؐ (محمدؐ کے جانشین) مطبوعہ جارج بل اینڈ سنز لندن ص۸۔
"عمر نے اپنے ہمراہیوں سے (فاطمہؑ کے) مکان کو گھیر لیا۔ علیؑ سے کہا کہ ابوبکر خلیفہ منتخب ہو گئے ہیں۔
تم بھی بیعت کر لو۔ علی حجت کرنے اور اپنے حقوق جتانے لگے مگر عمر نے کہا اب مرضیٔ عامہ کے خلاف
جو کوئی خلافت پر قبضہ کرنے کا قصد کرے گا اُسے سزائے قتل دی جائیگی۔ اور کہا کہ بیعت کرو
ورنہ گھر کو اور جو لوگ اس میں ہیں سب کو پھونک دونگا۔ فاطمہؑ نے ملامت کے طور پر چلا کر کہا اے
ابن خطاب تو ایسا ظلم تو نہ کیجیو۔ عمر نے جواب دیا کہ اگر تم لوگ اور لوگوں کی طرح بیعت نہ کرلوگے تو
واللہ میں ضرور جلا دوں گا"۔

(۱۷) اوکلی کی ہسٹری آف دی سیراسنز (تاریخ اسلام) مطبوعہ جارج بل اینڈ سنز لندن ص۸۳۔
"عمر گھر میں آگ لگانے ہی کو تھا کہ فاطمہؑ نے پوچھا تیرا مطلب کیا ہے۔ عمر نے کہا کہ اگر ان لوگوں کی
طرح تم لوگ بیعت نہ کرلوگے تو میں گھر کو جلا کر خاک سیاہ کر دوں گا۔

(۱۸) ابوالفرج ملطی نصرانی (المتوفی ۶۸۴ھ) نے اپنی عربی تاریخ مختصر الدول میں بھی یہ روایت
اسی طرح لکھی ہے جس طرح اوکلی کی تاریخ میں ہے۔

ہم نے یہ ۱۸ شواہد واقعہ قصدِ احراقِ خانۂ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کے متعلق ایسی کتابوں
سے پیش کئے ہیں جو چھپ چکی ہیں اور جو ہر شائقِ تحقیق کو بغیر زیادہ دشواری کے دستیاب ہو سکتی
ہیں اور اکثر تاریخی دنیا میں مستند اور معتبر مانی جاتی ہیں ورنہ ابن ابی شیبہ[۱۹]۔ ابوبکر جوہری[۲۰]۔ صاحب
کتاب السقیفہ اور ابن ابی الحدید[۲۱] صاحب شرح نہج البلاغہ اور ابراہیم بن عبداللہ یمنی شافعی[۲۲] صاحب
کتاب الاکتفاء اور جلال الدین سیوطی[۲۳] صاحب جمع الجوامع اور ملا علی متقی[۲۴] کنز العمال اور ابن خرابہ صاحب
غرر وغیرہ نے بھی حضرت عمر کے اس قصدِ احراق کی روایت کو اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے[۱]۔

۱ـ مگر تعجب ہے علامہ ابن خلدون پر کہ وہ اپنی مشہور آفاق تاریخ میں اس واقعہ سے بالکل چشم پوشی کر گئے ہیں۔
امام حسنؑ اور مالک اشتر کو معاویہ کے زہر دلوانے والے واقعات میں تو کچھ حیلے حوالے بھی بتلائے تھے فضول نا معقول
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۰)

ان ۱۹ شواہد میں سے نمبر ۱ سے نمبر ۷ تک۔ اشواہد اہلسنت کے ایسے جلیل القدر عالموں سے نقل کئے گئے ہیں کہ جن کا نام سنتے ہی اہلسنت اُن کی جلالتِ قدر و عظمت کی وجہ سے سر جھکا لیتے ہیں۔ لیکن ہر ایک کی توثیق تحریر کی جاوے اور اس کی مدح و ثنا جو علمائے اہلسنت نے کی ہے لکھی جائے تو پچاس یا ساٹھ یا اس سے زیادہ صفحوں کی ایک کتاب تیار ہوتی ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے ہم نے اس مضمون کے شروع میں لکھا بھی ہے پس اپنے ایسے جید علماء کی مستند اور معتبر کتابوں کے اتنے شواہد کے بعد اہلسنت کو اس واقعہ سے انکار کرنے کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایسی مستند اور معتبر شہادتوں سے انکار کیا جائے تو دنیا کا کوئی واقعہ بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ان تاریخی روایتوں کے ساتھ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث کو بھی شامل کر لیجئے (۱) عن عائشہ۔ ان فاطمہ بنت رسول اللہؐ

ارسلت الی ابی بکر الصدیق تسالہ میراثھا من رسول اللہؐ مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابو بکر ان رسول اللہؐ قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد فی ھذا المال وانی واللہ لا اغیر شیأا من صدقۃ رسول اللہؐ عن حالھا التی کانت علیھا فی عھد رسول اللہؐ ولا عملن فیھا بما عمل رسول اللہؐ فابی ابو بکر ان یدفع الی فاطمہ شیأا فوجدت فاطمہ علی ابی بکر فی ذالک فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد رسول اللہؐ ستۃ اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علی بن ابی طالب لیلا

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ نے جناب ابوبکر کے پاس کہلا بھیجا اور رسول اللہ صلعم کی ملک میں سے جو مدینہ اور فدک و ما بقایائے خمس خیبر میں تھی اپنی میراث طلب کی۔ پس ابوبکر نے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ہمارا ورثہ نہیں ہوا کرتا جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں صدقہ ہے مگر اس کے نہیں شبہ کہ آل محمد اس مال میں کھاتی ہے۔ اور قسم خدا کی میں رسول اللہ کے صدقہ کو اسی حالت میں رکھوں گا جس حالت میں وہ حضرت کے عہد میں تھا اس میں کسی طرح کا تغیر نہ کروں گا اور اُسے اُسی طرح کام میں لاؤں گا جس طرح

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۹) صورت پہ ہو کہ تھریاؤں بھی مارے تھے یہاں جب کچھ نی بات نہ بنا سکے تو روایت ہی کو اُڑا دیا حالانکہ تاریخ طبری کو ایک مستند اور معتبر تاریخ سمجھتے ہیں بہت سے مضمون تاریخ طبری سے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ جیسا کہ خود ہی اپنی تاریخ کی جلد دوم کے آخر میں اقرار کیا ہے علامہ کو مناسب تھا کہ اس روایت کو جو شیخین کے ایمان کے حق میں سم قاتل کا اثر رکھتی ہے ضرور لکھتے اور معقول دلائل سے رد کر کے شیخین کی پیشانی سے اس بدنما داغ کو مٹا دیتے ۔۱۲ منہ

ولم یوذن بہا ابابکر وصلی علیہا علیؓ وکان
لعلی من الناس وجھۃ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت
استنکر علی وجوہ الناس فالتمس مصالحۃ ابی بکر
ومبایعتہ ولم یکن بایع تلک الاشھر (دیکھو

رسول اللہ صلعم کیا کرتے تھے۔ پس ابوبکر نے انکار
کیا اور فاطمہ کو کچھ بھی نہ دیا۔ پس غضبناک ہوئیں
فاطمہؑ ابوبکر پر اس بارہ میں۔ اور اُن سے ترک کر دیا
(ملنا) اور ہرگز اُن سے کلام نہ کیا یہاں تک کہ

صحیح بخاری جلد سوم مطبوعہ مصر صفحہ ۳۵ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۱ مطبوعہ) انتقال کر گئیں۔ اور زندہ رہیں فاطمہؑ رسول اللہ
کے بعد ۶ ماہ تک۔ پس جب وفات پائی جناب فاطمہؑ نے تو دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر علی ابن ابی طالبؑ نے
رات کے وقت اور نہ اجازت دی اُن کے جنازہ پر ابوبکر کو اور نماز جنازہ پڑھی علیؑ نے۔ اور جب تک جناب
فاطمہؑ زندہ رہیں لوگ علیؑ کی رواداری اور لحاظ کرتے رہے[1] جب فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا تو علیؑ نے دیکھا
کہ لوگوں کے رخ اُن کی طرف سے بالکل پھر گئے۔ پس فوراً ابوبکر سے مصالحت و بیعت کی درخواست کی[2]
اور نہیں بیعت کی تھی علیؑ نے اُن چھ مہینے تک (جب تک فاطمہؑ زندہ رہیں)

پس ان روایتوں اور حدیثوں سے نتائج مندرجہ ذیل صحیح اور کھلے طور پر برآمد ہوتے ہیں

(۱) جناب امیرؑ خلافت ابوبکر پر راضی نہ تھے اور اس کو باطل سمجھتے تھے مگر خلیفۂ ثانی زبردستی بیعت
لینی چاہتے تھے۔ روایت ترمذی و ازالۃ الخفا و مودۃ القربیٰ و صواعق محرقہ وغیرہ ثابت ہے
کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ
دَارَ (حق علیؑ کے ساتھ اور علیؑ حق کے ساتھ ہے خداوندا پھیر تو حق کو علیؑ کے ساتھ جس جس طرف
علی پھرے یعنی علیؑ مثل آفتاب ہے اور حق مانند اس کی شعاع کے جو اُس سے منعکس ہوتی ہے) اور یہ حدیث
متفق علیہ ہے کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ (دیکھو
شرح عقائد نسفی) یعنی جو شخص مرے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے وہ کافر مرتا ہے۔ اور جناب
امیرؑ نے بروایت مسلم و بخاری معتبر سن بعد ۶ ماہ کے بہ مجبوری بیعت کی پس ان ۶ ماہ کے زمانہ میں

[1] چنانچہ ابن قتیبہ کی روایت میں لکھا جا چکا ہے کہ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ فاطمہؑ جب تک ان کے پہلو میں ہیں
میں ان کو کسی امر میں مجبور نہیں کر سکتا ۱۲ منہ [2] کیونکہ خوب جانتے تھے کہ فاطمہؑ کا انتقال ہو چکا ہے
اب ابوبکر رعایت کرنے اور چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ ادھر عمر اُن کا وعدہ یاد دلا کر کر بانہ [illegible] کا [illegible]
صادق کر دیں گے نہیں تو [illegible] گذر جائیں گے جو ہر صورت میں تباہی اسلام کا باعث ہوگا ۱۲ منہ

حضرت نے کس کو امام سمجھا حالانکہ ایک شب بھی بغیر معرفت امام کے رہنا حرام ہے۔ اگر خلافت حضرت ابو بکر کی حق ہوتی تو حضرت امیرالمومنین سب سے پہلے بیعت کرتے۔

(۲) بڑے بڑے اصحاب جلیل القدر مثل ابوذر و سلمان و مقداد و عمار یاسر کے جناب علیؑ کے ساتھ تخلف بیعت میں شریک تھے جن کی نسبت رسول اللہ نے فرمایا ہے (روی سلیمان و عبداللہ ابنا بریدہ عن ابیھما قال قال رسول اللہ) ان اللہ عزوجل امرنی بحب اربعۃ من اصحابی واخبرنی انہ یحبھم فقیل یا رسول اللہ من ھم قال علی والمقداد وسلمان وابوذر (استیعاب مطبوعہ حیدرآباد جلد اول صفحہ ۲۹۰) یعنی بریدہ کے بیٹے سلیمان اور عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ خدائے عزوجل نے میرے اصحاب میں سے چار سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ وہ (خدا) بھی اُن سے محبت رکھتا ہے۔ پس لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ چار کون سے اصحاب ہیں۔ فرمایا وہ علیؑ ہیں اور مقداد ہیں اور سلمان ہیں اور ابوذر ہیں اِنَّ الْجَنَّۃَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلٰثَۃٍ علیؑ وعمار وسلمان۔ (صحیح ترمذی مع ترجمہ مطبوعہ نولکشور جلد دوم صفحہ ۱۹۰)۔ بتحقیق جنت مشتاق ہے تین شخصوں کی علیؑ کی عمار کی اور سلمان کی۔

ما [illegible] ولا اقلت الغبراء من ذی لھجۃ اصدق ولا اوفی من ابی ذر شبہ [illegible] فقال عمر بن الخطاب کالحاسد یا رسول اللہ فنعرف ذالک لہ قال نعم [illegible] صحیح ترمذی جلد دوم صفحہ ۵۹۳ یعنی فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ نہیں سایہ ڈالا آسمان نے اور [illegible] زمین نے کوئی ذی لہجہ زیادہ سچا اور زیادہ وفا کرنے والا ابوذرؓ سے مانند عیسیٰ بن مریمؑ کے [illegible] سے کہا یا رسول اللہ کیا آپ اس کی ایسی تعریف کرتے ہیں۔ جواب دیا آپ نے ہاں تم بھی اس کی تعریف کرو۔ قال النبیؐ لو کان الدین عند الثریا لنالہ سلمان (استیعاب جلد دوم صفحہ ۵۷) یعنی فرمایا نبی صلعم نے کہ اگر دین ثریا کے قریب بھی ہوتا تو سلمان اُس تک جا پہنچتا یا اُسے حاصل کر لیتا۔ قال رسول اللہ ان عمار املئی ایمانا الی مشاشہ او نیر ملئی عمار ایمانا الی اخمص قدمیہ او من ابغض عمارا ابغضہ اللہ (استیعاب جلد دوم صفحہ ۴۳۵) یعنی فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ بتحقیق عمار کا دل ایمان سے پُر ہے۔ عمار سر سے پاؤں تک ایمان میں ڈوبا ہوا ہے۔ جو عمار سے دشمنی کرے خدا اُس سے دشمنی کرے۔ ملاحظہ کیجئے جو چوٹی کے اصحاب تھے وہ علیؑ ہی کے ساتھ تھے

(۳) جناب عمر نے قسم کھائی ہے اس سبب سے ضرور اس گھر کو مع اہلبیت کے جلا دیتے اگر حضرت علیؑ باہر نہ نکل آتے۔ دوسرے یہ کہ بروایت کتاب العقد جناب ابوبکر نے جب کہا کہ اگر علیؑ و عباسؓ بیعت نہ کریں تو قتال کرنا۔ یہ حکم سُن کر عمر آگ اور لکڑی لیکر آئے تھے جس سے صریح قصد پھونک دینے کا ثابت ہے۔

(۴) حضرات شیخین نے جناب فاطمہؑ پر سختیاں کیں اور ان کے شدائد سے جناب فاطمہؑ کو سخت ایذا پہونچی اور حضرت فاطمہؑ تا دمِ وفات ان سے ناراض رہیں بلکہ بروایت نظام معتزلی [illegible] سقطِ محسن وقوع میں آیا۔ اور وہی جناب سیدہ کے بیمار پڑ جانے اور وفات تا [illegible]

(۵) رسولؐ کی بیٹی شیخین سے ایسی ناراض گئی کہ جنازہ پر ان کی حاضری کی اجازت نہ دی رات کے وقت چپکے سے دفن کر دی گئی۔ اور ایسی بیکسی اور بے بسی کی حالت بھی اپنے چاہنے والے [illegible]

(۶) قرابتدارانِ رسولؐ کے ساتھ ایسی کارروائی کرنے والوں نے آیۂ مودت یعنی قرآن کو پسِ پشت ڈالدیا اور حسبنا کتاب اللہ پر بھی قائم نہ رہے۔

اب ذرا ہماری خاطر سے بخاری اور مسلم کی یہ دو حدیثیں اور بھی پڑھ لیجئے اِنّ فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا اغضبنی (صحیح بخاری مطبوعۂ مصر جلد دوم صفحہ ۱۸۵) فاطمہؑ میرا ایک ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھکو غضبناک کیا۔ اور ان فاطمۃ بضعۃ منی یؤذینی ما اذاھا (صحیح مسلم مطبوعۂ مطبع مجتبائی دہلی جلد ۲ صفحہ ۲۹۰) فاطمہؑ میرا ایک ٹکڑا ہے اُس کی ایذا میری ایذا ہے۔

اِن احادیث کے پڑھنے کے بعد جو آخری نتیجہ نکلتا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ ایسا صریح ہے کہ ہر معمولی عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے۔

مسلمانو! آنکھیں کھولو تقلید آبائی کے غیر واجب طریقہ کو چھوڑو قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ اٰباءنا اولو کان اٰباءھم لا یعلمون شیئاً ولا یھتدون[1] کے مصداق نہ بنو اور اے وہ لوگو جو فخریہ اپنے کو علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد بتاتے ہو اور پھر لباس تسنن پہنے ہوئے اپنوں کی فضیلت سے انکار کرکے غیروں کو ترجیح دیتے ہو اپنے دادا اور دادی کی مصیبت پر غور کرو اور خیال کرو کہ ابھی رسول اللہ صلعم کا انتقال

---

[1] کہتے ہیں کافی ہے ہم کو جس پر کہ پایا ہے اپنے اباواجداد کو کیا اگرچہ اُن کے آباؤ اجداد کچھ نہ جانتے تھے اور نہ ہدایت پر تھے۔ (پارہ ۷، سورۂ مائدہ رکوع ۱۴)

ہوا ہے۔ اُن کی دکھیاری فاقہ کش مصیبت زدہ بیٹی اپنے باپ کے فراق میں بیٹھی زار وقطار رو رہی ہے۔ اُس کے چھوٹے چھوٹے بچے حسنؑ حسینؑ زینبؑ ام کلثومؑ جن میں سب سے بڑے کی عمر سات برس سے زیادہ نہیں ہے اور بے انتہا اپنے نانا سے مانوس ہیں۔ نانا کی گود ڈھونڈ رہے ہیں۔ اُن کی محبت و شفقت یاد کر کے جانیں کھو رہے ہیں۔ اُس کا آفت رسیدہ شوہر جو یوم پیدائش سے آخر دم تک اپنے اخ المعظم اپنے مربی ومحسن اپنے آقا وسردار رسول مختار سے جدا نہیں ہوا۔ اپنے آقا و پیشوا کی مفارقت میں ادھر تو جان سے عاری ہو رہا ہے۔ ڈاڑھیں مار مار کر رو رہا ہے اُدھر اپنی بیوی اور بچوں کی تباہ حالت دیکھ کر غم کھا رہا ہے۔ غرض تمام اہلبیتؑ کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو رہی ہے کہ یکایک وہ ماں جو اپنے کمسن بچوں کو فقر وفاقہ کے عالم میں ویسی ہی چپٹی لئے بیٹھی ہے۔ دیکھتی ہے کہ دوڑ آگئی ہے اور گھر اور گھر والوں کو پھونک دینے کی خوفناک آواز سنتی ہے۔ کسی طرح پھنک جانے سے نجات ملتی ہے تو اُس کے شوہر کو زبردستی پکڑ کر حاکم کے پاس لیجاتے ہیں۔ بیچاری کو باپ کا غم تو ہے ہی اب شوہر کی پکڑ دھکڑ دیکھئے اگر حاکم نے قتل کا حکم دیدیا تو میں ان معصوم بچوں کو لیکر کہاں جاؤں گی۔ اور حال یہ ہے کہ تمام زمانہ مخالف نظر آرہا ہے۔ تصور کرو کلیجوں پر ہاتھ دھرو۔ اگر خدا نخواستہ ہم تم میں سے کسی کو ایسا روز بد پیش آئے تو ہمارے دلوں اور کلیجوں کی کیا نوبت ہو۔ بے تعصبی کی عینک لگا کر ان حالات کو دیکھو غور کرو تحقیق کرو راہ راست اور طریق حق کو اختیار کرو۔

اگر اِس سے بھی تسکین خاطر نہ ہو تو روایت کشف بیت فاطمہؑ کو ملاحظہ کیجئے جو تاریخ طبری۔ کامل مبرد کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ۔ کتاب سقیفہ جوہری شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید تاریخ ابن عساکر جمع الجوامع سیوطی کنز العمال منتخب کنز العمال۔ کتاب الاموال ابو عبیدہ۔ فضائل الصحابۃ خیثمہ بن سلیمان اطرابلسی معجم کبیر طبرانی۔ مختارہ ضیاء مقدسی مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی وغیرہ بہت سی مصنفات میں مذکور ہے۔

تاریخ طبری میں ہے جلد ۴ صفحہ ۵۲ مطبوعہ مصر

حدثنا یونس بن عبد الاعلی قال حدثنا یحیی بن عبد اللہ بن بکیر قال حدثنا اللیث بن سعد قال حدثنا علوان عن صالح بن کیسان عن عمر بن عبد الرحمن بن عوف عن ابیہ انہ دخل علی ابی بکر الصدیق فی مرضہ الذی توفی فیہ

یعنی عبد الرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ وہ داخل ہوئے ابو بکر پر اُس بیماری میں جس میں ابو بکر نے وفات کی تو عبد الرحمن نے ان کو بہت فکرمند پایا۔ عبد الرحمن نے کہا آج تو تم نے صبح کی اس حال میں کہ اچھے ہو۔ ابو بکر نے کہا کیا تم ایسا خیال کرتے ہو۔ عبد الرحمن نے کہا ہاں۔

فاصابه منهما فقال له عبد الرحمن اصبحت
والحمد لله بارئا فقال ابو بكر رض اتراه قال
نعم قال اني وليت امركم خيركم في نفسي فكلكم
ورم انفه من ذالك يريد ان يكون الامر له
دونه ورايتم الدنيا قد اقبلت ولما تقبل
وهي مقبلة حتى تتخذوا ستور الحرير ونضائد
الديباج وتالموا الاضطجاع على الصوف الاذري
كما يالم احدكم ان ينام على حسك والله
لان يقدم احدكم فيضرب عنقه في غير حد
خير له من ان يخوض في غمرة الدنيا وانتم اول
ضال بالناس غدا فتصدونهم عن الطريق
يمينا وشمالا يا هادي الطريق انما هو الفجر
والبحر فقلت له خفض عليك رحمك الله
فان هذا يهيضك في امرك انما الناس
في امرك بين رجلين اما رجل راى ما رايت
فهو معك واما رجل خالفك فهو مشير عليك
وصاحبك كما تحب ولا نعلمك اردت الا خيرا
ولم تزل صالحا وانك لا تاسى من الدنيا
قال ابو بكر رض اجل اني لا اسى على شئ من
الدنيا الا على ثلاث فعلتهن وددت اني
تركتهن وثلاث تركتهن وددت اني فعلتهن
وثلاث وددت اني سالت عنهن رسول الله صلعم
فاما الثلاث التي وددت اني تركتهن فوددت
اني لم اكشف بيت فاطمة عن شئ وان كانوا

ابوبکر نے کہا ہم تم سب کے حاکم ہوئے جبکہ ہم اپنی
نفس میں تم سب سے بہتر تھے پس تم سب کی ناک تم
کو آئی (غصہ ہو گئے) چاہتے تھے کہ خلافت تم ہی
کو ملے دوسرے کو نہ ملے۔ اور دنیا کو دیکھا کہ رُخ
کئے ہوئے ہے حالانکہ وہ وقت آنے والا ہے
کہ تم فرش حریر و دیبا پر خواب کرو گے۔ خدا کی
قسم اگر تم لوگوں میں سے کوئی شخص بغیر حد کے قتل
کر دیا جائے تو بہتر ہے اس سے کہ غمرہ دنیا میں
تم غوطہ زن ہو۔ تم لوگ سب سے پہلے گمراہ کرنے
والے ہو لوگوں کو کہ اُن کے دائیں بائیں کی راہ
روکو گے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ آہستگی کرو خدا
تم پر رحم کرے کیونکہ تمھارے امر میں دو ہی قسم کے
لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جنکی رائے وہی ہے جو تمھاری
رائے ہے تو وہ تمھارا صاحب و ہم رائے ہے
دوسرا وہ جو تمھارے خلاف ہے تو وہ تمھارا
مشیر ہے۔ اور صاحب تمھارا (عمر) جیسا کہ تم چاہتے
ہو اور ہم جہاں تک جانتے ہیں تم نے خیر ہی کا
ارادہ کیا ہے۔ اور ہمیشہ تم صالح و مصلح رہے۔ دنیا
کی کسی بات پر تم کو افسوس نہ ہوگا۔

ابوبکر نے کہا ہاں ہم کو تین بات کا افسوس ہے کہ
کاش نہ کئے ہوتے۔ اور تین بات کا افسوس ہے
کہ کاش کئے ہوتے اور تین باتوں کو کاش رسول
سے دریافت کئے ہوتے۔

وہ تین باتیں جن کو ہم نے کیا اور چاہتے ہیں

قد غلقوه على الحرب وددت انى لم اكن
حرقت الفجاءة السلمى وانى كنت قتلته سريحا
او خليته نجيحا ووددت انى يوم سقيفة
بنى ساعدة كنت قذفت الامر فى عنق
احد الرجلين يريد عمر وابا عبيدة فكان
احدهما اميرا وكنت وزيرا واما اللاتى
تركتهن فوددت انى يوم اتيت بالاشعث
بن قيس اسيرا كنت ضربت عنقه فانه
يخيل الى انه لا يرى شرا الا اعان عليه
ووددت انى حين سيرت خالد بن الوليد
الى اهل الردة اقمت بذى القصة فان
ظفر المسلمون ظفروا وان هزموا كنت
بصدد لقاء او مدد ووددت انى كنت
اذ وجهت خالد بن الوليد الى الشام
كنت وجهت عمر بن الخطاب الى العراق
فكنت قد بسطت يدى كلتيهما فى
سبيل الله ومد يديه ووددت انى كنت
سالت رسول الله لمن هذا الامر فلا ينازعه
احد ووددت انى كنت سالته هل للانصار
فى هذا الامر نصيب ووددت انى كنت
سالته عن ميراث ابنة الاخ والعمة فان
فى نفسى منهما شيئا ص۵۳

کہ نہ کئے ہوتے۔ ایک یہ ہے کہ کشف بیت فاطمہؓ
نہ کئے ہوتے (یعنی حضرت فاطمہؓ کا گھر نہ کھولے
ہوتے اگرچہ وہ لوگ جنگ کرنے کے لئے اُس
کو بند کئے ہوتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ
کاش فجاءہ سلمی کو ہم نہ جلائے ہوتے بلکہ یا چھوڑ
دیتے یا قتل کرتے۔ تیسری بات یہ کہ بروز سقیفہ
ہم اس امر کو ان دونوں عمر و ابو عبیدہ کے کسی
کے گلے میں ڈالے ہوتے کہ کوئی ان میں سے
امیر ہوتا اور ہم اُس کے وزیر ہوتے۔ رہی
وہ تین باتیں جن کو ہم نے نہیں کیا اور چاہتے
ہیں کہ کئے ہوتے۔ ایک یہ کہ اشعث بن قیس کو
جب اس کو گرفتار کر کے لوگ لائے تو ہم اُس کو
قتل کئے ہوتے (مگر بعوض اس کے اپنی بہن
ام فروہ کو اُس کے حوالہ کیا) کیونکہ ہمارے
خیال میں وہ جب کسی امر شر کو دیکھتا ہے تو
اُس کا معین ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جب
خالد بن ولید کو اہل ردہ سے لڑنے کے لئے بھیجا
تو ہم ذی القصہ میں ہوتے اگر مسلمانوں کی فتح
ہوتی تو خیر اور اگر ہزیمت پاتے تو ہم اُن کی مدد
کرتے۔ تیسری بات یہ کہ جب خالد کو ہم نے
ملک شام کی طرف بھیجا تو عمر کو عراق کی طرف بھیجے
کہ خدا کی راہ میں ہم دونوں ہاتھ پھیلا دیتے۔

لیکن وہ باتیں جن کی نسبت ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ سے پوچھے ہوتے۔ ایک یہ ہے کہ
حضرت سے پوچھتے یہ خلافت کس کا حق ہے۔ دوسری بات یہ کہ حضرت سے پوچھتے کہ انصار کا

بھی کچھ حق ہے اس میں کہ نہیں تیسری بات یہ ہے کہ میراث برادرزادی اور عمہ کو دریافت کرتے کہ اس میں ہم کو شک ہے۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ صفحہ ۳ مطبوعہ مصر میں بھی یہی مضمون ہے۔ ان روایات سے نہ صرف واقعۂ قصد احراق خانۂ جناب سیّدہ صلوات اللہ علیہا کی تصدیق ہوئی جس پر سب سے پہلے اظہارِ افسوس کیا ہے بلکہ صحابہ کی دنیاداری بھی بدیہی طور پر نمایاں ہوئی کہ حضرت ابوبکر سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ چاہتے تھے کہ خلافت ہم ہی کو ملے دوسرا کوئی نہ پائے۔

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت حکمِ رسول سے نہ تھی۔ کیونکہ فرماتے ہیں کاش ہم رسول اللہ سے پوچھے ہوتے یہ خلافت کس کا حق ہے۔

ضمیمہ

بعض مؤرخین اہلِ فرنگ کی تحریریں جنابِ امیرؑ اور خلافت کی بابت

(۱) اس پر اُس نے (رسول اللہ صلعم نے) حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ میرے قرابتداروں کو بلا لاؤ جو تعداد میں چالیس کے قریب تھے اُن کی دعوت کرو۔ اور اُن کے آگے ایک بھیڑ اور دودھ کا ایک بڑا برتن رکھدو۔ جب وہ کھا پی چکے تو حضرت اُن کو وعظ کرنے لگے۔ مگر ابولہب خلل انداز ہوا (اور وہ چلے گئے) تو اسی طرح دوسرے دن اُن کی دعوت کی گئی اور جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت کے لعل لب اس طرح دُرفشاں ہوئے۔ "میں نہیں جانتا کہ عرب میں کوئی دوسرا شخص اس سے بہتر تحفہ تمھارے سامنے پیش کرے جیسا کہ میں اس وقت تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں میں تم کو دنیا اور عاقبت دونوں کی بھلائی اور بہتری پیش کرتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اُس کی طرف دعوت کروں۔ پس تو اب تم بتاؤ کہ میرا وزیر میرا بھائی اور میرا خلیفہ کون بنتا ہے۔" جب کوئی نہ بولا تو علیؑ نے کہا کہ "میں بنوں گا۔ میں آپ کے مخالفوں کا دانت توڑ ڈالوں گا۔ آنکھیں نکال ڈالونگا پیٹ پھاڑ ڈالوں گا۔ اور ٹانگیں توڑ ڈالوں گا۔ اُن کے اوپر میں آپکا وزیر بنوں گا۔" تب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کو (جن کی عمر اُس وقت دس گیارہ برس کی تھی) گلے سے لگا لیا۔ اور فرمایا "یہ ہے میرا بھائی۔ میرا وصی۔ میرا خلیفہ۔ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہو۔" (دیکھو اوکلی کی تاریخ اسلام صفحہ ۱۴۔۱۵۔ گبن کی تاریخ اسلام صفحہ ۹۲۔ گبن کی تاریخ روم جلد سوم صفحہ ۴۹۹۔

(۲) اگرچہ سب سے پہلے عمر نے اہل جلسہ کے سامنے ابوبکر کو خلافت کے واسطے تجویز کیا اور سب سے پہلے انکو خلیفہ تسلیم کرکے بیعت کی۔ مگر بعد میں وہ اس انتخاب سے کچھ خوش نہیں ہوا۔ جو اس نازک وقت میں صرف کیا تھا وہ ضرورت یہ تھی کہ کہیں لوگ علیؓ کو خلیفہ نہ بنالیں کیونکہ اگر علیؓ خلیفہ ہو جائیں گے تو خلافت ہمیشہ کو خاندان نبوت ہی میں قائم ہو جائیگی) اس کا ثبوت اُن کی اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ خدا سے دعا کرتے تھے کہ اس بیعت فلتہ کی خرابیوں سے خداوند کریم محفوظ رکھے جو کوئی آئندہ ایسا کریگا اُسے قتل کیا جائیگا۔ اور اگر کبھی کوئی کسی دوسرے کی بیعت خلاف رائے عامہ کے کرے گا تو بیعت کرنے والا اور جس کی وہ بیعت کرے گا دونوں مار دیئے جائیں گے (مطلب یہ کہ اب تو ہم نے ابوبکر کو خلیفہ بنالیا۔ اب جو کوئی علیؓ کو خلیفہ بنائے گا کیونکہ بہت سے لوگ علیؓ کو خلیفہ بنانے کی تجویز کر رہے تھے تو علیؓ سے بیعت کرنے والے اور علیؓ دونوں قتل کر دیئے جائیں گے) ایسی ایسی باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بعد میں اس انتخاب کو ناپسند کرنے لگے لیکن جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ اب علاج کیا تھا۔ سوا اس کے کہ رضامندی ظاہر کرکے چپکے ہو رہیں۔ اب جاننا چاہیئے کہ اگرچہ درحقیقت ابوبکر خلیفہ ہو گئے مگر سب لوگ برابر رضامند نہ تھے کیونکہ بہت سے لوگوں کی یہ رائے تھی کہ خلافت کا حق علی بن ابی طالبؓ کا ہے۔ خلافت اُن کو ملنی چاہیئے۔ (اوکلی کی تاریخ اسلام صفحہ ۱)

(۳) مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد اس امر کی مدعی ہے کہ سب سے پہلے علیؓ نے اسلام قبول کیا۔ اور ایک روایت کے بموجب درحقیقت وہ بہت ہی سابق الاسلام تھے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شکم مادر میں دین اسلام قبول کیا ہوا تھا۔ کیونکہ جب تک حالت حمل میں رہے علیؓ نے اپنی ماں کو بُت کے سامنے نہیں جھکنے دیا۔ اسی واسطے جب مسلمان علیؓ کا نام لیتے ہیں تو کرم اللہ وجہ (خداوند تعالیٰ نے اُن کے چہرے کو بزرگی اور عظمت بخشی کہ اُنھوں نے نہ تو خود کبھی بتوں کو سجدہ کیا نہ اپنی والدہ کو کرنے دیا۔ حالانکہ اور کسی سے ایسا نہیں ہوا۔ کوئی صحابی ایسا نہیں ہوا جس نے کبھی بت کو سجدہ نہ کیا ہو۔ اسی واسطے علیؓ اس دعا کے ساتھ مخصوص کئے گئے) مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا علیؓ میرے لئے ہے اور میں علیؓ سے ہوں (علیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ) وہ مجھ سے وہی درجہ رکھتا ہے جو ہارون موسیٰؑ کے ساتھ رکھتے تھے (صوصی بمنزلتہ ھارون من موسیٰؑ) میں ایک شہر ہوں جس میں تمام علم بند ہے اور علیؓ اوس کا دروازہ ہے (انا مدینۃ العلم وعلی بابہا) اوکلی صفحہ ۳۳۔

(۴) اگر شجاعت خوش طینتی زہد پارسائی عقل و دانائی کے خیال سے دیکھا جائے تو علیؓ ایسا شخص تھا کہ اس قوم میں اُس سے بڑھکر کوئی پیدا نہیں ہوا۔ او کلی ۳۳۵ ۔

(۵) نسب قرابت رسول اور خوخصلت میں علیؓ اپنے تمام اہل وطن سے بڑھے ہوئے تھے اور اس سبب سے عرب کے خالی تخت پر اُن کو پورا پورا حق حاصل تھا۔ ابو طالبؓ کا بیٹا اپنے ذاتی حق سے بنی ہاشم کا سردار تھا اور خانہ کعبہ ور شہر مکہ کا موروثی شہزادہ (حاکم)۔ شمع نبوت خاموش ہو چکی تھی مگر شوہرِ فاطمہؓ کو اُس کے باپ کا ترکہ اور ورثہ ملنا چاہیئے تھا۔ عرب کچھ عرصہ تک عورت کی حکمرانی کے متحمل رہ چکے تھے اور رسول اللہ نے دونوں کو گود میں لیکر پیار کیا تھا اور منبر پر سے فرمایا تھا کہ یہ میرے بڑھاپے کی امیدیں ہیں اور جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ اس سبب سے پہلے مومن کی بابت فرمایا تھا کہ یہ دنیا و عاقبت میں مسلمانوں کا پیشوا ہے۔ اور اگر بعض لوگ (ابوبکر و عمر وغیرہ) زیادہ سنجیدہ اور فظ غلیظ تھے۔ مگر علیؓ کی سرگرمی اور اوصاف حمیدہ تک کوئی مسلمان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ وہ شاعر بھی تھا سپاہی بھی تھا اور ولی بھی تھا۔ بہت سے اخلاقی اور مذہبی مقولوں سے اب تک اُس کی دانائی ٹپکتی ہے۔ اور زبان اور تلوار کی لڑائی میں ہر حریف اُس کی فصاحت اور شجاعت کے آگے مغلوب ہو جاتا تھا۔ اول وقتِ بعثت سے لیکر تجہیز و تکفین کے زمانہ تک اس فیاض دوست نے رسول اللہ کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑا رسول اللہ بھی اس کو نہایت خوشی سے اپنا بھائی اپنا وصی و خلیفہ اور موسیٰؑ ثانی کا ہارون ثانی کہا کرتے تھے۔ ابو طالب کے بیٹے پر بعد میں طعن کی گئی کہ اُس نے باقاعدہ طور پر اپنا حق کیوں طلب نہیں کیا۔ اگر وہ اپنا حق طلب کرتا تو کسی حریف کی کچھ نہ چلتی اور نصِ آسمانی سے اوس کی خلافت کی توثیق ہو جاتی۔ مگر یہ شک و شبہ نہ کرنے والا بہادر اپنی حقیت پر بھروسہ رکھتا تھا۔ اور اِس خیال سے کہ سلطنت کا رشک و حسد پیدا ہوگا اور غالباً اس خیال سے کہ مخالفت ہار ہو گئی رسول اللہ اپنے ارادوں سے باز رہے (یعنی علانیہ خلیفہ نہیں بنایا۔ اُس انگریز مورخ کی یہ رائے عدم واقفیت کی وجہ سے ہے۔ ورنہ رسول اللہ صلعم غدیر خم کے موقع پر علانیہ خلیفہ بنا چکے ہیں۔ اور آخر وقت میں خلافت علیؓ کے نام لکھ دینے کے واسطے قلم دوات بھی طلب کیا تھا جو حریفوں نے نہ دیا اور نہ لکھنے دیا) یہ بات بھی ہوئی کہ رسول اللہ کا بستر بیماری مکار و پُرفن عائشہ بنت ابوبکر سے گھرا ہوا تھا جو علیؓ کی دشمن تھی (یعنی اگر رسول اللہ نے علیؓ کو نماز پڑھانے یا

خیانہ بنانے کا حکم بھی دیا ہو تو اُس کی تعمیل کیونکر ہو سکتی تھی۔ گھر میں عائشہ با سر عائشہ کا رسوخ جو چاہا رسول اللہ کے نام سے لوگوں سے کہدیا وہ ہی ہو گیا۔ علی بیچارے محروم رہ گئے (گبن جلد ۳ ص ۵۱۵)

(۶) ان سب (ابوبکر، عمر، عثمان، علیؓ) میں سے علیؓ سب سے زبردست حق رکھتا تھا۔ وہ صرف رسول اللہ کا داماد ہی نہ تھا بلکہ یاد ہو گا کہ سب سے پہلے بعثت کے اعلان کے وقت رسول اللہ کی مدد کو بھی دوڑا تھا اور اس نازک وقت میں خلیفہ کا خطاب پا چکا تھا۔ اور رسول اللہ نے اس کے ساتھ ہی اس کی فرماں برداری کا حکم دیا تھا۔ گلمن ص ۲۲۵۔

(۷) ۶۳۳ء میں فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا۔ تب علیؓ بھی دیگر صحابیوں کے ساتھ دربارِ خلافت میں آنے جانے لگے اور اُس شکایت کو بالکل بالائے طاق رکھدیا جو اُن کو انتخاب میں نظر انداز کر دینے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔ غالباً اُنھوں نے یہ دیکھا ہو گا کہ عام لوگوں کی نسبت اُن کی مخالفت کرنے کے ساتھ ہو جانے ہی کی پالیسی اچھی ہے دل سے نہیں تو ظاہرداری ہی سہی۔ اگرچہ اُنھیں اچھی طرح یاد تھا کہ رسول اللہ نے خلیفہ صرف اُنھیں کو کیا ہے (خلیفہ کے لقب سے کبھی کسی دوسرے کو معزز و ممتاز نہیں فرمایا۔ گلمن ص ۲۲۶)

(۸) خون کے رشتہ کے لحاظ سے حق خلافت علیؓ کا تھا۔ اور اُس کے اوصاف حمیدہ اور خدمات کثیرہ نے نمایاں طور پر اُسے مستحق خلافت کر دیا تھا۔ جس زمانہ میں اسلام کا آغاز ہی تھا اور حقیر سمجھا جاتا تھا اور مسلمانوں کو کفار آزار پہنچاتے تھے رسول اللہ نے علیؓ کو اپنا بھائی اور وصی فرمایا تھا۔ اُس وقت سے وہ برابر قول و فعل گفتار و کردار میں جاں نثاری کرتے رہے تھے۔ اور اپنی عالی حوصلگی سے ایسے نمایاں طور پر اسلام کا ساتھ دیا تھا جیسا کہ اپنی شجاعت سے ظاہر کیا تھا۔ (ایرونگ خلفائے رسول ص ۱)۔

اب ہم مزید تشفی اہلسنت کے لئے آخر میں اصلی عبارت انگریزی مو. خوں کی بھی درج کرتے ہیں کہ پھر کسی کو عذر نہ رہے۔ پہلے تین عبارتیں متعلق احراق خانۂ جناب سیدہؑ میں اور آخر عبارتیں متعلق ضمیمہ بغور ملاحظہ فرمائیں۔ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ و اہل بیتہ

1. The Hashemites alone declined the oath of fidelity; and their chief, in his own house, maintained above six months a sullen and independent reserve; without listening to the threats of Omar, who attempted to consume with fire the habitation of the daughter of the apostle. (Gibbons Decline & Fall Vol. III P 519)

Omar surrounded the house (of Fatema) with his followers; announced to Ali the election of Abu Bakr and demanded his concurrence. Ali attempted to remonstrance, alleging his own claim but Omar proclaimed the penalty of death decreed all who should attempt usurp the sovereign power in defiance of public will; and threatened to enforce it by setting fire to the house and consuming its inmates. "Oh Son of Khattab!" cried Fatema reproachfully, "thou wilt not surely commit such an outrage!" "Ay will I in very truth," replied Omar, "unless ye all make comman cause with the people" (Irving's successors of Mohamed Page 4).

2. Omar was just going to fire the house, when Fatema asked him what he meant. He told her that he would certainly burn the house down, unless they would be content to do as the rest of the people had done (Ockley's History of the Saracens Page 83).

3. Upon this he ordered Ali to invite his Kinsmen about forty in number, to an entertainment, and to set before them a lamb and a large vessel of milk. When they had done eating and drinking, he began to preach, but being interrupted by Abu lahab, he invited them to a like feast the next day, and when it was over, he harangued them in the following words:- "I do not know any man in Arabia can make you a better present than I now bring you; I offer you the

good both of this world and of the other life. The great God has commanded me to call you to him. Who then will be my Vizier, my brother, my deputy?" While all were silent, Ali said "Sir, I will beat out the teeth, pull out the eyes, rip up the bellies and break the legs of all that oppose you, I will be your Vizier over them"! Then the apostle of God, embracing Ali about the neck, said "This is my brother, my ambassador, my deputy, pay him obedience" (Ockley's History of Saracens, page 14-15, Gilman's Saracens Page 829, Gibbon's Rome vol III page 499)

4. Notwithstanding that Omar was the first to propose Abu Bakr to the assembly and to acknowledge him as Caliph, he [illegible] throve of that choice which necessity [illegible] at that critical juncture. This appears from what he said, namely that he prayed to God to avert the evil consequences which it was to be feared would follow upon such an indiscreet choice. That the man who should do such a thing would deserve death and if any one should ever swear fealty to another without the consent of the rest of the Musalmans, both he that took the government upon him and he that swore to him, ought to be put to death" These and similar expressions were evident signs of his dislike, but the thing being done & past, there was no remedy but to sit down and rest contended. Now though the government was actually settled upon Abu Bakr, all parties [illegible] equally satisfied for a great many were of opinion that the right of succession belonged to Ali, the son of Abu Talib (Ockley Page 330).

5. The greatest part of the Musalmans pretend that Ali was the first that embraced their religion. And according to a tradition he was a very early Musalman indeed, for it seems he made profession of that religion in his mother's womb

For all the time she was big of him he

اپنی شیعہ بی بی کو سنی کرنا چاہا تو شیعہ لڑکی نے کہا آؤ تحقیق کریں کہ قرآن مجید سے سنی مذہب کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے یا شیعہ مذہب کا۔ قرآن مجید جس کے مذہب کو صحیح کہے اُسی مذہب کو ہم دونوں آدمی اختیار کریں چنانچہ یہ زبردست بحث شروع ہوئی اور کل اصول و فروع دین میں دونوں شخص اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے لگے خصوصاً تقیہ۔ تبرا۔ خدا کے مجسم ہونے توحید۔ بدا۔ عدل۔ تحریف قرآن۔ قرآن مجید پر شیعوں کے ایمان ہونے یا نہ ہونے۔ قرآن مجید کے ساتھ سنیوں اور شیعوں کے برتاؤ۔ نبوت۔ امامت۔ خلافت مسح قدمین۔ نماز میں ہاتھ کھولنے بسم اللہ کہنے۔ روزے کے مسائل متعہ کی تحقیق نماز جماعت نجاست مشرکین وغیرہ پر خوب بحثیں ہوئیں مگر ہر مسئلہ میں شیعہ بی بی نے ثابت کر دیا کہ مذہب شیعہ ہی قرآن مجید کے مطابق اور مذہب اہلسنت قرآن مجید کے مخالف ہے۔ آخر سنی مولانا صاحب نے مذہب بدل کر اپنے شیعہ ہو جانے کا اعلان کر دیا۔ ۵۱۶ صفحہ کی اس کتاب میں سنی و شیعہ کے کل اختلافات پر کامل تحقیق و جامعیت سے بحث کر کے صراط مستقیم بالکل واضح کر دی گئی ہے۔ کاغذ۔ لکھائی چھپائی سب اعلیٰ درجہ کی قیمت صرف ڈھائی روپیہ

تاریخ ائمہ آج تک اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں شیعوں کے کل بزرگان دین کے ضروری حالات اور قابل فخر کارنامے خود اہلسنت کی نہایت معتبر کتابوں سے یکجا جمع کئے گئے ہوں اب عظیم الشان کتاب تاریخ ائمہ میں مشہور انبیاء کے ضروری حالات حضرت رسول خدا صلعم کے حالات لکھ کر آپ کی ازواج و اصحاب کرام کے حالات لکھے گئے۔ اس کے بعد حضرات ائمہ اطہار کی مفصل سوانح زندگی اور قابل ناز دینی و دنیوی کارنامے نہایت عجیب عنوان سے لکھے گئے ہیں اس کے بعد ... آپ کی ازواج و اولاد و اصحاب کے بھی نہایت معرفت خیز حالات لکھے گئے ہیں علم دوست حضرات نے تسلیم کیا کہ اس کتاب نے گویا دریا کو کوزے میں بند کیا گیا ہے۔ آج تک ہمارے پیشوایان دین کے ایسے قابل قدر حالات دنیا کی کسی زبان عربی فارسی۔ اردو میں نہیں لکھے گئے۔ جناب مولانا و مقتدانا آقا سید سبط نبی صاحب قبلہ مجتہد اعلی اللہ مقامہ ساکن نوگانواں سادات و شیعہ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے اس کتاب کو اس درجہ پسند فرمایا کہ بہت نسخے بذریعہ وی۔ پی طلب کئے اور اسے علی گڈھ کالج و اسکول کے شیعہ طلبا کے نصاب تعلیم میں کرا دیا۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی سب اعلیٰ درجہ کی۔ ضخامت ۵۱۶ صفحہ قیمت صرف عہ مگر خریداران ادارہ سے صرف ۶ علاوہ محصول ڈاک۔ جلد طلب کیجئے۔ یہ کتاب ایک نعمت بے بہا ہے اگر جلد نہیں منگائیے گا تو دوسری طبع کا شدید انتظار کرنا ہوگا۔ کیا عجب اس کتاب کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا جائے۔

مجالس خاتون اردو زبان میں چند سال قبل تک کوئی کتاب ایسی نہیں ملتی تھی جو خاص عورتوں کی

زنانی مجلسوں کے لئے لکھی گئی ہو۔ اور جس کو بہنیں خود پڑھ کر دوسری بہنوں کو سنائیں اور انھیں متاثر کرتیں۔ یہ کمی بہت دنوں سے محسوس ہو رہی تھی۔ اس کو رفع کرنے کے لئے کتاب مجالس خاتون لکھی گئی جس میں پہلی محرم سے ۱۰ محرم تک ہر روز اور ہر رات میں عورتوں کے پڑھنے کی تین تین مجلسیں لکھی گئیں۔ اس طرح ۳۰ مجلسوں کا یہ ایسا قیمتی ذخیرہ ہو گیا ہے جس کا ہر شیعہ عورت کے پاس وقت رہنا ضروری ہے ہر مجلس کے اخیر میں مضامین بہت رقت خیز اور رلانے والے درد ناک نوحے بھی لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ بہنوں کو حدیث پڑھنے کے بعد کسی دوسرے نوحے کے لکھنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ اسی کتاب سے یہ ضرورت بھی رفع ہو جائے پہلی دفعہ چھپ کر کتاب ختم ہو گئی تھی اب دوبارہ چھپوائی گئی ہے۔ اس کے بھی صرف چند نسخے باقی ہیں جلد منگا لیجئے ورنہ تیسرے چھاپے کا انتظار کرنا ہوگا۔ قیمت ۱۲؎

حضرت ابوبکر حضرت ابوبکر کی سوانح عمری بھی خدا کے فضل و کرم سے بڑی تحقیق و جامعیت سے لکھی اور شائع کی گئی ہے جس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں مدح کے مفصل حالات ہجرت تک درج ہوئے ہیں۔ اس میں خاص کر یہ مضامین نہایت دلچسپ و ایمان افروز ہیں۔ آپ کی نسبی حالت اور عرب میں آپ کے خاندان کی حیثیت آپ کے والدین و اجداد اخوات و دیگر اعزہ مخصوصین کے حالات۔ آپ کا خاندانی پیشہ۔ آپ کے خاندانی پیشہ کے نتائج اور اس کے دنیوی و دینی نقصان آپ کی اولاد و بیبیوں کے حالات۔ حلیہ۔ نام کنیت۔ القاب۔ اور ان کے وجوہ و اسباب۔ عہد طفولیت تعلیم و تربیت۔ ذریعہ معاش حضرت رسول خدا سے آپ کا برتاؤ۔ خاندان بنی ہاشم سے تعلقات حضرت عمر سے تعلقات۔ زمانۂ جاہلیت کے کارنامے اور اس عہد میں آپ کے مذہب کی تحقیق۔ آپ کا قبول اسلام اولیت اسلام کی بحث۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کے اسباب و علل۔ آپ کے اسلام یا ایمان کی حقیقت۔ ابتدائے اسلام میں آپ کا جہاد اور اس کا نتیجہ حضرت رسولخدا کی مالی اعانت کرنے کی تحقیق آپ کے دل پر حضرت رسولخدا اور اسلام کی عزت و محبت حضرت عائشہ کی شادی حضرت رسولخدا کے ساتھ بیبیوں کی جب کہ وہ صرف چھ سال کی تھیں۔ کب چھ سالہ لڑکیوں کی شادی ملک کے شریف لوگوں میں ہوتی تھی ہجرت میں آنحضرت آپ کو اپنے ساتھ لے گئے یا آپ خود ہی چلے گئے۔ سفر ہجرت کے کارنامے معیت غار اور اس کے کارنامے۔ کاغذ لکھائی چھپائی اعلیٰ۔ ۲۰۰ صفحہ قیمت ۱۲؎

مشعل ہدایت جناب حاجی سید اظہار حسنین صاحب بی۔ اے مجسٹریٹ پنشنر کھجوا کی مشہور اور زبردست تحقیقی کتاب جس میں دکھایا گیا ہے کہ خدا اپنے کلام پاک میں رسول خدا اور اُن کے آل و اصحاب کے لئے کیا فرمایا ہے اور قرآن مجید سے آل اطہار کا کیا پایہ ثابت ہے اور اصحاب کس مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان حقائق کی موجودگی میں امت پر کس کی پیروی اور کس حد تک فرض ہے۔ بہت ہی قابل قدر کتاب ہے حجم ۱۴۲ صفحہ قیمت صرف ۸؎۔ المشتھر منیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار) P.O. Kujhwa (Bihar Circle)

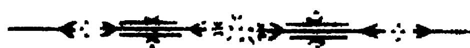
(سید غازی الدین حیدر نے جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ کے واسطے اصلاح پریس کھجوا میں چھاپکر شائع کیا)

اصلاح

نمبر ۳ | ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۸ھ | جلد ۴۳

مدیر

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم



دار الاشاعۃ

کھجوا (صوبہ بہار)

(کتبہ اکبر حسین جون پوری)

چندہ سالانہ عام خریداروں سے ... قیمت فی پرچہ ...

چندہ سالانہ خاص ہمدردوں سے پانچ روپیہ مع محصول ڈاک

مکرر پرچہ نہیں جا سکتا

بعض بردران اصلاح اپنے پرچوں کی پوری حفاظت نہیں کرتے اور سال ختم ہونے پر دفتر اصلاح میں شکایت کرتے ہیں کہ اتنے نمبر نہیں ملے مکرر فوراً بھیج دیجئے۔ ان کل حضرات سے التماس ہے کہ جس وقت رسالہ پہونچا کرے پڑھکر اگر صندوق یا الماری میں مقفل کرکے بند کردیا کریں تو کوئی نمبر ضائع نہ ہو۔ ہاں ایک نمبر پہونچنے پر اگر ہمیں معلوم ہوگا کہ قبل کا نمبر نہیں ملا تو وہ مکرر روانہ کردیا جائیگا مگر دو تین نمبروں کے بعد قبل کا نمبر طلب کیا جائیگا تو نہیں جا سکتا۔ مثلاً نمبر ۵ پہونچنے پر اگر لکھا کہ نمبر ۴ نہیں ملا تھا تو مکرر بھیجدیا جائیگا لیکن اگر نمبر ۱ یا ۲ طلب کیجئیگا تو وہ نہیں جا سکتا۔ بلکہ اس کے لئے فی نمبرہ ۲ قیمت آپ کو بھیجنی پڑے گی اس کا خیال رکھیں۔

جو لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل جاتے ہیں

وہ فوراً دفتر اصلاح میں بھی اپنے جدید پتے کی اطلاع دیدیا کریں ورنہ انکا رسالہ اصلاح سابق پتے پر جاتا رہیگا اور پھر دفتر سے مکرر نہیں بھیجا جائیگا اکثر حضرات اسکی پابندی نہیں کرتے جس سے دفتر کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

سنہ ۱۳۵۸ ہجری کا چندہ اصلاح

۱۳۵۷ و ۱۳۵۸ ہجری کا چندہ اصلاح جن حضرات نے ابتک نہیں بھیجا وہ فوراً بذریعہ منی آرڈر روانہ کرکے شکر گزار کریں ورنہ آیندہ نمبر ضرور دی پی روانہ کیا جائیگا جس میں آپکا ۳ر پیسہ فضول خرچ ہو جائیگا۔ بہت حضرات وی۔پی پہونچنے پر شکایت کرتے ہیں کہ وی۔پی کیوں بھیجدیا خط لکھکر چندہ کیوں نہیں طلب کیا۔ ان سب کی خدمت میں التماس ہے کہ دفتر میں اتنے محرر نہیں ہیں کہ ہر شخص کو طلب چندہ کا خط لکھا کریں اور نہ اتنا مال ہے کہ ہر شخص کو ہر ماہ پوسٹ کارڈ بھیجا جایا کرے پس اس اطلاع کو آپ حضرات کارڈ خیال کرکے فوراً اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرماویں کیونکہ وی۔پی بھیجنا ہمارے لئے بڑی مصیبت ہے۔

ناول جوہر قرآن و سوانح عمری حضرت عمر

دفتر اصلاح کے مشہور دلچسپ ناول تصویر عزا کے ختم ہونے پر برابر فرمائشیں آ رہی ہیں مگر ہم بھیجنے سے مجبور ہیں اور وہ حضرات اسکے دیکھنے کے لئے بیچین ہیں اب اسی طرح جو حضرات اسی وقت سے رسالہ اصلاح کے خریدار نہیں ہونگے اور ناول جوہر قرآن و سوانحعمری خلیفہ دوم ختم ہونے پر طلب کرینگے تو بہت افسوس کرینگے پس جلد علم دوست حضرات اصلاح کے خریدار ہو جائیں۔

ہندو پنڈت کا رسالہ خلافت

ایک ہندو پنڈت ہرنام صاحب نے مسئلہ خلافت و امامت پر وہ زبردست تحریر شائع کی ہے جس سے بھی مذہب شیعہ کی حقیت مثل آفتاب روشن ہوئی ہے اس رسالہ نے برادران اہلسنت میں زلزلہ ڈال دیا۔ رسالہ اصلاح کو جدید خریدار دیکر یہ کتاب مفت طلب کیجئے

المشتہر:۔ مینجر اصلاح کھجوا (بہار)

اردو تفسیر قرآن

نہایت تحقیق و جامعیت سے شایع ہو رہی ہے۔ آج تک ایسی تفسیر اردو زبان میں نہیں چھپی تھی۔ صرف دو روپیہ سالانہ میں۔ ۴۸ صفحہ ماہوار آپ کے پاس پہونچتی رہیگی۔ جلدی طلب کیجئے ورنہ دوبارہ اس کا چھپنا دشوار ہوگا۔ المشتہر:۔ مدیر دائرہ تحقیق کھجوا

فہرست مضامین اصلاح نمبر ۳ ماہ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ جلد ۴۲

پہلے اس کو پڑھئے

کل ہمدردان [illegible] کی خدمت میں ضروری التماس ہے کہ [illegible] اصلاح سال [illegible] اردو عربیت [illegible] دو جدید خریدار بھی ضرور مہیا فرمائیں [illegible] جلد [illegible] تحفۂ بخاری فوراً شروع کر دیا جائے [illegible] روشن ہے۔

لکھنؤ کا اسلام کش جلوس مدح صحابہ

[illegible] یوپی گورنمنٹ نے [illegible] ہی اپنا سابق فیصلہ منسوخ کر کے [illegible] راسیے بہی خواہوں ہمدردوں اور سچے مشیروں کی رایوں کو ٹھکرا کر لکھنؤ کے گویا دیدان مقام پرچی بیش باغ کے قبرستان سے چار باغ کے میدان تک ۱۲ ربیع الاول کو سہ پہر کے وقت مدح صحابہ کا اسلام کش جلوس نکلوا دیا۔ مگر اسکے لئے اس کو جو پریشانی ہوئی اور پبلک [illegible] کا جس قدر مال خرچ ہوا اس کا حساب بتانا دشوار ہے۔ انس [illegible] ان کی [illegible] لکت [illegible] بڑی بے [illegible] بنگالی۔ انگریزی ہندی اور اردو وغیر مسلم اخبار ملامت کر رہے ہیں [illegible] انتہائی مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہے۔ سینوں سے صرف [illegible] آدمیوں [illegible] فاتح بن کے اور مدح صحابہ پڑھکر اس کو امیدوار کر دیا تھا کہ [illegible] [illegible] نہ کرتے [illegible] سے [illegible] ہزار گنا بڑھ گئے [illegible] اس پریشانی کی وجہ سے علیل ہو کر [illegible] بیٹھ گئے [illegible] افسران [illegible] زندگی بسر کر رہے ہیں۔ [illegible] کہ باز آید پشیمانی

حکومت یوپی کی اس کارروائی [illegible] [illegible] نے [illegible] لکھ رہے ہیں اور اسکی غلطی پر [illegible] [illegible] وہ اپنے اس فعل سے دنیا والوں کی نظر میں نہایت درجہ بد نام ہو گئی بلکہ اس [illegible] اور اس نے اچھی طرح ثابت کر دیا کہ ابھی ہندوستان کسی طرح [illegible] [illegible] آئندہ [illegible] سال تک اس میں اسکی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے۔ غلامی ہی اس کے لئے موزوں اور اسی میں اس کا امن ہے کیونکہ یوپی حکومت [illegible] [illegible] رائج ہے نہ مدراس میں۔ نہ کلکتہ میں۔ [illegible] نہ کابل نہ بغداد [illegible] مصر [illegible] مدینہ منورہ [illegible] مکہ معظمہ میں [illegible] اس سے قبل کبھی کسی اسلامی حکومت میں یہ آگ روشن کی گئی [illegible] پہلے [illegible] کیا بلکہ سنی علماء فرنگی محل [illegible] علماء [illegible] اس فعل کو بدعت۔ گناہ حرام موجب غضب خدا [illegible] اہل سنت کے چند عوام کی شورش سے [illegible] ہندوستان [illegible] [illegible] عداوت و نفرت کا نہایت خطرناک سامان مہیا کر دیا۔ [illegible] کچھ نہیں آتا۔

برٹش گورنمنٹ کا فرض

ہندوستان کی حکومت کو برٹش گورنمنٹ نے اپنے ہاتھ میں لیکر اس ملک کو ہر درجہ ترقی دی اور اسکے باشندوں کو اس عہد حکومت میں جو امن عافیت۔ اطمینان۔ خوشحالی اور مذہبی آزادی حاصل رہی اس سے آنکھوں کے اندھوں اور عقل کے دشمنوں کے سوائے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد ہندوستانیوں نے شور و غل کر کے سوراج حاصل کیا اور برٹش گورنمنٹ نے بطور امتحان ان لوگوں کو حکومت خود اختیاری دیکر اپنے کو ایک حد تک علیحدہ کرلیا۔ تو اسکے تھوڑے ہی دنوں میں ہندوستان فتنہ و فساد کا میدان بن گیا۔ زمینداروں اور کاشتکاروں۔ کاشتکاروں اور شکمی بندوبست والوں۔ مالکوں اور نوکروں۔ کارخانہ داروں اور مزدوروں۔ [illegible] غرض ہر پیشہ والوں کی نزاع کام لینے والوں سے ہر طرف چھڑی ہوئی ہے۔ ہندو اور مسلمانوں میں ہر جگہ اور ہر وقت جنگ و جدال کا بازار گرم ہے۔ کہیں گائے کی قربانی پر [illegible] کہیں باجے پر۔ کہیں زبان پر۔ کہیں اپنے حقوق پر۔ [illegible] سکھوں کی جنگ بھی ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ مسجد شہید گنج [illegible] جانب کی اکثر فردیں ہر تب میں [illegible] اس طرف سنی شیعہ کی جنگ نے بھی پورے ہندوستان میں تلاطم [illegible] تبرا [illegible] سنی شیعہ نزاع کی خبریں موجود رہتی ہیں۔ [illegible] جیل میں بھر گئے مگر یو پی گورنمنٹ نے ان لوگوں کی [illegible] اگر کوئی شخص بری چھڑی رکھتا ہے تو اسکی بھی اسکو محنت ہوئی اور [illegible] یو پی گورنمنٹ نے شیعوں کے ساتھ [illegible] حالات میں کیا ہندوستان کی قوموں کو ایسے لوگوں کے ہاتھوں مصائب میں چھوڑ دینا برٹش گورنمنٹ پسند کرسکتی ہے؟ برٹش گورنمنٹ مظلوم کی حمایت کرتی رہی ہے [illegible] اسکے لئے ضروری ہے کہ فوراً ہندوستان کی طرف متوجہ ہو اور یہاں کی [illegible] جماعتوں [illegible] اقلیتوں کو خصوصاً تباہی و بربادی سے نجات دے۔ خصوصاً یو پی جو ہندوستان کا قلب کہا جاسکتا ہے شدید ترین مہلک امراض میں مبتلا ہے۔ برٹش گورنمنٹ بڑے بڑے لیڈروں کے دھوکے فریب میں نہ رہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ [illegible] بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو ہضم کر جائے۔ اور ان غریبوں کا کوئی بھی پوچھنے والا نہ ہو۔ بلکہ اکثریت اقلیت کو فنا کے گھاٹ اتار دے۔

مدح ثلاثہ؟ ایک ہندو پنڈت کے قلم سے

میں قوم کا برہمن۔ مذہب کا آزاد خیال ہندو ہوں۔ ملکی بچوں کی خدمت میرا آبائی پیشہ ہندی اور اردو اخبارات کا مطالعہ میرے مشاغل ہیں۔ میرے تعلقات ہندوؤں سے زیادہ مسلمانوں سے ہیں۔ بیجا ہٹ دھرمی کو ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھتا رہتا ہوں۔

لکھنو کی عام فضا کے متعلق ایک ہندو ہونے کی حیثیت سے مجھے قلم اٹھانے کا کوئی حق نہیں لیکن مظلوم کے ساتھ ہمدردی اور ظالم کے ساتھ نفرت ایک فطری اور نیچرل چیز ہے۔ میرے الفاظ جانبداری سے پاک اور تحریر فرقہ پرستی سے آزاد ہوگی۔ لکھنؤ میں اہلسنت کی طرف سے مدح صحابہ اور شیعوں کی طرف سے تبرہ کے معاملہ میں کشاکش اور قوت آزمائی ہو رہی ہے۔

جہاں تک علم تاریخ کا تعلق ہے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ سُنی صاحبان خلفاء اور اپنے نبیؐ کے ان صحابیوں کی مدح سرائی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں جنھوں نے رسولؐ کی وفات کے بعد قبل اسکے کہ رسولؐ دفن ہوں قوت و اقتدار سے سب سے پہلے خلافت پر قبضہ کیا۔ زاں بعد شمشیر بکف ہوکر غیر مسلم ممالک پر چڑھائی کی۔ اور ہر اس شخص کو جس نے اسلامی کلمہ پڑھنے سے انکار کیا تلوار کی گھاٹ اُتار دیا گیا۔ اس سے فراغت پاکر کچھ صحابہ نے نواسۂ رسولؐ کی طرف رُخ کیا اور اپنی دانست میں میدان کربلا میں سیدوں کو تہ تیغ کرکے خوشی و مسرت کے نعرے لگاتے ہوئے کوفہ و شام میں رنگ رلیاں منائیں۔ پھر کچھ صحابہ نے اپنے خدائی گھر یعنی کعبہ میں منجنیق سے آگ و پتھر برسائے اور ایک سچے مسلمان کو کعبہ کے اندر ذبح کرڈالا۔ پھر کچھ صحابہ نے اپنے رسولؐ کے دوسرے گھر یعنی مدینہ کا رُخ کیا اور مسجد رسولؐ میں خچر اونٹ و گھوڑے باندھکر کنیاؤں کی عصمت دری کی وغیرہ وغیرہ۔

آج ہمارے مذہبی تقاریب میں مسجد کے سامنے باجہ بجانے پر ہم سے ہر جگہ تصادم کیا جاتا ہے لیکن عہد سابق میں مسجد نبی کی بے حرمتی کرنے والوں کی مدح کی جاتی ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ رسولؐ اپنے چچیرے بھائی علیؑ کو اپنا جانشین کر گئے تھے۔ ایسی حالت میں تینوں خلفاء کی خلافت جائز نہ تھی فرقہ شیعہ مظلوم کے ساتھ ہمدردی اور ظالم کے ساتھ نفرت کا برتاؤ اپنا عین ایمان سمجھتا ہے۔ اس فرقہ کے نزدیک بعض صحابہ کا شمشیر بکف ہوکر قتل عام کرنا اور غیر مسلمین کو زبردستی مسلمان کرنا مستحسن فعل نہیں۔ اگر اسلام اچھا مذہب ہے تو تبلیغ کرو اسکی خوبیاں بیان کرو۔ اس کے اخلاقی تعلیم کا عملی ثبوت دے کر اسلام کی طرف دوسروں

کو دعوت دو تلوار سے اسلام پھیلانا نہ خدا کا حکم تھا نہ ان کے رسولؐ کا عمل۔ علیؑ اور اولاد علیؑ کا دامن اس قسم کی کارروائیوں سے بالکل پاک رہا۔ میں نے مسلمانوں کے دونوں مذاہب کا جائزہ لیا۔ حالات بتلاتے ہیں کہ شیعہ قوم بہت خاموش، غیرت دار، مہذب اور مرنجاں مرنج جماعت ہے۔ سلف سے لے کر اس وقت تک کے حالات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ شیعہ میدان میں ہمیشہ دفاعی اور جوابی حیثیت سے آئے۔ برخلاف اس کے اسلام ہی میں ایک ایسا فرقہ بھی ہے جو نہ کبھی خود چین سے بیٹھا نہ دوسروں کو بیٹھنے دیا۔ آج کل بھی دیکھ لیجئے۔ بنارس، الہ آباد، کانپور میں ہندوؤں سے، اسمبلی میں کانگریس سے اور لکھنؤ میں شیعوں سے محاذ قائم کر رکھا ہے۔ خود بھی پریشان۔ ہمسایوں کو بھی پریشان و تباہ کر رہے ہیں۔ گویا پرماتما کے نزدیک لڑائی مستحسن چیز ہے کہ چین سے رہیں گے نہ رہنے دینگے: افسوس ہے اُن لوگوں پر جسکے دشمن بنے اس کو ذلیل کیا۔ ان نادان دوستوں نے تھوڑی سی مدح صحابہ کر کے اپنے پیشوایان پر تبرّٰی کی اتنی بوچھار کرائی کہ تیرہ سو برس میں اتنی نہ ہوئی ہوگی۔ لیڈر بننے کی ہوس اور غالباً شکم پری کی طمع نے سب گوارا کرا دیا۔ متمدن جماعت کو ان سے بھلائی کی امید کیا ہوسکتی ہے؟ (نوشتہ عالی جناب پنڈت رام لال صاحب مراد آبادی)

سر محمد یعقوب ممبر کونسل آف اسٹیٹ کی رائے

مراد آباد ۲ رمئی۔ سر محمد یعقوب نے لکھنؤ کے شیعہ سنی قضیہ پر ایک بیان دیا ہے جسمیں آپنے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں یہ بہت اہم اور قابل غور بات ہے کہ وہ سنی اور شیعہ لیڈران جو اس افسوسناک جنگ میں حصہ لے رہے ہیں کانگریس اور یوپی وزارت کے براہ راست اثر میں ہیں۔ آنریبل حافظ محمد ابراہیم اور آنریبل مسٹر رفیع احمد قدوائی کا مولوی حسین احمد پر جو سنی طبقہ کے لیڈر ہیں بہت اثر ہے۔ اسی طرح مسٹر حیدر مہدی شیعہ لیڈر کے وزیر اعظم پنڈت جی سے دوستانہ تعلقات ہیں اور وزیر اعظم کا ان پر بھی اثر ہے اس لئے میرے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ اگر وزراء ان دونوں جماعتوں کے افراد پر اپنا اثر ڈالیں تو نزاع طے نہیں ہوسکتی۔ اسی سلسلہ میں سر محمد یعقوب نے فرمایا کہ بہت عرصہ تک یہ سنا جاتا رہا کہ اہل برطانیہ ہندوستان میں تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی پر عامل ہیں اور اب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے جانشین کانگریسی گورنمنٹ بھی انھیں کی پالیسی پر عمل کر رہی ہے۔ یہ امر قابل اطمینان ہے کہ لکھنؤ کے پڑھے لکھے اور مجتہد اور سنی جنہیں علمائے فرنگی محل بھی ہیں اس قضیہ سے علیحدہ رہے۔ سر محمد یعقوب نے آگے چل کر فرمایا کہ میں خود ایک پکا سنی ہوں اور فخر کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ میں اس خاندان سے ہے جو مذہبی امن پسندی میں ممتاز تھا اور ایک مذہبی حلقہ تھا۔ مجھے اس کہنے میں

بالکل نہیں کہ جس طریقہ پر مدح صحابہ کی اب خواہش کی جا رہی ہے اور اُن سنیوں کیطرف سے جو اس ایجی ٹیشن کے لیڈر ہیں وہ بالکل ہی ایک جدید بات ہے اور اسکی تائید میں سنیوں کے مذہب میں کوئی احکام اور کوئی پہلو جواز نہیں۔ اسی طرح لکھنؤ کے شیعہ تبرا کے شارع عام پر پڑھنے کا جو مطالبہ کر رہے ہیں اور اس سلسلہ میں جو طریق عمل اختیار کر رہے ہیں وہ بہت نقصان دہ ہے۔ سر محمد یعقوب نے آگے چل کر کہا کہ یو۔پی گورنمنٹ آسانی سے اس طرح امن قائم کر سکتی ہے کہ وہ لکھنؤ میں مدح صحابہ اور تبرا دونوں کے جلوس کو شارع عام پر ممنوع قرار دیدے اور سابقہ حالات کو باقی رکھے لیکن اگر گورنمنٹ اپنے اس فریضہ کی ادائیگی میں مجبور ثابت ہو تو لکھنؤ کے سنیوں کا یہ باعزت اور فیاضانہ طرز عمل ہوگا کہ وہ گورنمنٹ کی اعانت سے دستبردار ہو جائیں جو اس نے اپنے خاص مقاصد کے ماتحت سنیوں کو دی ہیں

پیغام عمل (از جناب صبا لکھنوی)

اے غلامانِ شہید کربلا ہوشیار رہو :: امتحانِ دل جگر کا وقت ہے بیدار رہو
تم کو کیا ڈر ہے زمانہ مائلِ آزار ہو :: دینِ حق اب چھوڑ دو یا موت پر تیار رہو
آگیا عہدِ یزیدی، خنجرِ ایماں سے :: جان دے دینا حسینؑ ابن علیؑ کی شان سے
ہوگئی دنیا تمہاری دشمنوں سے باخبر :: آج پھر دکھلا دو شیرو قوتِ قلب و جگر
کیا نہیں ہیں واقعاتِ ماسبق پیشِ نظر :: چل رہے ہیں خنجرِ ظلم و جفا۔ مانا۔ مگر
اس طرح دنیا تمہارے خون کی پیاسی نہیں :: لاکھ ظالم ہو حکومت عہد عباسی نہیں
گردنِ مظلوم پر تو خنجرِ فولاد رکھ :: بسملوں کو زندگی بھر مائل فریاد رکھ
ظلم جو چاہے روا اے بانیِ بیداد رکھ :: خون ہی یہ اور ہے ظالم حکومت یاد رکھ
اور ابھرے گا جو دامن سے چھڑایا جائے گا :: رنگ اتنا لائے گا جتنا بہایا جائے گا
ظلم کی رسی میں باندھے بیگناہوں کے گلے :: ناوکِ بیداد مظلوموں کے سینوں پہ چلے
سختیاں قیدِ ستم کی اور نازوں کے پلے :: باز آسکتے ہیں لیکن حسینی من چلے
اپنے نعروں سے ہلا دیں قصرِ بدعت تو سہی :: خود اُلٹ جائے نہ یہ تختِ حکومت تو سہی

تبرا کی ہندوستانی مثال

السپ کمیٹی کی منظور شدہ رپورٹ کے خلاف مولوی حسین احمد مدنی صاحب اور چند دیگر کانگریسیوں کو خوش کرنے کے لیے مدح صحابہ (مدح ثلاثہ) کی اجازت دیدی گئی۔ کمیٹی مذکور نے صاف لکھدیا تھا کہ مدح صحابہ کی تحریک ایک نو ایجاد شے ہے جو صرف فرقہ شیعہ کی دل آزاری کے لئے تصنیف کی گئی ہے۔ اگر مدح صحابہ کی اجازت سنیوں کو دی گئی ہے

تو شیعوں کو بھی علانیہ تبرا کی اجازت دیدی گئی۔ گورنمنٹ نے اس رپورٹ کو [illegible] نامنظور کر دیا تھا مگر پورا ایک سال بھی نہیں ہوا۔ یہی سبب ہوا کہ لکھنؤ میں فرقہ شیعہ نے اجازت جدیدہ کا تبرا سے احتجاج کیا ہے اور ہندوستان کے ہر مقام سے شیعہ سمٹ سمٹ کر آ رہے ہیں اور لکھنؤ والوں کے ساتھ گرفتار ہوتے جاتے ہیں۔ دو تین ہفتوں کے اندر ساڑھے پانچ ہزار شیعہ جن میں بڑے بڑے معززین شامل علما و وکلا و [illegible] زمینداران وغیرہ بھی شامل ہیں جیل کی چہار دیواریوں کے اندر اسیر ہیں اور ہنوز جوش و خروش کے ساتھ سلسلہ گرفتاری جاری ہے۔ مطالبہ یہ ہے کہ گورنمنٹ اجازت مدح صحابہ کو منسوخ کر دے یا شیعہ فرقے کو بھی تبرے کی اجازت دے جیسا کہ [illegible] کمیٹی نے سفارش کی تھی۔ میرے پاس کئی خطوط ہندو بھائیوں کے آئے جن میں انھوں نے تبرے کے معنی دریافت کئے۔ چونکہ میں گورکھپور کا تیس پینتیس سال سے مشنری ہوں۔ سری گورکھشنی مہا سبھا گورکھپور کا بھی ایک خط آیا ہے۔ لہذا ہندو دل نے عوام کو تبرے کا مفہوم بتانا پڑتا ہے [illegible] بیٹھے [illegible] مثال کافی ہے۔ مثلاً ایک [illegible] اٹھ کھڑی ہو اور ان کا توصیفی جھنڈا خلاف مہاراجہ رام چندر جی [illegible] تعریفی جھنڈا خلاف حضرت کرشن جی نکالے تو کیا ہندو قوم ایسے جھنڈوں کا نکالنا برداشت کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں [illegible] ان بزرگوں سے نفرت کا اظہار کرنا تبرا ہے۔ بس یہی معنی تبرا کے ہیں یعنی کسی سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کرنا مسلمانوں کی اصطلاح میں تبرا ہے۔ شیعیان لکھنؤ نے مدح صحابہ کے جھنڈے کے خلاف اظہار نفرت کیا ہے اور اسی کو فرقہ شیعہ تبرا کہتا ہے اور اسی پر گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ بہتر ہے گورنمنٹ اپنی غلطی تسلیم کر کے اس جھگڑے کو جو دو بھائیوں [illegible] کے درمیان چل رہا ہے عمدگی کے ساتھ [illegible] چاہیئے۔ مبادا کوئی بدتر صورت پیدا ہو جائے جس کی ذمہ داری صرف اسی گورنمنٹ پر [illegible] اور اپنے نام کو [illegible] (سید ظہیر احمد رضوی وکیل سیتاپور)

امن و امان کے لئے کانگریس کی پالیسی کیا ہے؟ خطرہ

[illegible] پانیر لکھنؤ [illegible] کی سرخی کے تحت ایک مقالہ رسید قلم کیا ہے جس میں موصوف نے لکھا ہے کہ کانگریس [illegible] اتحاد کی [illegible] ہے۔ اگر گورنمنٹ یہ چاہتی ہے کہ امن و قانون کی عزت دلوں میں قائم ہو تو اسے پہلے اپنے [illegible] کے دلوں میں یہ خط پیدا کرنا چاہیئے اور [illegible] کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے۔ اسکی ذمہ داری خود کانگریس پر عائد ہوتی ہے کیونکہ کانگریس یہ نہیں چاہتی [illegible] ایک [illegible] پیدا ہو جائے [illegible] سمجھنا چاہیئے تھا کہ اپنی کمیٹی کے فیصلے کے خلاف [illegible] اگرچہ یہ غلطی اسی وقت کانگریس نے [illegible] ہے ہم سے [illegible] تو سب [illegible] ہو جائیگی۔

اخبار لیڈر کا تبصرہ

الہ آباد کے مشہور انگریزی اخبار لیڈر نے جس کے ایڈیٹر مشہور مسٹر چنتامنی ہیں مدح صحابہ کے متعلق اپنی اشاعت مورخہ ۸ مئی میں ایک مقالہ "کانگریس اور غیر قانونی حرکات" کے عنوان کے ماتحت لکھا ہے جس میں لکھنؤ کے شیعہ سنی قضیہ پر بھی مندرجہ ذیل خیالات ظاہر کئے ہیں۔

کانگریس گورنمنٹ نے شیعہ سنی قضیہ کو غلط طریقہ پر فیصل کر کے شیعوں کے جذبات کو اس حد تک مجروح کر دیا ہے کہ شیعوں کی سی چھوٹی جماعت بھی اپنے کو مجبور پا رہی ہے کہ وہ قانون کے خلاف ورزی کرے اور ہزاروں کی تعداد میں اپنے کو گرفتار کرائے اس طرح سے صوبہ میں فرقہ وارانہ نوعیت کا ایک اہم مسئلہ پیدا ہو گیا ہے

ایڈیٹر پاینیر لکھنؤ کی حکومت کو تنبیہ (مسلم وزراء کے استعفا کی پرواہ نہیں)

"اب کیا ہوگا؟" اس سرخی سے اخبار پاینیر لکھنؤ مورخہ ۱۶ مئی میں اس کے انگریزی ایڈیٹر نے ایک زبردست ایڈیٹوریل لکھا ہے۔ اس ایڈیٹوریل میں ایڈیٹر پاینیر نے ثابت کیا ہے کہ حکومت یوپی نے اسی طرح لے یہ مدح صحابہ کے انوٹیشن کی اجازت دیکر اول درجہ کی غلطی کی ہے بارہ وفات کا جلوس فوج پولیس اور لوہے کی سلاخوں میں گھیر کر ہندوؤں کے محلے سے نکلوا دیا گیا لیکن شہر میں یہ حالت ہے کہ اس وقت بھی پولیس اگر ہٹا دی جائے تو سنی شیعہ کشت و خون ہونے لگے۔ تمام سمجھدار سنی طبقہ مدح صحابہ کے اس جلوس کے خلاف ہے۔ صرف حافظ ابراہیم اور مٹھی بھر کانگریسی مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے حکومت نے غلطی کر دی لیکن اب اس کا تدارک فوراً ہونا چاہئے ورنہ اتنے بڑے شہر کی شہری زندگی تباہ و برباد ہوتی جا رہی ہے روز بروز شیعہ سنی منافرت بڑھتی جاتی ہے۔ حکومت کو اب بھی عقل سے کام لینا چاہئے اور یہ الٹی میٹم دینا چاہئے کہ دونوں فرقے آپس میں سمجھوتہ کر لیں ورنہ حکومت کسی فرقہ کے ساتھ کوئی رعایت ہرگز ہرگز روا نہ رکھے گی اور نہایت سختی کے ساتھ امن قائم کریگی۔ آخر میں ایڈیٹر پاینیر لکھتے ہیں اگر لکھنؤ میں امن و صلح قائم کرنے کے سلسلے میں ایک یا دو مسلم وزراء کے استعفے قبول کرنا پڑے تو عام پبلک ان کے اس ناپید ہو جانے کو بغیر کسی رنج و افسوس کے دیکھے گی"۔

جلوس بارہ وفات بدعت ہے علماء اہلسنت کا متفقہ فتوے

مندرجہ ذیل پوسٹر بڑی تعداد میں دہلی کی سڑکوں اور گلیوں میں چسپاں کیا گیا ہے جو بتاتا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کا جلوس سواد اعظم اہلسنت کے لئے بدعت ہے اور اس کے متعلق جمعیۃ العلماء ہند کے ناظم مولوی کفایت اللہ صاحب کا خیال کیا ہے۔ ایڈیٹر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوئے تیرہ سو برس گزر گئے ہر سال ربیع الاول کا مہینہ آیا مگر کسی زمانہ میں نہ کاروبار بند ہوئے نہ عید میلاد منائی گئی نہ کوئی جلوس نکالا گیا نہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے اس کا فتوے دیا۔

اسی بنا پر اس وقت علماء کرام سے فتویٰ حاصل کیا گیا ہے جو مسلمانوں کی خیرخواہی کے واسطے شائع کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو راہ راست پر قائم رکھے اور بدعات سے بچائے۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کا ثبوت عظمت قرآن وحدیث، صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ اربعہ محدثین سے ہے یا نہیں؟ (۲) ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو تمام دن کاروبار بند کرنا اور اس دن کی عظمت سمجھنا اور اس دن محفل میلاد کرنا کیا وقعت رکھتا ہے اور اس دن کی عظمت اور محفل میلاد کرنے کا ثبوت قرآن وحدیث صحابہ تابعین ائمہ اربعہ محدثین سے ہے یا نہیں؟ (۳) ماہ ربیع الاول میں شریعت مطہرہ سے محفل میلاد کرنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟ نیز اس دن جلوس نکالنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ دنیا کا کاروبار بند کردینا مسلمانوں کے لئے شرعاً ادلۂ شرعیہ اربعہ میں سے کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں۔ اس بندش پر بارہویں ربیع الاول کی بندش کو قیاس کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ خلفاء راشدین وائمہ مجتہدین وسلف صالحین کے زمانہ میں اس بارہویں تاریخ میں دنیا کے کاروبار بازار کو بند رکھنا ثابت نہیں اور اسی طرح محفل میلاد کا منعقد کرنا بھی اس مروجہ طور پر ثابت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی بارہویں تاریخ کے روز اگر اس زمانہ میں دنیوی کاروبار اور بازار کو بند کردیا جانا جاری کردیا جائیگا تو چند سال کے بعد عوام الناس اس حکم کو شرعی اور ضروری ٹھہرانے کی وجہ سے گنہگار وگمراہ ہونگے اور ایسا کام جو کہ ذریعہ معصیت کا ہوتا ہے تو یہ بھی ناجائز وگناہ ہوجاتا ہے۔

اجابہ وکتبہ۔ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔ الجواب صحیح۔ مولوی محمد موسیٰ خاں مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی الجواب صحیح محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی الجواب صحیح محمد اسحٰق عفی عنہ محلہ گڑھیا دہلی الجواب صحیح بغرض اظہار غم کاروبار بند کرنا یہ ایک دنیاوی رسم ہے شرعاً اس کا ثبوت نہیں ہے اور اظہار عظمت کے واسطے بھی کاروبار بند کردینے کا شرع شریف سے بالکل ثبوت نہیں۔ محمد شفیع عفی عنہ مدرسہ دلوی عبد الرب دہلی۔

تقریظ جناب مفتی اعظم محمد کفایت اللہ صاحب

جواب صحیح ہے بیشک اس روز کاروبار بند کرنا کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ اس کو شرعی حیثیت سے کرنا تعطیل جاری کرنا احداث فی الدین ہوگا نیز اس قسم کا جلوس قرآن مجید اور حدیث شریف اور ائمہ اربعہ کے کلمات طیبات میں مذکور نہیں۔ اسکی شرعی حیثیت سے کوئی سند نہیں۔ پس اسکو شرعی بنا کر پیش کرنا صحیح نہیں۔ مسلمان شرعی حیثیت سے ایسا جلوس نکالنے

پر مجبور یا اس کے مکلف نہیں ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی۔ اصل جواب اور بعد کی تصدیق از روئے ؛ ولہ شرعیہ صحیح ہے بندہ محمد میاں مدرسہ حسین بخش دہلی۔

مدح صحابہ پر سکھ صاحبان کا تبصرہ آج ۲۵ اپریل ۱۹۳۹ء کو موضع ڈرولی بھائی میں زیر صدارت بھائی سکھ دیو سنگھ صاحب قوم سکھ کا ایک دیوان منعقد ہوا۔ ان ایام میں فصل ربیع کی کٹیا ہو رہی ہے۔ یہ عدیم الفرصتی تھی تاہم اجتماع امید سے زیادہ تھا۔ اس میں سردار سوبھا سنگھ صاحب جتھا دار اکالی تحریک نے ایک شاندار و فلسفیانہ انداز سے لکچر دیا جس کا مختصر خلاصہ حسب ذیل ہے:۔ میرے پیارو سجنو راے سرگو جی کا خالصہ دی سری واگرو جی کی فتح میں آپ صاحبان ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ زمانہ بڑی جلدی جلدی اپنی چال بدل رہا ہے سیاسی رفتار کے ماتحت ہر ایک جگہ اکثریت کی خواہش ہے کہ اقلیت کو صفحہ ہستی سے نابود کیا جائے اور اُسکے جملہ حقوق کو پامال کر دیا جائے۔ انجمن حسینیہ نے کئی جانب سے ایک جتھا لکھنؤ روانہ کیا ہے۔ تحقیق سے پایا گیا کہ وزیر اعظم یوپی نے ایک قانون ایسا نافذ کیا ہے جسکے ذریعہ سے فرقہ اہلسنت والجماعت کو مدح صحابہ کی اجازت برسرعام دی گئی ہے۔ فرقہ شیعہ معترض ہے کہ مدح صحابہ اُن کا ایمانی فریضہ نہیں ہے۔ نہ ہی کسی ملک روم، مصر، عرب افغانستان میں اس طرح کا عمل ہے۔ تیرہ سو سال سے کبھی اس عقیدہ کا اظہار نہیں کیا گیا۔ یہ محض ستانے اور دلآزاری کرنے کے لئے چند مفسدہ پرواز اشخاص کی چال ہے۔ مفسدوں نے وزیر اعظم کو دھوکا دیا کہ وہ اپنی اکثریت کا ووٹ اُن کو دلا دیں گے اور اپنی اکثریت کا ووٹ دکھلا کر قانون نافذ کرایا۔ تبرا ہمارا فرض ایمانی ہے۔ اس کا ہمیں برابر عام حق ہونا چاہئے اور اس کا رواج تیرہ سو سال سے ہر ملک میں ہو رہا ہے۔

بھائیو! وطنی لحاظ سے مسلمان ہمارے بھائی ہیں اس کے لحاظ سے یہ دونوں فرقے ہمارے گاؤں میں آباد ہیں اور ہم اُن کے ذاتی حقائق سے آگاہ ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے علاقہ میں اس فرقہ وارانہ آگ کو مشتعل نہ ہونے دیں۔ مجھے تاریخ کا علم ہے میں بڑے زور سے کہہ سکتا ہوں کہ تمام مسلمانوں کو فرقہ شیعہ کا ممنون احسان ہونا چاہئے جنھوں نے حسینی پرچار پاش کو نم رکھ کر حق وصداقت کا راستہ اس قدر مضبوط اور مستحکم کر دیا ورنہ ہندوستان میں کبکا اسلام نیست و نابود ہوگیا ہوتا۔ وزیر اعظم یوپی کو تار دیا جائے کہ وہ اپنے حکم کو فوراً منسوخ کر دیں۔ ہر ہند ملک کمیٹی کو ارشتہ میں اس امر کی تحریک کی جائے کہ حسینی پرچار میں رقم اور رواداری کی تقسیم

دی جائے۔ انھوں نے ہمارے پیشوا کے ساتھ رواداری برتی ہے اس لئے ہم اُن کے پیشوا کے ساتھ رواداری برتیں گے۔ گورنر جنرل کو تحریک کیجائے کہ وہ ہندوستان میں شیعوں کے محافظ ہیں اس کا عملی ثبوت پیش کر کے سنیوں کو روکیں ہم اپنے وطنی بھائیوں سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ اہلسنت نے جو چھیڑ کی ہے وہ اوس کو ترک کر دیں۔ اسکے بعد حسینی تعلیم پر بہت دیر تک روشنی ڈالی۔

سکھ دیوسنگ لیڈر پنجاب لاہور

تبرا اہلسنت کے یہاں بھی عبادت ہی

ہم وزیراعظم کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ محض اسی قضیہ کے روح رواں یعنی مولوی عبدالشکور صاحب کے آرگن اخبار آفتاب ہی کو ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرما لیجئے کہ تبرا در اصل کیا چیز ہے اور اسکے لغوی معنی آپ کو کیا سمجھائے گئے ہیں اور لفظ تبرا کے متعلق حضرات اہلسنت کا کیا خیال ہے ملاحظہ ہو آفتاب ۲۵ مارچ ۱۹۳۹ء صفحہ ۲ کالم ۱۔ "تبرا اہلسنت کے یہاں بھی عبادت ہے بشرطیکہ اپنے مقام تیقن میں ہو کافر و مشرک و زانی و سارق سے اُسکے افعال کفریہ و فسقیہ کو برا جان کر تبرا کرنا یعنی اُس سے بے تعلق ہو جانا ان افعال میں اُنکی شرکت و مدد نہ کرنا بڑی عبادت ہے"۔

تواریخ اسلاف کو جانے دیجئے بگٹ کمیٹی اور راسپ کمیٹی سے اپنے حسب منشاء قطع نظر کیجئے اگر خود روح روان مدح ثلاثہ کی تعلیم اور ان کے احکامات سے تو آپ قطعی انکار نہیں کر سکتے اور یہی ٹکڑا آپ کے لئے بین دلیل ہے۔ اب ہم مدیر آفتاب کے ہم نوا بنتے ہوئے اپنے یقین اور پورے یقین کے ساتھ اُن لوگوں پر لعنت کرتے ہیں جن کے اوپر پورا پورا یقین ہے کہ وہ ذوات ان افعال کے مرتکب ہوتے ہیں۔

بہادر بھی کہیں بزدل کی شمشیروں سے ڈرتے ہیں

(از جناب مولانا سید محسن صاحب اعظم گڈھی صدر فاضل)

جو ظالم سنگدل ہیں کب وہ دلگیروں سے ڈرتے ہیں ⁝ جو دل والے ہیں وہ آہوں کی تاثیروں سے ڈرتے ہیں

دوا کر ہوش کی اپنے ہمیں تو کیا ڈراتا ہے ⁝ جو سینہ تان دیں خود وہ کہیں تیروں سے ڈرتے ہیں

بنائی جائیں جن کے خون کے گارے سے دیواریں ⁝ وہ کب دنیا کی بے بنیاد تعمیروں سے ڈرتے ہیں

وہ کوئی اور ہوں گے جو ڈریں زنداں کی سختی سے ⁝ مجاہد بھی کہیں ناکام تدبیروں سے ڈرتے ہیں

محرم میں جنہیں بیڑیاں منت کی پہنے ہوں ⁝ جواں ہو کر وہ کب زنداں کی زنجیروں سے ڈرتے ہیں

ہماری قوم کا محسن ہر اک بچہ بہادر ہے ⁝ بہادر بھی کہیں بزدل کی شمشیروں سے ڈرتے ہیں

کانگریسی اخبار امرت بازار پتریکا کا اعلان حق

کلکتہ کے مشہور ترین انگریزی اخبار امرت بازار پتریکا نے جو ہندو کانگریسی بنگالی حضرات نکالتے ہیں اپنی اشاعت مورخہ ۲۰ر اپریل ۱۹۳۹ء میں ایک نہایت پُرزور ایڈیٹوریل لکھا ہے جس میں اخبار پائنیر کی اس رائے سے کلیتہً اتفاق کیا ہے کہ پنتھ وزارت نے جلوس مدح صحابہ کی اجازت دے کر بدترین غلطی اور ناانصافی کی ہے شیعوں کا احتجاج بالکل حق بجانب ہے۔ پنتھ جی کو اب بھی اپنا کمیونک واپس لینا چاہیئے ورنہ شیعوں کو بھی اسی طرح تبرا کی اجازت دینا چاہیے لائق ایڈیٹر امرت بازار پتریکا نے السپ رپورٹ سے حوالے بھی دئیے ہیں اور دکھایا ہے کہ مدح صحابہ کا اگر کوئی جواب ہو سکتا ہے تو صرف تبرا ہے جیسے السپ کمیٹی نے بھی تسلیم کیا ہے اور جسکی سفارش کی ہے۔ حکومت کو سمجھ سے کام لیکر اپنی غلطی کی تلافی کرنا چاہیئے اور شیعوں کا جلوس تبرا بھی ضرور نکلوانا چاہیئے۔ انصاف و عدل اور صاف معاملگی کا یہی تقاضا ہے۔

مدح صحابہ ہندوؤں کے لئے بھی دل آزار ہے ہندو بھی مدح صحابہ نہیں سن سکتے

(مسٹر آر ڈی سنہا آف بنارس کے خیالات)

لکھنؤ کے تبرا اور مدح صحابہ کا قضیہ جس نے اس وقت کی پوری مسلم جماعت کو پریشان کر رکھا ہے اس لائق ہے کہ اس سے خالص ہندو نقطۂ نظر سے جانچا جائے۔ حال ہی میں سنیوں کا جو یہ حق تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ سڑکوں پر مدح صحابہ کے گیت گاتے پھریں۔ ہندوؤں کے نزدیک بھی اتنا ہی جدید Innovation ہے جتنا کہ شیعوں کے نزدیک۔ مدح صحابہ کے حق کے حصول کے سلسلہ میں جو مظاہرات ہوتے رہے ہیں اور جن کا اب تک ہندوؤں نے سکون و خاموشی سے مشاہدہ کیا ہے اس کے حاصل ہو جانے کے بعد ہندوؤں کا سکون بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ دوران کے لئے بھی آئندہ چل کر ناراضگی کے سامان پیدا ہو جائیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہندوؤں کے اپنے لیڈروں کی توجہ کو اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرانا چاہیئے۔ نہ صرف لیڈروں ہی کی توجہ بلکہ حکومت کی توجہ کو بھی اس مسئلہ کی نزاکتوں کی طرف منعطف کرنے کی ضرورت ہے۔ عام طور پر یہ ہر شخص کو علم ہے کہ رسول اسلام اپنی حیات میں تمام جزیرہ نمائے عرب کی بھی تسخیر نہیں کر سکے تھے۔ یہ تمام فتوحات خلفاء کے زمانہ میں خصوصاً اول و ثانی کے عہد میں (جن کی مدح کا لکھنؤ میں سنیوں کی طرف سے حق مانگا جا رہا ہے) ہوئیں۔ اور اسی دور میں مسلمانوں نے فاتح عالم بننے کے خواب دیکھے اور مصر و شام۔ عراق۔ ایران۔ روم وغیرہ بھی انہیں کے زمانہ میں فتح ہوا۔ ان خلفاء کے جانشین نہ صرف

شمالی افریقہ اور انڈو ایشیا ہی کی حکومتوں پر قابض ہوئے بلکہ مغرب میں بحر روم کے بہت سے جزیرے بھی فتح کرلئے۔ ان کی ترک تازیوں نے حدود اس سے آگے بڑھکر سندھ۔ ملتان اور بلوچستان تک پہنچے۔ اسی عہد میں مسلمانوں کے اندر پان اسلامزم کے تخیلات کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور اتنی مضبوطی سے قائم ہوئی کہ تیرہ سو سال کی مسلسل کوششوں اور محنتوں کے بعد بھی اوسکو کلیتہً فنا نہ کیا جا سکا اور جس کے خلاف ہر ہندو سیاست داں آواز بلند کرتا رہا۔

یہ خلیفہ عمر ہی تھے جنھوں نے غیر مسلموں پر اول اول جزیہ قائم کیا اور تلوار کی نوک سے اوس کو بجبر وصول کیا۔ اونھوں نے تمام بت پرستوں کو رضا و رغبت کے ساتھ نہیں بلکہ زبردستی مسلمان بنا لینا چاہا۔ ایران و عراق اور روم کے خوبصورت اور عالی شان آتشکدوں اور گرجاؤں کو تباہ و برباد کیا اور اسی طرح کوہ ہندوکش کے پار آریہ تہذیب کو مسخ کرنیکی کوشش کی۔ یہ واقعات راز درون پردہ نہیں ہیں بلکہ تاریخ کے ٹھوس واقعات ہیں جن کو ہر مورخ جانتا ہے۔ اگر ان تاریخی واقعات کو پبلک مقامات پر مدح کی شکل میں گایا جائے اور اس کے ذریعہ سے عوام کو اس کی تشویق و ترغیب دلائی جائے کہ وہ بھی ایسے ہی قابل اعتراض کام کریں تو یہ مدح کا فعل کسی طرح برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس سے ہندوؤں کے مذہبی اور قومی جذبات مجروح ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مدح صحابہ کیا ہے حسب ذیل اشعار سے اُس مدح صحابہ کی نوعیت کا تھوڑا بہت اندازہ کیا جا سکتا ہے جن کے متعلق سُنی اصرار کر رہے ہیں کہ انھیں شارع عام اور پبلک مقامات پر پڑھنے کی اجازت دی جائے:

عزم فاروق جو پیدا ہو مسلمانوں میں :: زلزلہ آئیگا پھر کفر کے ایوانوں میں

ہے کہ بھی بنارہ اب اسلام کے پرچم کا :: ایران پر ستم آیا فاروق معظم کا

برہمن دم بخود ناقوس ساکت بتکدہ ویراں :: زمانہ بھر میں چھایا ہے جلال فتح فاروقی

برہمن ہے خوش زنار کے سجدہ لئے پھرتا :: جہان کفر میں یہ ہے کمال فتح فاروقی

اگر اس قسم کے جلوسوں اور مظاہروں کو ایک مرتبہ بھی برداشت کر لیا گیا اور لکھنؤ میں ان کی اجازت دے دی گئی تو اس کا اثر صرف لکھنؤ ہی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ صوبہ کے ہر ہر گوشہ میں بھی اُس کا بُرا اثر پڑے گا۔ اور برابر حادثات رونما ہوتے رہیں گے۔ ہندوؤں کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ مدح صحابہ ان کے لئے بھی فتنہ سامانی کا کتنا مواد اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ اگر اسلام کے ان دو فرقوں کے درمیان رواداری اور مصالحت کے ذریعہ سے مدح کے جلوس

نکلنے بھی لگے تو اس سے ہندوؤں کی دل آزاری کے ہمیشہ اسباب فراہم ہوتے رہیں گے۔ اس صوبہ کی حکومت محرم اور بقرعید کے جلوسوں ہی کا خاطر خواہ انتظام کرنے میں ناکام رہتی ہے ایسی حالت میں جدید جلوسوں کی اگر اجازت دی گئی تو اسکی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہو جائے گا اور اس کے لئے ان بڑھی ہوئی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونا ناممکن ہوگا۔ شیعوں کے نظریہ اور ان کے تبرا ایجی ٹیشن سے قطع نظر کرنے کے بعد بھی وہ فرض بالکل عیاں ہے جو اس سلسلہ میں ہندوؤں پر عائد ہوتا ہے۔ ان کے مفادات کا تقاضا ہے کہ وہ گورنمنٹ کو اسکی ترغیب دیں کہ وہ مدح صحابہ پر پھر وہی پابندی عائد کردے جو ابھی حال ہی میں اُٹھالی گئی ہے۔ (نیشنل ہیرالڈ)

۱۲ ربیع الاول کو لکھنؤ میں مدح صحابہ کا جلوس سخت انتظام سے نکالا گیا انگریزی اخبار پائنیر لکھنؤ لکھتا ہے کہ پچاس ہزار سنیوں نے اُس جلوس مدح صحابہ میں شرکت کی جو خاردار تاروں کے بیچ میں اور فوج اور مسلح پولیس کے زبردست پہرے میں شہر کے ایک بڑی حصے میں نکالا گیا۔ اس جلوس میں شرکت کے لئے جو جھنڈے لیجائے جارہے تھے اُن کو شیعہ آبادیوں میں لپٹوا دیئے گئے تاکہ شیعوں کے جذبات مذہبی مجروح نہ ہوسکیں۔ جلوس نکلنے کے گھنٹوں پہلے سے تمام اہم مقامات پر سکنڈ رائل ولش فوزیلیر فوج تعینات کردی گئی تھی۔ پورے شہر پر شدید پہرہ پڑ رہا تھا۔ صدہا پولیس باہر سے لائی گئی تھی۔ تمام راہگیر اور گاڑی موٹر، تانگہ وغیرہ روک دیئے گئے تھے۔ ایک موٹر سائیکل پر جانے والے جو بظاہر اس امتناع سے مطلع نہ تھے اس طرح روکے گئے کہ اُن کے سینے پر برچھی سیدھی کردی گئی۔ جلوس میں یوپی وزارت کو نعرے لگائے گئے کہ "حضرت عمر و حضرت ابوبکر کی تقلید کرو"۔ مجلس احرار اور مجلس ناموس صحابہ کے جھنڈے ہر طرف نظر آتے تھے۔ والنٹیروں اور کاروں میں پولیس بھری ہوئی ہر طرف پہرہ دے رہی تھی۔ اس قدر سخت پہرہ آج تک لکھنؤ میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ ڈیڑھ میل تک شیعوں پر تمام دن کرفیو آرڈر اور دفعہ ۱۴۴ لگی رہی پھر بھی چار شیعہ اس آرڈر کی خلاف ورزی میں گرفتار ہوئے۔ دو سو سپیشل کانسٹیبل مقرر کئے گئے تھے۔

خلفائے ثلاثہ کی مدح پر نظام قدرت کی برہمی کل ۱۲ ربیع الاول بھی اور اسی بنا پر بارہ وفات کو مدح ثلاثہ کا جلوس بھی نکالا گیا تھا۔ نظام قدرت پر اس جدید اختراع کا جو اثر فوراً ہی رونما ہوا وہ یہ تھا کہ ادھر جلوس و جلسہ ختم ہوا اور لوگ گھروں میں نہیں

بہو بجے تھے کہ چاند گہن لگنے لگا اور پورا چاند گہن میں نظر آنے لگا۔ ساڑھے دس بجے گیارہ بجے گہن ختم ہوا۔ عام طور پر یہ کہا جا رہا تھا کہ چونکہ آج اسلام کے چہرے پر ایک جدید اور دل آزار گرد ڈالی گئی ہے۔ لہذا چاند بھی اس کے اثر سے گہنا گیا ہے اور نظام قدرت میں برہمی کے آثار رو نما ہو رہے ہیں۔ ایسا گہن لگا کہ پورا چاند دیر تک غائب رہا۔ اس کے متعلق شاعر اہلبیت جناب نجم آفندی دام مجدہ نے فیض آباد جیل سے یہ رباعی شایع کی ہے ؎

بڑی جلوس کی ضد تھی نکل گیا لیکن :.: زبوں تھے دل فطرت ملول تھا کہ گہن
نگاہِ خلق نے دونوں یہ حادثے دیکھے :.: زمیں پہ مدح ثلاثہ فلک پہ چاند گہن

خواتین شیعہ سے خطاب (نتیجہ افکار رانی نواب شہنشاہ بیگم صاحبہ سلطان منزل نفس محل لکھنؤ)

میری بہنو آج کس عنوان سے بیٹھی ہو تم :.: مطمئن بیٹھی ہو اطمینان سے بیٹھی ہو تم
کچھ خبر بھی ہے تمہیں کیا ہو رہا ہے شہر میں :.: ایک طوفان بلا چھایا ہوا ہے دہر میں
ظلم و بدعت ہو رہے ہیں ہم سے مظلوموں کے ساتھ :.: سیتم ہیں کربلا والوں کے مرحوموں کے ساتھ
چپ نہ بیٹھو شور ماتم کا ابھی گھر گھر رہے :.: ہر عزا خانے میں جہاں سبط پیغمبر رہے
کتنے گھر اُجڑے پڑے ہیں مرد کتنے قید ہیں :.: بیو فائی ہے وفائیں آج کل ناپید ہیں
بچہ بچہ اپنا قربان عزاداری کرو :.: فاطمہ زہراؑ کے بچہ کی مددگاری کرو
مال و عزت زینبؑ و کلثومؑ پر کردو نثار :.: بعد مردوں کے چلیں زندان کی جانب پردہ دار
دخترِ شبیرؑ پر قربان جانے کے لئے :.: اُٹھ کھڑی ہو گولیاں سینہ پہ کھانے کیلئے
دل بڑھاؤ صاحب ہمت بنا کر بھیجدو :.: جو نہ جاتے ہوں اُنھیں غیرت دلا کر بھیجدو
دیس سے پردیس آئے زرد یا زیور دیئے :.: آخریں اُن پر جنھوں نے قید خانہ بھر دیئے
مومنوں کے خوں کی چھاگل بنے گا لکھنؤ :.: وہ بھی دن نزدیک ہے مقتل بنیگا لکھنؤ
امتحان دینا ہے استقلال ہونا چاہیئے :.: گولیوں سے ظلم کی غربال ہونا چاہیئے
پاس ایمان بھی رہے اور شرم ساری بھی رہے :.: مرد اگر اک بھی رہے تو پردہ داری بھی رہے
یہ سمجھ رکھو اسیری کی مصیبت سر پہ ہے :.: متحد ہو جاؤ اے بہنو قیامت سر پہ ہے
ملک و زر کیا چیز اسلامی اخوت چاہیئے :.: پردہ پردہ میں رضاکاروں کی نصرت چاہیئے
سر بکف پیش پیمبرؐ حشر میں جائیں گے ہم :.: جان صدقے ہے تبرا نہ باز آئیں گے ہم
عرض شاہنشاہ بیگم کی ہے ہر ہمشیر سے :.: کامیابی ہو کہیں سب خواہر شبیرؑ سے

بمبئی صوبائی مسلم لیگ شیعہ سنی سوال پر تجویز | بمبئی کی صوبائی مسلم لیگ کا عظیم الشان جلسہ شولاپور میں ۲۰ مئی کو زیر صدارت سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب منعقد ہوا جس میں مسلمانان یوپی سے اپیل کی گئی کہ وہ لکھنؤ کے موجودہ شیعہ سنی اختلاف کے سوال پر اپنے اقدامات وقتی طور پر ملتوی کر دیں تاکہ معقول بنیاد پر ایک باعزت سمجھوتے کے امکانات تلاش کئے جا سکیں۔ شیعہ و سنی دونوں کو متنبہ کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں کی ان ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے ہوشیار ہو جائیں جن کو کام میں لا کر مسلمانوں میں اختلافات بڑھائے جا رہے ہیں اور ان اختلافات سے اپنا مطلب حاصل کیا جا رہا ہے۔

مسٹر جناح کا بیان | پریس کو بیان دیتے ہوئے مسٹر جناح نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کو خطرے سے آگاہ کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کے دشمنوں کی جعل و سازش کے شکار نہ ہوں جو کہ مسلمانوں کے اندرونی اختلافات سے فائدہ اٹھانے کے لئے پھیلائی گئی ہے۔ لکھنؤ میں جو اندوہناک حالات بڑھتے جا رہے ہیں ان نے ہر متنفس کو یہ خیال کرنے پر مجبور کیا ہے کہ ان حالات کے ذمہ دار وہ ممتاز مسلم کانگریسی ہیں جو شیعہ و سنی دونوں فرقوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ راجکوٹ میں مسلمانوں کو کانگریس تباہ کر رہی ہے اور وائسرائے بھی خاموش تماشا دیکھ رہے ہیں۔

اسیران تبرا کی تعداد | اخباروں سے معلوم ہوا کہ ۱۰ صفر سے ۹ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ تک صوبہ یوپی۔ پنجاب۔ سرحد۔ بمبئی۔ سندھ۔ بہار۔ بنگال۔ ممالک متوسط وغیرہ کے دس ہزار مومنین تبرا پڑھ کر لکھنؤ جیل میں داخل ہو گئے جن میں بڑے بڑے تعلقدار۔ نواب۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ تاجر۔ زمیندار۔ واعظ۔ حکیم۔ عالم۔ مجتہد بھی ہیں۔ اسکے قبل ہندوستان کی کسی بھی ایجیٹیشن میں اتنی قلیل مدت میں اس کثرت سے معززین و شرفاء و ذی اثر حضرات داخل جیل نہیں ہوئے تھے۔

اخبار غم | اس طرف کئی حادثے ایسے ہوئے جن کا ذکر اصلاح میں کرنا ضروری تھا مگر لکھنؤ کے فتنہ انگیز واقعات نے کل توجہ اپنی طرف مبذول کر رکھی ہے۔ صرف دو خبریں درج کی جاتی ہیں۔

جناب ماسٹر سید زکی حسن صاحب رضوی ساکن بلور کی والدہ ماجدہ نے ۳ صفر کو اور جناب سید سجاد حسین صاحب ضلع ارساکن کجھوا کی اہلیہ نے ۹ ربیع الاول ۱۳۵۸ ہجری کو انتقال کیا۔ خدا ان کے درجات عالی کرے۔ اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔ ناظرین اصلاح سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب ان کی روحوں کو ایصال کر کے خود بھی مثاب ہوں۔ ہمارے قریبی بھیجے جوان صالح سید غلام حسین مرحوم نے ۲۳ ربیع الاول کو انتقال کر کے ہم لوگوں کو اپنے صدمہ میں مبتلا کیا۔ ناظرین سورہ فاتحہ و توحید پڑھ دیں۔

باسمہ سبحانہ

الحمدللہ

کہ

رسالہ جدیدہ و عجالہ مفیدہ

فیصلہ مدح صحابہ و تبرا

مارچ سنہ ۱۹۳۸ء

جس میں گورنمنٹ یو پی کے اس محققانہ و منصفانہ مشہور وقابل قدر فیصلہ اور ریزولیوشن کا صحیح اردو ترجمہ درج کیا گیا ہے جو اس نے اپنی مقرر کردہ غیر جانب دار السپ کمیٹی کی رپورٹ پر مارچ سنہ ۱۹۳۸ء میں صادر کیا

باہتمام

سید آغا جعفر بھوئی

مطبع اصلاح کھجوا صوبہ بہار میں چھپا

فہرست مضامین

مدح صحابہ کمیٹی کی رپورٹ اور گورنمنٹ رزولیوشن

پگٹ کمیٹی کا فیصلہ بحال رکھا گیا

مقامی حکام لکھنؤ کا طرز عمل درست قرار دیا گیا

سرکاری اعلان

مندرجہ ذیل رپورٹ مدح صحابہ کمیٹی ۱۹۳۸ء اور گورنمنٹ رزولیوشن بربنا رپورٹ عام اطلاع کیلئے شائع کیا جاتا ہے

رپورٹ مدح صحابہ کمیٹی | ہم کو ہز اکسیلنسی گورنر نے قضیہ مدح صحابہ کی جانچ اور مندرجہ ذیل مسائل پر اظہار رائے کے لئے جو لکھنؤ کے سنیوں اور شیعوں میں مابہ النزاع تھا مقرر کیا تھا۔

۱۔ حال کے واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا گورنمنٹ رزولیوشن مورخہ ۷ جنوری ۱۹۰۹ء کے اصول اور پالیسی میں کسی قسم کی ترمیم کی ضرورت ہے؟

۲۔ کیا جو طرز عمل حکام مقامی نے اس سلسلے میں اختیار کیا اس میں کسی قسم کی ترمیم کی ضرورت ہے؟

اس قضیہ کی نوعیت کو وضاحت سے بتلانے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی حالات کا حوالہ دیا جائے۔ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اسلام کی قیادت سلسلہ بہ سلسلہ ابوبکر، عمر، عثمان اور (حضرت) علیؓ کو بحیثیت جانشین رسولؐ و خلیفہ پہونچی۔

مسئلہ خلافت کے متعلق شیعہ سنی نقطۂ نظر | جماعت اہل سنت کے نزدیک یہ چاروں خلفاء جمہور مسلمین کے جائز طور پر منتخب شدہ ہوئے خلیفہ تھے لیکن شیعوں کا عقیدہ ہے کہ پہلے تین خلفاء غاصب تھے۔ شیعہ اصول انتخاب کو صحیح نہیں مانتے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہؐ نے (حضرت) علیؓ کو اپنا جانشین نامزد فرمادیا تھا اور رسول اللہؐ کی وفات کے بعد آپ ہی اُن کے جائز اور صحیح جانشین تھے۔

(حضرت) علیؓ رسول اللہؐ کے داماد تھے کیونکہ اُنکی شادی رسولؐ کی اُن اکلوتی صاحبزادی

سے ہوئی تھی جن کے علاوہ رسول اللہ کی کوئی اولاد باقی نہیں رہ گئی تھی۔ جب حضرت علیؑ چوتھے خلیفہ منتخب بھی ہوئے اُس وقت بھی معاویہ نے جو کہ شام کا گورنر تھا آپکی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور آپ کے عہد خلافت میں اسلام دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔

حضرت علیؑ کی وفات کے بعد اُن کے بڑے صاحب زادے کو مجبوراً معاویہ سے صلح کرنا پڑی اور معاویہ بحیثیت واحد خلیفۂ اسلام کئی سال تک حکومت کرتا رہا۔

جب معاویہ مر گیا اُس کا لڑکا یزید دمشق میں اس کا جانشین و قائم مقام بنا۔

(امام) حسینؑ (حضرت) علیؑ کے چھوٹے صاحبزادے اُس وقت مدینہ میں تشریف رکھتے تھے لیکن آپکو کوفہ جانے کی بار بار تمام ترغیب دلائی گئی۔ یہ کوفہ وہی مقام تھا جسے (حضرت) علیؑ نے اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ (امام) حسینؑ کو امید تھی کہ اہل کوفہ آپکی امداد کریں گے۔ لیکن راستے میں یزید کے گورنر کی بھیجی ہوئی فوج آپ کے راستہ میں حائل ہو گئی۔ ناکام گفت و شنید کے بعد آپ اور آپکی مختصر فوج اور بعض اعزا و اہل حرم کو کربلا کے میدان میں جبر و بیدردی سے شہید کئے گئے۔ آل رسولؐ کی شہادت ایک سانحہ غم کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن شیعوں کے لئے یہ شہادت ایک بہت اہم حادثہ عظمیٰ ہے۔

شیعہ (حضرت) علیؑ (امام) حسنؑ (امام) حسینؑ کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور اُن کے دشمنوں کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خلفاء ثلثہ ابو بکر، عمر، عثمان نے اپنے تئیں (حضرت) علیؑ کی مخالفت میں خلیفہ بنایا اور اس طرح وہ (حضرت) علیؑ اور اُنکی بیوی (حضرت فاطمہؑ) کے خلاف جبر و تشدد کے ملزم ہوئے اس سلسلہ میں انھیں نے اُس پالیسی کا سنگ بنیاد رکھا جس کا نتیجہ کربلا کے عبرت انگیز سنگین جرم کی صورت میں ظاہر ہوا۔

سُنی خلفاء ثلثہ کو جائز حکمران اسلام سمجھتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں سُنیوں کا عقیدہ ہے کہ اُنھوں نے اسلام کو پھیلایا اور وہ بڑے دیانتدار بہت نیک اور بڑے جری تھے عقائد کے اسی اختلاف و تصادم سے اس نزاع کی بنیاد پڑی ہے جس کا ہم کو فیصلہ کرنا ہے

قضیہ مدح صحابہ کی تاریخ | موجودہ قضیہ کی تاریخ کا آغاز اور لکھنؤ کے شیعوں اور سُنیوں کے اختلاف کی ابتداء ۱۹۰۵ء کہی جاسکتی ہے۔

شیعوں میں شہادت امام حسینؑ کی یاد سال کے ۴۰ دن میں خاص طور پر تازہ کی جاتی ہے۔

یعنی عشرہ (۱۰ محرم) جس [illegible] حادثہ کر [illegible] جو [illegible] نہاونہ کربلا کا حالیہ [illegible]
اور ۲۱ رمضان یوم شہادت جناب امیرؑ

ان تاریخوں میں حادثہ کربلا کی یاد اس طرح منائی جاتی ہے کہ جلوس نکالے جاتے ہیں جن میں تعزیئے (شبیہ روضہ امام حسینؑ) ہوتے ہیں۔ ان جلوسوں میں دوسرے نشانات غم بھی ہوتے ہیں جو غم انگیز واقعات کربلا کو یاد دلاتے ہیں۔ تعزیئے دفن [illegible] کربلا لیجائے جاتے ہیں۔

شیعوں کے لئے یہ تاریخیں بہت [illegible] یاد غم و ماتم کی تاریخیں ہیں [illegible] [illegible] کے ہمراہ سر و پا برہنہ سیاہ لباس میں ملبوس [illegible] ماتم [illegible] کرتے ہوئے [illegible] ہیں شیعوں کے لئے یہ ماتمی جلوس [illegible] [illegible] بدعت [illegible] ہیں

سنی (حضرت) علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں اور [illegible] امام حسینؑ [illegible] رسولؐ کرتے ہیں لیکن اُن کے متعصب اور کٹر [illegible] [illegible] تعزیئے کے جلوسوں میں [illegible] گناہ [illegible] ان علامات کا انہیں [illegible] شیعوں کے لئے ممنوع [illegible] اور تعزیوں [illegible] بت پرستی کی ترغیب [illegible] ہیں۔ [illegible] باوجود بھی بہت سے سنی تعزیئے نکالتے ہیں لیکن [illegible] اس طرح احترام نہیں کرتے جس طرح شیعہ کرتے ہیں۔ وہ تعزیوں کو [illegible] غم کی یاد تازہ کرنے [illegible] [illegible] ہیں بلکہ بحیثیت ایک اسلامی ہیرو [illegible] [illegible] کیا کرتے ہیں

شیعہ سنی کربلا کیوں علیحدہ ہوئے! [illegible] [illegible] تعزیوں کو ایک ہی خاص کربلا میں لے جاتے [illegible] [illegible] [illegible] رفتہ رفتہ یہ حد پہونچ چکی تھی کہ اس کربلا کو جانے والے راستہ کے [illegible] طرف جو باغات اور کھیت ہیں اُن میں ان ایام میں [illegible] گلیے [illegible] چھوٹی اور بڑی [illegible] لگتی تھیں اور چرخ جھولے اور [illegible] طرح کے چکر [illegible] [illegible] وانبساط کے لئے [illegible] [illegible] [illegible] ہوا کہ صرف شہر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] صاف جگہوں پر [illegible] [illegible] جہاد [illegible] شیعہ [illegible] [illegible] باتیں شیعوں کو [illegible] [illegible] غم [illegible] [illegible] کے انتظامات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی نگرانی [illegible] ۱۹۰۵ء [illegible] [illegible]

مجسٹریٹ سے درخواست واستدعا کی کہ وہ ان باتوں کا سدباب کریں اور اُن باتوں
کو ممنوع قرار دیں جو کہ ان ایام غم کے منافی ہوں۔ اس سلسلے میں اُس وقت ڈسٹرکٹ
مجسٹریٹ نے جو احکام دیئے اُن سے کسی قسم کی کوئی بے چینی و بے اطمینانی نہیں پیدا ہوئی۔
چار یاری نظموں کی ابتداء ۱۹۰۶ء میں اس بات کی کوشش کی گئی کہ زیادہ سخت احکام
عشرہ کے لئے نافذ کئے جائیں۔ بالکل ہی آخری لمحہ میں بہت سے سُنیوں نے ان احکام پر
احتجاج کیا اور اس قضیہ کا فیصلہ اس طرح پر کیا گیا کہ سُنیوں کے تعزیئے لے جانے کے
لئے ایک سنی کربلا علیٰحدہ کر دی گئی۔ اس علیحدگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سُنیوں کی طرف سے یہ
تحریک شروع ہوئی کہ شیعوں اور سُنیوں کے جلوس میں کوئی فرق کیا جائے۔ اُنھوں نے وہ نظمیں
پڑھنا شروع کیں جن کو اُس وقت چار یاری کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ نظمیں چاروں
خلفاء کی مدح میں ہوتی تھیں۔ وہ خلفاء جنھیں وہ رسول اللہ کے یار واصحاب کہتے تھے۔ یہ
معلوم ہوتا تھا کہ ان نظموں میں کچھ ایسے اشعار بھی ہوتے تھے جو شیعوں کے لئے اس واسطے
واضح طور پر قابل اعتراض ہوا کرتے کہ اُن میں شیعوں اور اُن کے عقائد کی مذمت بھی
ہوا کرتی تھی۔ شیعوں نے اس کے جواب میں بطور انتقام تبرّا کہنا شروع کر دیا یعنی وہ نظمیں
اور اشعار پڑھتے تھے جن میں خلفائے ثلثہ کی مذمت ہوتی تھی۔ اس پر شیعوں اور
سُنیوں کے تعلقات بہت کشیدہ ہوگئے اور ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء میں بلوہ ہوگیا۔
بلوہ کے بعد پگٹ کمیٹی کا تقرر ۱۹۰۸ء کے آخر میں گورنمنٹ نے ایک کمیٹی زیر صدارت
مسٹر ٹی۔ سی۔ پگٹ آئی۔ سی۔ ایس۔ مقرر کی کہ وہ فریقین کے مطالبات کی تحقیقات کرے۔
اس کمیٹی کے سامنے ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ چار یاری نظموں کے پڑھنے کی اجازت گوارا
کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ دسمبر ۱۹۰۸ء کے آخر میں اس کمیٹی نے رپورٹ دی۔ اس کمیٹی نے
فیصلہ کیا کہ اس قسم کی نظمیں جو اس طریقہ سے پڑھی جائیں اُن کا منشاء یہ ہے کہ تعزیہ کے
جلوس کو چار یاری جلوس یا چاروں خلفاء کے اعزازی جلوس میں مبدل کر دیا جائے۔
اور یہ ۱۹۰۶ء کی ایک جدت اور انوویشن ہے۔ کمیٹی مذکور نے اس امر کی سفارش کی کہ عام
ممانعت اس بات کی کر دی جائے کہ ان ۳ دنوں میں یعنی عشرہ، چہلم اور ۲۱ رمضان کو منظم طریقہ
سے یہ نظمیں نہ پڑھی جائیں۔ شیعوں کا یہ مطالبہ ہوا کہ اس قسم کی نظموں کا پڑھا جانا اُنکے
لئے ہر وقت اور ہر زمانہ میں دل آزار ہے۔ کمیٹی کا خیال تھا کہ خلفاء ثلثہ کی پبلک میں مدح

پڑھنا ان ۳ دنوں کے علاوہ عمولی قانون کے اوپر چھوڑ دیا جائے۔ کمیٹی کے ایک سنی ممبر نے اس پر اختلافی نوٹ شامل کیا لیکن گورنمنٹ نے ایک رزولیوشن گورنمنٹ آرڈر نمبر ۱۴/۵۹۱ مورخہ ۷ جنوری ۱۹۰۹ء شایع کیا جس میں کراوس نے کمیٹی کی اکثریت کی سفارش کو منظور کیا۔

چار یاری نظموں کی ممانعت گورنمنٹ نے اس امر سے اتفاق کیا کہ چار یاری نظموں کا تعزیوں کے جلوس کے ساتھ پڑھے جانے کی ممانعت کر دی جائے اور یہ اضافہ کیا کہ اس ممانعت کی اس طرح توسیع کیجائے کہ کسی عام مقام یا مجمع میں یہ نظمیں ان ۳ تاریخوں میں نہ پڑھی جا سکیں۔

سنی گورنمنٹ رزولیوشن کے نتیجہ سے مطمئن نہیں ہوئے اور ۱۹۰۹ء کے چہلم میں انھوں نے گورنمنٹ کے اُن احکام کی نافرمانی کی جن کو کہ پولیس نے فیصلہ مذکور کے تحت میں شایع کیا تھا۔ نتیجہ میں بہت سے سنی گرفتار ہوئے اُن پر مقدمہ چلائے گئے اور اُنھیں پولیس ایکٹ اور بلوہ کے جرائم میں سزائیں دی گئیں۔ چونکہ اس مسئلہ پر شہر میں بہت جوش و خروش تھا ڈپٹی کمشنر مسٹر ریڈیچی (یا مسٹر ریڈیس) نے ایک اعلان شایع کیا جس میں یہ واضح کیا کہ خلفاے ثلثہ کی مدح کی عام طور پر ممانعت نہیں کی گئی ہے۔

اور پابندی صرف ۳ دنوں کے لئے یعنی عشرہ۔ چہلم اور ۱۲ رمضان کے لئے عائد کی گئی ہے۔ دوسری تاریخوں میں بعد حصول اجازت پولیس بموجب پولیس ایکٹ یہ نظمیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

ریڈیچی صاحب کا حکم اور اُس کا استرداد لیجسلیٹیو کونسل میں اس امتناع کے موضوع پر جو ابات دیئے گئے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر ریڈیچی (یا مسٹر ریڈیس) نے بعد کو اپنے اس اعلان کو واپس لے لیا۔ لیکن اب سنیوں کی طرف سے یہ عُذر کیا جاتا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں یہ معاملہ بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ کوئی جلوس بعد حصول لائیسنس و اجازت ان نظموں کے پڑھنے کے لئے کبھی نہیں نکالا گیا۔ ایس کوئی شبہ نہیں کہ سنیوں کی طرف سے ۱۹۱۱ء میں ایک درخواست اس قسم کے جلوس نکالنے کے لئے پیش کی گئی اور وہ درخواست مسترد و نامنظور ہوئی۔

۱۹۱۲ء میں پھر کوشش کی گئی کہ لفٹنٹ گورنر سر جیمس مسٹن کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ۱۹۰۹ء کے رزولیوشن پر نظر ثانی فرمائیں لیکن یہ کوشش بھی ناکامیاب ثابت ہوئی۔

سنہ ۱۹۳۴ء کے بعد اسکے بعد فریقین میں مئی سنہ ۱۹۳۴ء یوم چہلم تک کوئی جھگڑا نہیں ہوا جب کہ دو آدمیوں نے اپنے کو خلفا کی مدح کرکے گرفتاری کے لئے پیش کیا اور سُنیوں کو عدول حکمی پر آمادہ کرنے کی ترغیب دی۔ احکامات برابر امتناع مدح ثلٰثہ کے متعلق ہر سال سنہ ۱۹۰۹ء کے رزولیوشن کے بعد گورنمنٹ کیطرف سے شایع ہوتے رہے۔ محولہ بالا دو آدمیوں سے دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری کے تحت میں ضمانت طلب کی گئی تاکہ وہ پُرامن رہیں۔ سنہ ۱۹۳۶ء کے عاشورے کے دن یعنی ۳ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء تک کوئی نئی بات وقوع میں نہیں آئی جب کہ دو سنیوں نے جان بوجھکر خلفائے ثلٰثہ کی مدح چوک کے اندر پڑھی وہ گرفتار کئے گئے اور اُنھیں سزا دی گئی۔ ۱۳ مئی سنہ ۱۹۳۶ء یوم چہلم کو پھر اس جرم کا اعادہ کیا گیا اور ۱۴ آدمی گرفتار کئے گئے۔ اسکے بعد یہ ایجی ٹیشن کہ اُن نظموں کے پڑھنے کی اجازت دیجائے جو مدح صحابہ کے نام سے موسوم تھیں یا صحابہ رسول ؐ کی مدح کی اجازت پوری قوت سے جاری تھا۔ سُنیوں نے بارہ وفات کے موقع پر یعنی رسول اللہ ؐ کی ولادت کے دن ۳ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء کو ایک جلوس نکالنے کی تجویز کی جس میں اس قسم کی نظمیں پڑھی جانے والی تھیں چونکہ شیعوں کو بھی اس جلوس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ اور شیعوں نے اس جلوس میں شرکت پر رضامندی بھی ظاہر کردی تھی لہذا ڈپٹی کمشنر کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں نقض امن نہ ہو جائے اور انھوں نے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے ماتحت اس جلوس میں مدح صحابہ پڑھنے کی ممانعت کردی۔ نتیجہ میں یہ جلوس ۱۲ جون کے لئے ملتوی کردیا گیا۔ اُس روز ایک جلوس نکالا گیا اور اس جلوس میں صرف قرآن کی کچھ آیات پڑھی گئیں جن میں صحابہ رسول ؐ کی بلا اُن کے نام کے مدح تھی۔ اور جن کے متعلق سنیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ خلفا ثلٰثہ کی مدح میں ہیں۔ شیعوں میں جنھیں یہ خیال ہوا تھا کہ جلوس میں مدح صحابہ پڑھی گئی بہت جوش پیدا ہوا لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے ایک اعلان شایع کرکے جس میں صحیح واقعات کا اظہار کیا گیا تھا اُن کے جذبات فرو کئے گئے۔ بعض سُنیوں نے اس کے بعد اس سے بھی زیادہ براہ راست کارروائی شروع کردی۔ اُنھوں نے جلسے کرکے یہ طے کیا کہ ہر جمعہ کو ٹیلہ کی مسجد سے مدح صحابہ پڑھتے ہوئے جلوس نکالے جائیں۔ پہلے دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری کے ماتحت اُن کے خلاف کارروائیاں کی گئیں۔ لیکن بعد کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے ماتحت اس قسم کے جلوس کی ممانعت جاری رکھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان احکام

کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کی گئی وہ مجرمین گرفتار کئے گئے اور دفعہ ۱۸۸ تعزیرات ہند کے ماتحت جسکے ذریعہ سے اُن لوگوں کو سزائیں دی جاسکتی ہیں جو مجسٹریٹ کے موافق قانون جاری کردہ احکام کی خلاف ورزی کریں۔ ان مجرمین کو بھی سزائیں دی گئیں۔ یہ صورت حالات تین ماہ سے زائد قائم رہی۔

ہزاکسلنسی گورنر کی خدمت میں سنی شیعہ وفود سُنیوں نے اس کے بعد ایک ایڈریس یا میموریل ہزاکسلنسی گورنر کی خدمت میں پیش کیا تاکہ اُن کی شکایات کا ازالہ ہو سکے اور اُنھوں نے اس امر پر رضامندی ظاہر کی کہ جب تک اُن کا معاملہ حکومت کے زیرغور رہے گا وہ پبلک مقامات پر مدح صحابہ نہ پڑھیں گے۔ اُن کے اس اطمینان دہی پر گورنمنٹ نے ان ملزمین کو جو سزایاب ہو چکے تھے رہا کر دیا۔ اور جن پر جرمانے کئے گئے تھے اُنکے جرمانے معاف کر دیئے گئے۔ سُنی میموریل ۴ ار نومبر ۱۹۳۶ء کو ہزاکسلنسی گورنر کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اسکے بعد ۱۹ ار دسمبر ۱۹۳۶ء کو ہزاکسلنسی کی خدمت میں ایک شیعہ میموریل پیش ہوا۔ ان میموریلوں کے پیش کئے جانے کے بعد کوشش کی گئی کہ آپس کے سمجھوتہ سے ان تنازعات کا فیصلہ کرا دیا جائے۔ چیف سکریٹری نے فریقین کے لیڈروں سے گفت و شنید کی۔ لیکن اس مسئلہ کا کوئی حل نہ نکل سکا اور باہمی سمجھوتہ ناممکن معلوم ہوا۔ جب یہ تمام کوششیں ناکامیاب ہوئیں تو موجودہ کمیٹی مقرر کی گئی۔

ایلسپ کمیٹی کا تقرر ہم نے تیسری اپریل سے کارروائی شروع کی۔ ہم نے ہر ممکن کوشش کی کہ ہر فریق کے نمایندوں سے اُن کے خیالات دریافت کئے جائیں اور ہمارا یقین ہے کہ کوئی ایسا حلقہ رائے نہیں ہے جو ہمارے سامنے پیش ہونے سے رہ گئی ہو اور جسکی ہمارے سامنے نیابت نہ ہوئی ہو۔ کمیٹی کی کارروائیوں کے آخر میں ہمیں بعض ایسے خطوط ملے جن میں ان تنازعات پر بحث کی گئی تھی لیکن ان میں کوئی ایسا خیال ظاہر نہیں کیا گیا تھا جو ہمارے سامنے پیش نہ ہو چکا ہو۔ ابتدائی مباحثات کے دوران میں یہ ظاہر ہوا کہ اس موقع پر صلح و آشتی سے کوئی باہمی سمجھوتہ ناممکن ہے اور تب ہم نے فریقین کی وہ شہادتیں لیں جنہیں وہ پیش کرنا چاہتے تھے اور کئی روز سے زیادہ تک ہم نے فریقین کی بحث سُنی۔ ہم فریقین میں سے اُن حضرات کے بہت شکر گذار ہیں جنھوں نے اپنا کافی وقت صرف کیا اور فریقین کے خیالات کو ہمارے روبرو پیش کرنے میں بہت زیادہ زحمت برداشت کی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہم نے اُن کے دلائل کو اچھی طرح سمجھا ہے

اور ہم کوشش کرینگے کہ ہم اگر اُن کے تمام دلائل کو تسلیم نہ بھی کریں تاہم اُن کو منصفانہ حیثیت سے آگے چل کر پیش کرنے کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھیں گے۔

وہ پہلی تنقیح جس کا فیصلہ ہمارے متعلق کیا گیا تھا یہ تھی کہ آیا اُس اصول اور پالیسی میں جو گورنمنٹ رزولیوشن مورخہ ۷ رجنوری ۱۹۰۹ء سے طے کی گئی تھی کسی ترمیم کی ضرورت ہے؟ ہم نے عام طریقہ پر یہ ظاہر کردیا ہے کہ اس رزولیوشن میں کیا تھا لیکن اب ہمیں زیادہ وضاحت کے ساتھ اس پر بحث کرنے کی ضرورت ہوگی اس لئے کہ اس رزولیوشن کے بعض حصوں کی صحیح تعبیر کے متعلق سنیوں اور شیعوں میں اختلاف وکشاکش ہے۔ گورنمنٹ کے اُس ارادہ کے متعلق جو عشرہ وچہلم اور ۲۱ رمضان کے متعلق ظاہر کیا گیا ہے کوئی غلط فہمی نہیں ہوسکتی۔ رزولیوشن میں کہا گیا ہے کہ حقیقتاً بڑے بڑے کثرتِ سنی کے لئے دلائل کے ماتحت رہ کر یہ کہنا ناممکن ہے کہ کیونکر اُس کے ہم مذہب حضرات کو یہ حق حاصل ہے کہ جس جلوس کی شرکت کی اجازت اُنھیں شاہ راہ عام پر (امام) حسینؑ کی شہادت کی یادگار کے سلسلہ میں حاصل ہوئی ہے وہ اُس جلوس کو بلا وقت اور بلا اجازت خلیفہ ابوبکر عمر وعثمان کے متعلق اپنے خیالات کے مظاہرہ کا ذریعہ بنادیں اور اس جلوس کے ذریعہ سے اُن کے متعلق اپنے جذبات سے احترام کو ظاہر کریں۔ کمیٹی کی اکثریت کی رائے جس سے لفٹنٹ گورنر بھی پوری طور پر متفق ہیں یہ ہے کہ اس غلطی کو درست کیا جائے۔ علاوہ ان باتوں کے جو بہت ہی ضروری ہیں اور مناسب موقع اور مناسب مقامات پر وہ اپنے مذہب کے عقائد ظاہر کرسکیں اگر سنی گواہان کی شہادت کا جو کمیٹی کے روبرو پیش ہوئی ایک ایک لفظ بھی تسلیم کرلیا جائے پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ باقی رہے گا کہ وہ غلط عمل جسکے ذریعہ سے محرم کے رسوم کی مکمل نوعیت ہی بدل دیجائے کس طرح اُن کارروائیوں سے کم ہیں درست ہوسکتا ہے جو (بجٹ) کمیٹی کی اکثریت نے تجویز کی ہیں۔ بہرصورت موجودہ حالت میں اور لکھنؤ کے جذبات کو دیکھتے ہوئے لفٹنٹ گورنر اپنے کو مجبور پاتے ہیں کہ وہ کمیٹی کی تجویزات کو صرف شکایت کردہ غلطی کے ازالہ کے لئے واحد عملی حل سمجھکر منظور فرمالیں۔

کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ چاریاری (مدح صحابہ) نظموں کو تعزیہ وعلم یا دیگر مسلم جلوس کے راستہ یا اُسکی سماعت میں پڑھنے کی ممانعت کردی جائے۔ شیعوں نے اس پر احتجاج کیا کہ یہ

اجتماع کافی طور پر وسیع نہیں ہے۔ انکی خواہش یہ تھی کہ گورنمنٹ سے یہ اعلان حاصل کریں کہ خلفاء ثلثہ کی شاہراہ عام پر مدح ہر موقع و ہر زمانہ میں اشتعال آمیز ہے اور امن عامہ کے مقابلہ میں ایک جرم کی حیثیت رکھتی ہے۔

گورنمنٹ کا رزولیوشن کہتا ہے کہ بظاہر گورنمنٹ کے لئے یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا کوئی اعلان کردے اس لئے کہ جس طرح شیعوں کو حق حاصل ہے اسی طرح سنیوں کو بھی اس کا حق ہے کہ وہ دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے خاص خاص مذہبی عقائد مناسب موقع اور مناسب طریقہ سے ظاہر کر سکیں۔

شیعوں نے یہ بھی خواہش کی تھی کہ بجائے ان الفاظ "کسی پبلک سڑک یا پبلک مقام پر اجتماع" کے یہ الفاظ رکھے جائیں کہ "کسی سڑک یا کسی تعزیہ علم یا دوسرے اسلامی جلوس کے راستہ یا اس جلوس کی سماعت میں"۔ گورنمنٹ نے اس ترمیم کو اصولاً منظور کرلیا۔ اسی رزولیوشن میں کہا گیا ہے کہ "غرض یہ ہے کہ سنیوں کو ان تاریخوں میں اس بہانہ سے اجتماع کرنے اور یکجا ہونے سے روکا جائے کہ پہلے تو امام حسینؑ کے اعزاز و احترام میں محرم کے معمولی جلوس میں شرکت کریں اور بعد کو اس جلوس کو چاریاری مظاہرہ کی نوعیت دیدیں"۔

یہی وہ غلط طریق کار ہے جس کا کہ کمیٹی انسداد کرنا چاہتی ہے یعنی دلآزار نظموں کے گانے کی ممانعت کسی اجتماع یا پبلک مقام پر ضروری ہے اور اس اصول کے ماتحت ہے جس پر کہ کمیٹی کی اکثریت کی رپورٹ مبنی ہے کہ صرف ان جلوسوں اور اجتماعات کی سڑکوں یا پبلک مقامات پر ان تین دنوں میں جن کا اعلان میں حوالہ موجود ہے اجازت دی جائے جو کہ سابقہ رسم کے مطابق شہادت حضرت امام حسینؑ کی یادگار کے سلسلہ میں ہوں۔ گورنمنٹ کے خیالات قلمبند کرنے کے لئے بجائے ان الفاظ کے کہ "کسی پبلک سڑک پر" یہ الفاظ زیادہ بہتر خیال کئے گئے کہ "کسی راستے میں جہاں سے تعزیہ یا علم یا کوئی مسلمانوں کا جلوس گزرتا ہو"۔ اس رزولیوشن کے بعد بھی ایک ضمیمہ شائع کیا گیا جس میں کہ نوٹس کا مسودہ درج تھا جو عشرہ و چہلم اور ۲۱ر رمضان کے حالات پر قابو پانے کے لئے حکام کی طرف سے جاری کیا جانا چاہئے۔ اس مسودہ کی دفعہ ۱ میں الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"کوئی نظم یا عبارت یا دوسرے اس طرح کے الفاظ جن سے مدح ہوتی ہو یا جن کا مقصد ابوبکر، عمر، عثمان کا احترام ہو کسی شخص کی طرف سے اس راستہ میں نہیں پڑھے جا سکتے جدھر سے تعزیہ یا کوئی دوسرا مسلم جلوس گزرتا ہو۔ نہ اس طرح پڑھے جا سکتے ہیں کہ اس جلوس کی سماعت

میں آسکیں اور نہ کسی دیگر پبلک مقام پر کسی اجتماع میں ادا کیے جا سکتے ہیں"۔ اس دفعہ کے معنی صاف طور پر واضح ہیں اور اس میں حقیقتاً کوئی غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔ علاوہ اس کے کہ سُنی اس خیال میں ہیں کہ امتناع اس سے زیادہ وسیع ہے جتنا کہ حقیقتاً ہے کسی فرد واحد کو جو کسی اجتماع میں شریک نہ ہو کسی پبلک مقام پر مدح صحابہ کی ممانعت نہیں سوائے تعزیہ یا علم جلوس کے راستہ یا ان کی سماعت کے امتناع اجتماع کے لئے دیگر پبلک مقامات کے واسطے ہے۔
سنیوں کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ گورنمنٹ کے رزولیوشن کا یہ منشا نہیں ہے کہ مدح صحابہ کے کسی مجمع یا جلوس کے ساتھ کسی پبلک مقام پر سوائے ان تین دنوں کے جن کا حوالہ دیا گیا ہے ممانعت کی جائے۔ شیعوں کا دعوےٰ یہ ہے کہ امتناع کا منشا یہ نہیں بلکہ سال کے ۳۶۵ دن کے لئے ہے اس مسئلہ کا حوالہ دفعہ ۱۷ گورنمنٹ رزولیوشن میں ہے جو حسب ذیل ہے۔
"اب یہ غور کرنے کو رہ جاتا ہے کہ کیا شیعہ ممبران کمیٹی اس دعوے میں حق بجانب ہیں کہ امتناع مدح صحابہ کی توسیع دو مہینہ دس دن کے لئے کر دی جائے جس میں کہ رسوم محرم ادا کیئے جاتے ہیں۔ لفٹنٹ گورنر کا خیال ہے کہ جو میموریل شیعہ جماعت کی طرف سے پیش کیا گیا ہے اور انکی طرف سے جو شکایت سامنے لائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سنیوں کے جلوس جھنڈے لے کر چار یاری نظم گاتے ہوئے جہلم اور چہلم کے کئی دن قبل سے نکلتے رہے۔ کمیٹی کے سامنے دوران تحقیقات میں جن لوگوں نے شیعوں کیطرف سے پیروی کی انھوں نے اپنی تمام قوت اس پر صرف کر دی ہے کہ کسی طرح کی چار یاری نظم کی خواہ وہ ایک ہی آدمی کیوں نہ پڑھے اجازت نہ دینی چاہیئے اور اس کا مکمل امتناع ہونا چاہیئے۔ اُنھوں نے اسکی کوئی کوشش نہیں کی کہ اپنے میموریل میں جو خاص شکایت کی ہے اسکی حقیقت کو ثابت بھی کرتے یعنی منظم چار یاری جلوس کا عشرہ محرم یا چہلم کے علاوہ اور دنوں میں نکالا جانا۔ لفٹنٹ گورنر اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کمیٹی نے کوئی طریقہ اس خاص شکایت کے دور کرنے کے لئے نکالنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ اس مسئلہ پر ان کی توجہ قوت کے ساتھ کبھی مبذول نہیں کرائی گئی۔ بہر حال اگر اس طرح کی کارروائی کی کوشش ماضی میں کی گئی ہو یا مستقبل میں ایسی کوشش کی جائے تو وہ واضح طور پر قابل اعتراض ہے اور احکام متعلقہ کو اسکی انسدادی تدابیر ضرور اختیار کرنی چاہیئے لکھنؤ میں جو

احکام پبلک راستوں سے جلوس نکالنے کے متعلق پہلے سے نافذ ہیں ان کے مطابق ڈپٹی کمشنر کو ایسے جلوس کی پہلے سے نوٹس دینا ضروری ہے اور ان کے منظور شدہ انتظامات کے بعد وہ نکالے جا سکتے ہیں۔ ان احکام کا تعلق انھیں منظم اجتماعات سے ہے جو پبلک مقامات پر کیئے جائیں۔ اور اگر یہ جلوس اور اجتماعات خود ایک جدید نوعیت رکھتے ہوں اور بظاہر ان کا منشاء یہ ہو کہ ان کے ذریعہ سے اشتعال دلا کر فساد کرایا جائے تو انکی کسی زمانہ میں بھی اجازت نہیں دی جا سکتی چہ جائیکہ زمانہ محرم میں ...... ایک عام اعلان شایع کرنا جسکے ذریعہ سے ہر وہ شخص قابل تعزیر قرار دیدیا جائے جو کسی پبلک مقام پر کسی حالت میں بھی مدح صحابہ کے گیت گائے یا واضح الفاظ میں ایسے جملے پڑھے جن سے کہ اول تین خلفاء کی مدح نکلتی ہو ایک ایسا قدم ہے جس کو گورنمنٹ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہے جیسا کہ کیٹی کی اکثریت نے ریمارک کیا ہے دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند شہر لکھنؤ میں منسوخ نہیں ہے۔ کوئی شخص جو جان بوجھ کر اس ارادہ سے کوئی لفظ استعمال کرے کہ دوسرے کے جذبات مذہبی مجروح ہوں مستوجب سزا ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ اس کا فعل تعزیرات ہند کی استثناء کے تحت میں آتا ہے"۔

ہم یہ نہیں خیال کرتے کہ کوئی جائز شبہ گورنمنٹ کی نیت اور ارادے کے متعلق ہو سکتا ہے۔ ان کا بظاہر منشاء یہ تھا کہ وہ دو حد بندیاں کر دیں ایک تین اہم دنوں کے لئے اور دوسرے سال کے دیگر ایام کے لیئے۔

ایک طرف منظم جماعتوں کی طرف سے مدح صحابہ کے پڑھے جانے کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف انفرادی حیثیت سے اس کے پڑھے جانے کا مسئلہ ہو۔

ہم نے اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ ان احکام کے معنی و مفہوم میں کوئی شبہ کی گنجائش ہی نہیں جسے اب مدح صحابہ پڑھنا کہتے ہیں ان کے پڑھنے کی تمام پبلک مقامات پر اجتماعات کے ساتھ تین مخصوص دنوں کے لیئے ممانعت کر دی تھی۔

انفرادی حیثیت سے بھی عام طور پر مدح صحابہ پڑھنے کی ان راستوں میں جدھر سے تعزیہ گزرے یا تعزیہ لے جانے والوں کے کان تک یہ آواز آسکے یا دوسرے مسلم جلوس نکلیں عام طور پر ممانعت تھی۔ یہ ظاہر کر دیا گیا تھا کہ اگر دل آزار طریقہ پر انفرادی حیثیت سے بھی یہ نظمیں پڑھی جائیں گی تو معمولی مروجہ قانون کے ماتحت ان کے خلاف کارروائی کیجائیگی

اور یہ صرف تین دن کے نہیں بلکہ سال کے ۳۶۵ دن کے لئے ہوسکیگی۔ اسی طرح سے ہم یہ نہیں خیال کرتے کہ گورنمنٹ کا منشا یہ تھا کہ تمام جلوس اور اجتماعات جن میں مدح صحابہ پڑھی جائے علاوہ عشرہ و چہلم اور اکیس[۲] رمضان کے لازمی طور پر ممنوع قرار دیئے جائیں۔ ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک پالیسی کا سنگ بنیاد رکھ رہے تھے کہ اس طرح کے اجتماعات کی اجازت نہ دی جائے جو صرف اینوویشن یعنی جدیدیات کی حیثیت ہی نہیں رکھتے بلکہ جن سے نقض امن کی برہمی کا بھی اندیشہ ہو۔ ہماری رائے میں یہی وہ اصول اور پالیسی ہے جسکی ہم کو جانچ کرنا ہے۔

سُنیوں کی طرف سے قانونی نظائر سنیوں کا عذر یہ ہے کہ مدح صحابہ پر کوئی پابندی نہ ہونا چاہیئے۔ ان کا اعتراض ہے کہ تمام ہندوستان کے شہریوں کو یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے جلوس نکالیں اور مجسٹریٹوں کو ان کے قانونی حق میں سوائے ان ضروری موقعوں کے مداخلت نہ کرنی چاہیئے جب کہ کوئی دوسرا ذریعہ قیام امن کے لئے اختیار نہ کیا جاسکتا ہو۔ اور ان کا مقدمہ خاص طور پر مضبوط ہے کیونکہ ان کا ایک مذہبی حکم جس پر ہم اب بحث کریں گے یہ ہے کہ اگر لکھنؤ کی گلیوں میں مدح صحابہ روکی جائے تو مدح صحابہ نہ کرنا ان کے لئے گناہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اپنے قانونی مباحث کی تائید میں انھوں نے بہت سے قانونی نظائر کا حوالہ دیا ہے۔ پہلی نظیر مقدمہ منتھیاپوچیٹی بنام بابون صاحب آئی۔ ایل۔ آر ۲۰ مدراس ۱۱۶ ہے۔ سنہ ۱۸۹۴ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مسلمانان شیوا پیٹ کو اس شرط کے ماتحت مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دی کہ وہ تمام جلوسوں کو جو مسجد سے گزریں گے گزرنے کا راستہ دیں گے اور ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت کی کہ جب کوئی جلوس مسجد سے گزرتا ہوگا تو باجا روک دیا جائیگا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے بعض نمایندوں پر عدالت دیوانی میں دعوے کیا تاکہ وہ اس کا استقرار حق حاصل کرسکیں کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے یہ عام ہدایت خلاف قانون تھی۔ سکنڈ اپیل میں ہائیکورٹ نے ہندوؤں کو استقرار حق کی ڈگری دے دی اور یہ طے کردیا کہ ہندوؤں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے جلوس کے ساتھ مسجد سے گزرتے وقت باجا رکھیں لیکن قانون کے اندر رہ کر اس حیثیت میں کہ سپرنٹنڈنٹ اور ان لوگوں کو جو مسجد میں جمع ہوں اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اس فیصلہ کے دوران میں فاضل جج نے حسب ذیل ریمارک کئے ہیں:۔

ایک ایسے ملک میں مناسب طریقہ پر حکمرانی کے لئے جہاں کی آبادی مختلف جماعتوں پر مشتمل ہو اور جن کے عقائد مذہبی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں اسکی بہرحال ضرورت ہے کہ ایسے قواعد مقرر کئے جائیں جن سے ہر جماعت کے ممبر اپنے قانونی اور مذہبی فرائض کو انجام دے سکیں اور ان میں دوسری جماعت کے ممبران کیطرف سے بے جا مداخلت نہ ہوسکے اس طرح کے ضابطے برطانوی ہند کے قانون میں موجود ہیں۔ (ضابطہ فوجداری باب ۱۱) لیکن ان مواقع پر کہ جب مختلف جماعتوں کے حقوق میں مذہبی رسوم کی ادائی کے سلسلہ میں تصادم ہو جائے اور کسی کا کوئی مجرمانہ ارادہ نہ ہو تو ایسے حالات میں آپس کی باہمی رواداری ہی سے مناسب اور واحد طریقہ پر حکومت کی جاسکتی ہے۔ اس وقت یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ کس طرح متصادم حقوق میں کہاں تک مداخلت ہوتی ہے۔ اور لازمی طور پر ایک دوسرے میں کہاں تک ترمیم کیجاسکتی ہے۔ ایک طرف قانون سے یہ حق مسلم ہے کہ کوئی جماعت جو قانون کے ماتحت کسی مذہبی عبادت یا مذہبی رسم کی ادائی میں مصروف ہو اسکے کاموں میں کسی طرح برہمی اور اختلال نہ پیدا کیا جائے گا۔ اور دوسری طرف قانون سے یہ حق مسلم ہے کہ وہ لوگ جو ایک قانونی مقصد کے لئے مجتمع ہوں خواہ وہ مقصد شہری ہو یا مذہبی عام شاہراہ استعمال کرنے میں اور اس پر باجہ کے ساتھ گزرنے میں اور وہ دوسرے اشخاص کی آزادی میں جو اسی راہ سے گذرتے ہوں مخل نہیں ہوتے۔ اگر وہ لوگ جو باجہ بجاتے ہوئے جلوس (وغیرہ) کے ساتھ گزرتے ہیں ایک ایسے مقام سے گزریں جہاں دوسرے جمع ہوں اور پبلک عبادت میں مشغول ہوں اور یہ باجہ انکی عبادت میں مخل ہو تو یہ ان لوگوں کا جو جلوس میں شامل ہوں فرض ہوگا کہ وہ اس قسم کے ہنگامہ سے باز رہیں۔ لیکن عبادت کے لئے مشکل سے کسی مقام پر دن رات کے چوبیس گھنٹے مخصوص ہوتے ہیں بلکہ مقررہ اوقات ہوتے ہیں اور اس لئے یہ غیر ضروری ہے کہ ایسا قاعدہ بنایا جائے کہ کسی وقت بھی لوگ اس شاہراہ عام سے نہ گزر سکیں یا کسی مسلم مقام عبادت کے قریب سے بھی باجہ کے ساتھ نہ جاسکیں۔ لیکن ہاں اگر کوئی جلوس کوئی مذہبی حیثیت رکھتا ہوگا تو اسکی ممانعت مذہبی مراسم کی آزادانہ بجاآوری میں ایک حقیقی مداخلت ہوگی۔ کیونکہ جلوس کو آگے بڑھنے کی اجازت دے دینے میں مجمع کی عبادت میں خلل ہوگا لیکن اور اگر کسی مذہبی جلوس کو مسلمہ عبادت گاہوں کے قریب سے گزرنے کی اجازت نہ دیجائیگی تو وہ لوگ جو کہ وہاں

مجمع ہوں یا نہ ہوں اور مذہبی عبادت میں مصروف ہوں یا نہ ہوں شاہراہ عام کو دیگر مختلف اقوام کے لئے بند کر دیں گے۔

اور کسی شاہ راہ عام سے کسی قریب جگہ پر عبادت گاہ بنا کر جلوسوں کے گزرنے کو مسدود کر دیں گے۔

قانون میں جلوس پر جس طرح کی بھی پابندیاں عائد کی جائیں وہ ضرورت سے زیادہ نہ ہونی چاہیئں۔ مجسٹریٹ نے جو احکام نافذ کئے وہ موافق قانون نہیں، میں نہ ان کو عام طور پر یہ حق حاصل تھا کہ وہ اس مسئلہ پر قانون کا اعلان کر دیں اور امن کی برہمی کے خطرہ کو محسوس کر کے ایک امتناعی حکم صادر کر دیں۔

پبلک امن کے قیام کے لئے مجسٹریٹ کو خاص اختیارات حاصل ہیں لیکن وہ اختیارات جو بعض حالات اور مواقع کے لئے محدود ہیں۔ اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ ہر شخص کو وہ حقوق دے جو قانون کے مطابق اسے حاصل ہونا چاہیئے اور احتیاطی تدابیر کی صورت میں ان لوگوں کو روکے جو دوسروں کے حقوق میں مزاحم ہونا چاہتے ہیں لیکن اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ کسی حق کی قانونی حیثیت سے بجا آوری شہری انتشار اور بلوہ کا سبب ہوگی اور اسکو یہ شبہہ ہو کہ بلوہ کو فرو کرنے کے لئے اس کے پاس کافی قوت نہیں ہے تو پبلک بہبود کے خیال کو مدنظر رکھکر پرائیویٹ حقوق کا لحاظ نہ کیا جائے گا اور مجسٹریٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ جو چاہے طریقہ کار مناسب اختیار کرے۔ مجسٹریٹ کے یہ اختیارات ہنگامی ضرورت کے ساتھ ساتھ جس سے کہ ان اختیارات کو کام میں لانا حق بجانب ہو بہت زیادہ وسیع ہیں۔

دوسری نظیر مقدمہ سندر رام چیتی بنام ملکہ معظمہ (انڈین لا رپورٹ ۶ مدراس صفحہ ۲۰۴) ہے۔ یہ فیصلہ ۱۸۸۳ء میں ہائی کورٹ مدراس سے ایک فوجداری مقدمہ کی اپیل کے سلسلہ میں ہوا۔ شیوا پیٹ کی مسجد کے متعلق بلوہ ہوئے تھے ۱۸۸۲ء میں بلوے ہوئے اور بعض بلوائیوں کو سزائیں دی گئیں۔ سشن جج نے اپنے فیصلے میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ہائی کورٹ کا فیصلہ جو سابقہ مقدمہ میں ہوا تھا مختلف نوعیت رکھتا اگر ججوں کے سامنے معاملات صحیح روشنی میں پیش کئے گئے ہوتے۔ جج نے لکھا " مسلمانوں کی مسجد کے سامنے ہندوؤں کا باجا روکنے کا رواج لوگوں کی اعتقادی اسپرٹ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اسکی بنیاد عمارت کے مفروضہ تقدس پر رکھی جاتی ہے"۔ قابل چیف جسٹس نے جنہوں نے ہائی کورٹ کا فیصلہ اپیل

کے بارے میں سنایا۔ اس خیال کو تسلیم نہیں کیا۔ انھوں نے ظاہر کیا کہ بیان کردہ رسم پر ہائی کورٹ میں زور نہیں دیا گیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ رسم ہوتی بھی تو وہ منجملہ ان رسوم کے ہوتی جن کی ابتدا ان زمانوں میں ہوا کرتی ہے جب کہ سلطنت کے مذہب کا ملک کے پرائیویٹ اور پبلک قانون پر اثر ہوا کرتا ہے اور وہ ان اصولوں کے مطابق نہیں ٹھہرتا جن پر برطانوی راج میں عمل کیا جاتا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ کوئی رسم جو قانون کی حیثیت اختیار کرے جائز اور منصفانہ بھی ہونا چاہیئے اور انھوں نے یہ شبہ ظاہر کیا کہ آیا وہ رسم جس کا سشن جج نے حوالہ دیا ہے جائز اور منصفانہ بھی قرار دیجا سکتی ہے۔ فاضل جج نے فرمایا کہ "ایک انسان کے پاس شکایت کے جائز وجوہ ہو سکتے ہیں اگر اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ اس مذہب کے مقدس مقام کے احترام کو تسلیم کرے جس مذہب کو وہ جھوٹا خیال کرتا ہے اسے شکایت کی جائز وجہ نہ ہوگی۔ اگر وہ اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے ہی سے دوسرے شہری کے شہری حقوق کو تسلیم کرے جس کی حفاظت چاہی جاتی ہے۔ اور جب کہ وہ عبادت میں مصروف ہو ہنگامہ سے روکا جائے۔ اسکے بعد انھوں نے گورنمنٹ آرڈر کے بعض حوالے دیئے جن میں ظاہر کیا گیا ہے کہ مذہبی جلوس کس طرح نکالنا چاہیئں اور فرمایا:۔

"میں نے ان احکام کا یہ ظاہر کرنے کے لئے حوالہ دیا کہ جس وقت اس عدالت کے فیصلے صادر ہوئے اس وقت بنیادی طور پر اگزیکٹو اور جوڈیشل حکام کی رایوں میں بہت کم اختلاف ہوا کرتا تھا۔ دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ ہر شہری کو حق ہے کہ وہ شاہراہ عام کو جلوس اور اسی طرح دوسرے اغراض کے کام میں لائے۔ دونوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مجسٹریٹ کو حق ہے کہ وہ کسی جلوس کے لئے خاص احکام نافذ کرے۔ یا اسے بالکل ملتوی کردے اور پولیس کو اختیار ہے کہ وہ اس حق کی ادائی کے طریقے معین کرے۔

ان میں اس امر میں اختلاف ہے کہ گورنمنٹ نے بہت اجمال سے ان اختیارات کا ذکر کیا ہے جو مجسٹریٹ وقتاً فوقتاً اختیار کریں۔ حالانکہ عدالت قانون کے شرائط کے ماتحت مجبور ہے کہ وہ اسی کی پابند رہے۔ اور حالات کی نوعیت کو دیکھکر فیصلہ کرے۔ اسکے بعد گورنمنٹ نے جو احکام نافذ کئے تو قانون نے مجسٹریٹ کے حقوق پر

جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں ان کو پوری طرح تسلیم کرلیا۔
سشن جج اس پر زور دیتے ہیں کہ ایک معمولی دیسی ذہنیت والے کے لئے یکم جون ۱۸۹۲ء کے احکام اور ہائی کورٹ کے احکام میں بین تصادم ہے میں نہ اس رائے کو قبول کرتا ہوں اور نہ اس سے انکار کرتا ہوں لیکن یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میرے ذہن میں یہ تصادم پوری طرح محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ اس حکم نے مجسٹریٹ کو ممانعت کردی تھی کہ وہ وہیں علاقے سے اپنی پولیس کی قوت کو ہٹائے تاکہ بعض لوگوں کو جو سابقہ رسوم کا کوئی خیال نہیں کرتے جلوس نکالنے کا موقعہ ہو۔
گورنمنٹ کا پہلا فرض ہے کہ وہ جان و مال کی حفاظت کرے اور اس غرض کو حاصل کرنے کیلئے اسکے افسران کو اختیارات تفویض کئے گئے ہیں کہ وہ کسی جماعت کے ممبران کے معمولی حقوق تمتع میں مزاحمت اور مداخلت کریں۔ حکم مورخہ ۲۶ مارچ ۱۸۵۹ء میں ان حقوق میں فرق بتایا گیا تھا جو ابتدائی اور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کی گورنمنٹ حفاظت کرسکتی ہے اور جن دونوں طرح کے حقوق کی حفاظت نہیں کرسکتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آخرالذکر کے حاصل کرنے کے لئے اول الذکر کو ترک کرنا پڑے۔ اس نقطۂ نظر میں اس کا بہت زیادہ لحاظ نہیں کیا جاسکتا کہ جلوس کا حق جس کا استعمال چاہا جارہا ہے قدیم ہے یا جدید۔ گورنمنٹ اس پر مجبور نہیں ہے کہ کسی جماعت کے بعض ممبران کو اس فوج اور قوت کی خدمات سے محروم کردے جسکی ضرورت اسکی حفاظت کے لئے لازمی ہو اور جسکے بغیر جان و مال کی حفاظت نہ ہوسکتی ہو۔
اس حالت میں کہ جب معاملات میں خرابیاں پیدا ہوں ایسا اشتعال رونما ہوجاتا ہے جو دونوں کے لئے خطرناک ہوتا ہے۔
گورنمنٹ سے معقول طور پر نہیں چاہا جاسکتا کہ وہ امن کے قیام کے لئے اپنی فوجی قوت کو اتنا بڑھا دے کہ اس کے اخراجات ملک کے خزانہ پر ایک ناقابل برداشت بار ہوجائیں۔
یہ امر ذہن نشین رکھا جائے گا کہ گورنمنٹ کے متعدد آرڈروں کا حوالہ دیا گیا ہے علاوہ حکم مورخہ ۷ مئی ۱۸۷۴ء مجسٹریٹ کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ جہاں حقوق کے استعمال کا مسئلہ مابہ النزاع ہو وہاں مراسم قدیم کو اس وقت تک باقی رکھیں جب تک کہ عدالت دیوانی سے اس نزاع کا فیصلہ نہ ہوجائے اور وہ ان معاملات میں استعمال نہیں کئے جاسکتے جہاں کہ حقوق کے

استعمال کی اجازت سابق عملدرآمد سے حاصل ہے یا عدالت انصاف سے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے جہاں جائز شبہ حق کے مسئلہ پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عدالت کے لئے جائز طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ سابق عملدرآمد کا لحاظ کرے حالانکہ حق کا وجود اس کے عملدرآمد پر منحصر نہیں ہوتا۔ دوسری طرف اگر مجسٹریٹ مطمئن ہو کہ ایسی فوری ضرورت لاحق ہو گئی ہے کہ وہ اپنے ان اختیارات سے کام لے جو دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کے ذریعہ سے اسکو حاصل ہیں تو وہ ان حقوق کے استعمال کو روکنے میں بالکل ہی حق بجانب ہوگا خواہ یہ حقوق کتنے ہی مسلم کیوں نہ ہوں۔

مجھے ضرور یہ احساس ہے کہ مجسٹریٹ کے اختیارات غیر معمولی ہیں اور مجسٹریٹ ان اختیارات کیطرف اسی وقت رجوع کرسکتا ہے جب اسے اطمینان ہو کہ دوسرے اختیارات جو اسے دیئے گئے ہیں کافی نہیں۔ جب حقوق معرض خطر میں ہوتے ہیں تو وہ لوگ جنھیں حقوق حاصل ہونے چاہئیں زیادہ سے زیادہ اس حفاظت کے مستحق ہیں جو قانون انہیں دے سکتا ہے یا حالات جن کے وہ داعی ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے کسی بحث کی ضرورت نہیں کہ مجسٹریٹ کے اختیارات حقوق کی محافظت میں استعمال ہونے چاہئیں نہ انکی نگرانی میں خلاف کارروائیوں کو روکنے میں کہ قانون کے ماتحت افعال کی مداخلت میں اگر مجسٹریٹ مطمئن ہے کہ کسی حق کے استعمال سے بلوہ کا اندیشہ ہے تو وہ شکل سے ان لوگوں سے ناواقف ہو سکتا ہے جن سے کہ ہنگامہ کا خطرہ ہے اور اس کا فرض ہے کہ ان سے امن قائم رکھنے کے لئے ضمانت طلب کرے۔ ان لوگوں کی خاص حفاظت کا سامان بہم پہونچانے کے لئے جو کسی مذہبی عبادت یا مذہبی جلوس میں شریک ہوں قانون یہ اشارہ کرتا ہے کہ یہاں مذہبی عام اجتماع سے مراد ہے نہ کہ پرائیویٹ عبادت سے اور ان کو چاہئے کہ وہ پہلے سے حکام ضلع کو اطلاع دیدیں کہ وہ کس وقت مذہبی رسوم کے ادا کرنے کے لئے جمع ہوں گے تاکہ دوسری جماعت کے لوگوں کے حقوق کو مضرت نہ پہونچے۔

ایک حکم جو اس عدالت کے سامنے پیش ہوا وہ ایک پرائیویٹ مکان کے رہنے والے کے نام تھا جسکے ذریعہ سے اسے گانے بجانے سے روکا گیا تھا کہ وہ سال بھر میں کسی دن اور دن و رات کے کسی گھنٹہ میں نہ گائے بجائے۔ کیونکہ اس کا مکان ایک مذہبی عبادت گاہ سے ملا ہوا تھا۔ اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ مجسٹریٹ نے کتنی عدم رواداری اور جہالت سے کام لیا ....

درخواست کی وہ دفعہ جسکی طرف میں نے حوالہ دیا ہے بلاشبہ یہ واضح کرتی ہے کہ ہندوؤں

کی صحیح راے کیا تھی کہ انھیں ان کے حقوق سے محروم رکھا گیا اس لئے کہ مسلمان ہنگامہ آرائی کر رہے تھے یہ حکم امتناعی مجسٹریٹ کے اس خوف کی وجہ سے جاری کیا گیا کہ ہنگامہ کا اندیشہ تھا لیکن یہ اندیشہ کس سے ہو سکتا تھا۔ اسی پارٹی سے اندیشہ کیا جا سکتا ہے جس نے حق کے استعمال کی مخالفت کی۔ ایسا حکم جو ان حالات میں جاری کیا گیا اس امر کے اقبال کی نوعیت رکھتا ہے کہ بدامنی کا اندیشہ کیا جاتا ہے اور ایگزیکٹیو حکام اس وقت حفاظت کے معقول انتظامات مہیا کرنے کے پوزیشن میں اپنے کو نہیں پاتے۔ جب اس قسم کے احکام کا اعادہ کیا جاتا ہے تو ان کا جواز قیام امن اور اس کا تحفظ ان لوگوں پر اتنا واضح نہیں ہوتا جن کے حقوق میں خلل اندازی کی جاتی ہے جتنا کہ اسکے نتائج واضح ہوتے ہیں۔

یہ خیال اور اثر پیدا ہوتا ہے کہ حکام اس طبقہ کے خلاف استعمال کرنے کے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتے جن سے بدامنی کا خطرہ ہوتا ہے اور یہ کہ قوت کا مظاہرہ بالکل ویسا ہی ہے جس نے ایک عدالت کے فیصلہ کو عمداً بے کار کر دیا ہے اس سے زیادہ حقوق کے تسلیم کرائے جانے میں مؤثر ثابت ہوگا بہ نسبت اسکے کہ آئینی عدالتوں میں اپیل کی جائے۔

جب اس قسم کے خیالات آبادی کی بڑی اکثریت کے دلوں میں جاگزیں ہو جاتے ہیں تو اس سے شدید خطرات کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ خطرہ پیدا ہو جانے کا سبب جائز قانون کے سلسلہ میں حفاظت سے انکار ہوا کرتا ہے۔ وہ لوگ جن کے نزدیک حکام کے احکام کی تعمیل ناگوار ہوا کرتی ہے ہر پارٹی میں پائے جاتے ہیں لیکن وہ لوگ جو معمولی طور پر اس کا لحاظ کرتے ہیں کہ حکام کے احکام کی تعمیل کریں وہ بھی دشواریاں اٹھا کر اس امر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں کہ فساد کر کے کامیابی حاصل کریں۔"

سنداگوپاچاریہ کے مقدمہ میں جو راما راؤ سے لڑا گیا تھا (انڈین لا رپورٹ ۲۹ مدراس صفحہ ۲۴۹) یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ مذہبی جلوس کے سڑک پر نکالنے کے انتظام کا حق ایک ایسا حق ہے جو ہر شخص کے پیدائشی حق کی حیثیت رکھتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اس کے ذریعہ سے دوسروں کے حقوق پر حملہ و تجاوزات نہ کرے یا پبلک میں پریشانی کا سبب ہو یا سڑکوں کے استعمال میں ناجائز رکاوٹ کا سبب ہو بشرطیکہ وہ ہدایت کے ماتحت ہو اور امتناع کے خلاف نہ ہوتی ہو۔ یا نقص امن کا اندیشہ نہ ہو۔ ہر ایک ممبر اور ہر فرقہ کے آدمی کو حق حاصل ہے کہ وہ سڑکوں کو قانون کے ماتحت استعمال کر سکے اس کا بار جو انھیں روکیں خود انھیں پر ہے کہ وہ ایسا قانون یا رسم نکالیں جن میں قانون

کی ایسی قوت ہو کہ وہ اس کو اس حق سے محروم کردے۔
ان مقدمات پر پریوی کونسل کے ججان کی طرف سے ۱۹۲۲ء میں یہ مقدمہ منظور حسن بنام محمد زمان غور کیا گیا (۵۲ انڈین اپیل صفحہ ۶۱) وہ مقدمہ اورنگ آباد کے شیعہ سنی تنازعات کی بناء پر دائر ہوا تھا۔ مسئلہ متنازعہ یہ تھا کہ آیا شیعہ ایک تعزیہ کے جلوس کے ہمراہ ایک شاہراہ عام پر جمعہ مسجد کے قریب ماتم کرنے کی غرض سے اس کا حق رکھتے ہیں کہ وہ مجمع کو ٹھہرائیں۔
۱۹۰۶ء؍۱۹۱۲ء میں سنیوں نے شیعہ جلوس میں مداخلت کی اور وجہ مداخلت یہ ظاہر کی کہ ان کے ماتم سے نماز میں خلل ہوتا ہے۔ ہنگامہ کو روکنے کے لئے مجسٹریٹ نے احکام نافذ کئے کہ اوس سال مسجد سے تھوڑے فاصلہ پر ماتم رکا رہے یہاں تک کہ جلوس مسجد سے آگے معینہ مقام تک پہنچ جائے۔ شیعوں نے عدالت دیوانی میں استقرار حق کا دعوےٰ کیا۔ اسمیں انھوں نے چاہا کہ وہ اپنے حق میں یہ فیصلہ کرائیں کہ مدعی اور قصبہ اورنگ آباد کے دیگر شیعہ باشندے ایک دائرہ بنا کے جمعہ مسجد کی پشت پر جو نئی سڑک پر واقع ہے اس امر کا حق رکھتے ہیں کہ ماتم کریں مدعا علیہم جن میں چند سنی ہیں ان کو کوئی حق اس بات کا نہیں ہے کہ وہ مدعیان کو ماتم کرنے سے یا جمعہ مسجد کے قریب ٹھہرنے سے روکیں۔
سب جج نے حسب ذیل حکم نافذ کیا:۔
"یہ استقرار کیا جاتا ہے کہ لوکل حکام کی نگرانی میں مدعیان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ موقع متنازعہ پر تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر اپنا ماتم کریں۔ مدعا علیہم جن کے نام دعوے میں درج ہیں اُن کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ ماتمی جلوس میں کسی قسم کی مداخلت نہ کریں"۔ ہائی کورٹ نے اس مقدمہ کی اپیل کو مسترد کردیا۔ اور فاضل ججان نے یہ طے کیا کہ "ہر فرقہ مجسٹریٹ کی نگرانی میں پبلک گزرگاہوں کے استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے لیکن یہ خواہش کہ عام گزرگاہ کو مسدود کردیا جائے کسی طرح جائز نہیں ہے۔ جوڈیشل کمیٹی کے ججان نے ہائی کورٹ کے فیصلہ کو بالکل ہی بدل دیا۔ انھوں نے بہت سی نظائر پر جو ہندوستانی عدالتوں کی تھیں بحث کی جنمیں وہ نظائر بھی شامل تھیں جن کا حوالہ ہم دے چکے ہیں۔ فاضل ججان جوڈیشیل کمیٹی ہائی کورٹ نے ظاہر کیا کہ پہلا سوال یہ تھا کہ آیا مذہبی جلوس کی نگرانی کا حق تھا یا نہیں کہ وہ صحیح اور معین راستوں سے گزرے گا۔
اس سوال کا جواب فاضل ججان نے اثبات میں دیا اور اس کے بعد یہ تحریر کیا کہ ہماری یہ رائے ہے
"بہر حال دو دوسرے سوالات نکل آئے ہیں بعض مقدمات میں ایک فریق نے شاہراہ

عام کا محض اپنی عبادت کے استعمال کئے جانے کا مطالبہ کیا اس مطالبہ سے برابر انکار کیا گیا۔ دوسرا سوال جو بہت گہرا تھا اور جسے موجودہ مقدمہ میں بھی کیا جانا چاہیئے تھا یہ تھا کہ "کیا ان کے خلاف عدالت دیوانی کا مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے جو ایک جلوس کے ادائی فرائض میں مزاحم ہوں"۔ ججان نے ظاہر کیا کہ بمبئی میں ایک مقدمہ ہوا تھا جس میں طے کیا گیا تھا کہ ایسا کوئی مقدمہ چل نہیں سکتا لیکن مدراس ہائی کورٹ کی رائے اس کے خلاف تھی۔ ہز لارڈشپ نے خیال ظاہر کیا کہ " مدراس کی عدالتوں کی رائیں صحیح اور بمبئی کے فیصلے غلط۔ ہمارا خیال ہے کہ اپیلانٹ اس استقرار کے مستحق ہیں جو انہیں ڈسٹرکٹ جج کی عدالت سے ملا تھا لیکن یہ تجویز کرتے ہیں کہ ٹریفک کے لفظ کے بعد "مجسٹریٹ کی ہدایات اور پبلک کے حقوق" کے الفاظ کا اضافہ کر دیا جائے اگر فاضل ججان ہائی کورٹ صرف اپیل کو ڈسمس کر دیتے تو اس کے اثرات کے متعلق ہندوستان میں غلط فہمی ہوتی۔

ہر مختلف جماعت یا مذہب کے لوگ جن کی عبادت کے مقامات ان راستوں پر ہیں جہاں سے اُن جماعتوں کے جلوس نکلتے ہیں جن سے وہ اتفاق نہیں کرتے۔ اس فیصلہ پر احتجاج کرتے کہ یہ طے کر دیا گیا ہے کہ جلوس کے مراسم اس وقت تک کے لئے روک دیئے جائیں۔ جس وقت تک کہ وہ اس عبادت گاہ سے گذر نہ جائیں لیکن اگر یہ استقرار حق جیسا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے منظور کیا گیا صحیح تسلیم کر لیا جاتا تو مجسٹریٹ اسکے بعد بھی اس قابل ہوتے کہ وہ جو مناسب انتظام سمجھتے کرتے اور اگر وہ یہ پسند کرتے تو اسی حکم کو دہرا دیتے جسکے ذریعہ سے مسجد کے کچھ فاصلہ تک ماتم روک دیا گیا تھا۔

مجسٹریٹ کا حکم ایک ایسا حکم ہوتا جو کہ خاص عدالتوں میں نافذ کیا جاتا کسی کے حقوق کے متعلق عام اعلان کی حیثیت نہ رکھتا۔ دوسرے نظائر کا بھی حوالہ دیا گیا ہے لیکن ہمارے خیال میں اسکی ضرورت نہیں ہے کہ ہم ججان جوڈیشل کے فیصلہ اور مدراس کے مقدمات کے جن کی بنیاد اس فیصلہ پر ہے دیگر مقدمات پر بھی ہم کوئی بحث کریں۔

ہمارے نزدیک یہ جائز اور منصفانہ طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ان نظائر سے شیعوں کے ان مفروضات کی تائید ہوتی ہے کہ ہر شہری کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ عام شاہراہوں پر اپنے مذہبی جلوس نکالے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے تمام دیوانی کے مقدمات میں اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ آیا دو مخالف جماعتوں میں ایک جماعت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دوسری جماعت

کو اسکے مذہبی رسوم بجالانے سے روکے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ایسا کوئی حق کسی جماعت کو حاصل نہیں ہے۔ دوسری طرف تمام مقدمات میں اور خصوصیت سے اس مقدمہ میں جو جوڈیشل کمیٹی کے فاضل ججان نے طے کیا یہی تسلیم کیا گیا ہے کہ ایک مذہبی جلوس کے سلسلہ میں اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ دوسرے شہریوں کو پبلک گزرگاہوں کے استعمال کا حق ہے اور مجسٹریٹ کو بھی اس کا حق حاصل ہے کہ وہ پبلک کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس جلوس کی نگرانی کریں۔ انگلینڈ کی پبلک میٹنگ کے حق پر ڈائیسی نے اپنی کتاب اسٹڈی آف دی لاآف کانسٹی ٹیوشن کے مقدمہ (ایڈیشن ۱۶ صفحہ ۵۴۴) میں بحث کی ہے۔ اس میں اس بات کو بتلایا گیا ہے کہ انگریزی قانون میں کوئی خاص حق کسی پبلک میٹنگ کے لئے چاہے وہ پولیٹکل ہو، سیاسی ہو یا کوئی اور مقصد رکھتی ہو تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ ایک جگہ پر جمع ہونے کا حق اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ یہ صرف نتیجہ ہے اس نظریہ کا جو انگریزی عدالتوں نے لوگوں کی شخصی آزادی اور ان کی تقریر کی آزادی کے متعلق قائم کی ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ پبلک مقامات پر جائے اور وہاں وہ ہر موضوع پر اپنی رائے کا اظہار کرے۔ بشرطیکہ اسکی تقریر خلاف قانون نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک بڑی تعداد ایسے مقام پر جمع ہوجاتی ہے اور وہ اس کے خیالات کی وضاحت کو سنتی ہے۔

یہی قواعد جلوسوں پر بھی منطبق ہوتے ہیں جیسا کہ سنی وکیل نے اپنے دلائل پیش کرنے کے وقت اقبال کیا ہے کہ جلوس محض متحرک مجمع ہے۔

ہماری توجہ ہندوستانی قانون کی ایسی دفعات کیطرف منعطف نہیں کی گئی جن سے کہ انگلستان کے قانون میں ترمیم و تبدیلی کی گئی ہو۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ قانونی مشکلات اور پیچیدگی سے خالی نہیں۔ ہر شخص کو پبلک مقامات کے استعمال کے کچھ خاص حق حاصل ہیں لیکن اسکے نتیجہ میں فطری طور پر یہ نظریہ پیش ہوجاتا ہے کہ کوئی شخص پبلک مقام کو اس طرح استعمال نہیں کرسکتا کہ جس سے غیر ضروری طور پر دوسروں کے مساویانہ حقوق میں مداخلت ہو۔ ہمارے خیال میں پبلک مقام کے استعمال کے متعلق جس میں شاہراہ عام پر مدح صحابہ بھی شامل ہے سنیوں کے جذبات کی بنیاد غلط فہمی پر ہے۔ ہمارے خیال میں یہ مطالبہ ہی اس امر کو پیشگی طور پر قبول کرلیتا ہے کہ ہر شخص کو پبلک مقام کے استعمال کا جس طرح وہ پسند کرے حق حاصل ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ان میں انکی سہولت کا بھی

لحاظ کرنا ہوگا جو اس مقام کو اوسی وقت خود بھی استعمال کرنا چاہیں۔ شہروں اور مختلف مقامات میں مشکل سے کوئی پبلک مقام ہوگا جو ابتدائی طور پر کسی خاص غرض کے لئے مخصوص نہ ہو۔

مقدمہ وجے راگھو چاریر بنام شاہنشاہ معظم (آئی۔ال۔آر ۲۶ مدراس) صفحہ ۵۸ میں جج مس کانس ال۔جے کے ریمارک بہ مقدمہ ہیکین بنام پیسے صاحب حسب ذیل ہیں۔

"اب ابتدائی طور پر وہ غرض جسکے لئے کوئی شاہراہ عام وقف و مخصوص ہے یہ ہوتی ہی کہ اُس پر راستہ چلا جائے جیسا کہ مقدمہ در وسٹن بنام ہنیین میں ظاہر کیا گیا ہے اور گو کہ موجودہ زمانہ میں شاہراہ عام کے استعمال کو جائز وسعت دے دیگئی ہے۔ حکام ظاہر کرتے ہیں کہ وقت کے ابتدائی حصہ کا خاص طور پر ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیئے۔ پبلک کی آمد و رفت کا شاہراہ عام پر حق تمام جائز وسعت کے ساتھ وقتاً فوقتاً اس خیال کے ماتحت رہنا چاہیئے کہ ایسے ملک میں جو بہت زیادہ آباد اور مہذب ہوگیا ہو عوام کے وسیع نقطہ نظر کا لحاظ کیا جائے لیکن جس سے یہ مقدم تر ین خیال نہ مٹ سکے کہ پبلک کا حق محض راستہ چلنے کا ہے۔ ہم نے اس رائے کو محض اس لئے ظاہر کیا ہے کہ ہم اپنے اس خیال کو صحیح و جائز ثابت کر سکیں کہ شاہراہ عام کی اصلی غرض یہ ہے کہ اُس پر سے افراد گزر سکیں اور مال لاد اور لے جا سکیں۔

ناگریز ہے کہ کسی شخص کی طرف سے پبلک مقام کا استعمال بعض حالتوں میں اس امکان کو کہ دوسرے اوسے استعمال کریں کم کردے۔ اس ایک انتہائی حالت کو لے لیا جائے کہ اگر ایک شخص کو کچھ زمین قوت سے حاصل ہے تو وہ اس جگہ کا اس موقع پر دوسرے کے ہاتھوں میں چلا جانا گوارا نہیں کر سکتا اور اُسے اس جگہ کو لینے نہیں دیتا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پبلک مقامات کے استعمال میں بھی مزاحمت ہوتی ہے ہمارے خیال میں اس مسئلہ پر صحیح رائے اس طرح قائم کی جا سکتی ہے کہ پبلک مقام کو جو لوگ استعمال کرنا چاہیں اُن کی سہولت اور دوسروں کی عدم سہولت یا دشواری کا اندازہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ ترازو کا پلہ کس طرف زیادہ جھکتا ہے۔ سہولت اور عدم سہولت کا اندازہ کرنے میں اس ابتدائی مقصد کو سب سے پہلے پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اس پبلک مقام کی اصلی غرض و غایت کیا ہے اور کون کس مقصد کے ماتحت وہ پبلک مقام قرار دیا گیا۔ ہمارے نزدیک اُن فیصلوں کی اصلی

بنیاد جس کا ہم نے حوالہ دیا ہے۔ یہی ہونی چاہیئے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ تمام شہریوں کو مذہبی جلوس
نکالنے کا حق حاصل ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس طرح کے جلوسوں کی محض اس لئے
ممانعت نہ ہونی چاہیئے کہ وہ جلوس ہیں یا اس لئے کہ وہ مذہبی ہیں۔ نظائر میں کوئی ایسی
بات نہیں ہے جس سے واضح ہو کہ اُن جلوسوں کی کسی طرح ممانعت ہو ہی نہیں سکتی مثلاً کہ اس سے
دوسروں کو دشواری لاحق ہوتی ہے یا اشتعال پیدا ہوتا ہے۔ شیو پیٹ کے مقدمہ میں
مسجد کے سامنے گانے بجانے سے جو تکلیف ہوتی تھی اس کا یہ عام حکم منصفانہ اور جائز
قرار پایا کہ مسجد کے سامنے گانے بجانے کی کبھی اجازت نہ ہونی چاہیئے۔ اورنگ آباد کے
مقدمہ میں مجسٹریٹ ماتم کے امتناع میں کہ وہ مسجد سے دور ہو کیا جائے حق بجانب ہو سکتے
تھے۔ انھوں نے شیعوں کو استقرار یہ ڈگری صرف اس لئے دی کہ وہ یہ اثر قائم نہیں کرنا
چاہتے تھے کہ کوئی جماعت کسی حالت میں جب وہ اُنکی عبادت گاہ کے سامنے سے گزرے
دوسرے فریق کے جلوس سے یہ نہ چاہے کہ وہ اپنے مذہبی فرائض کو ترک کرے۔ ہم یہ نہیں
خیال کرتے کہ تین اہم تاریخوں کو مدح صحابہ کی ممانعت اس بنا پر قابل اعتراض ہو سکتی ہے کہ
اوس سے کسی کے مفروضہ حق میں کوئی مداخلت ہوتی ہو۔

ہماری نوٹس میں یہ امر ہے کہ مدراس کے ابتدائی مقدمات میں یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ مجسٹریٹ
کو جلوس کے معاملہ پر عام طور سے قانون کے اعلان کا حق حاصل نہیں ہے اور اگر ان کو خطرہ
میں پائے تو وہ اُسے حکم امتناعی سے روک سکتا ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کسی
خاص وقت اور خاص حالات کو پیش نظر رکھکر جلوس کے روکنے کے لئے حکم امتناعی جاری
کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے اس پوائنٹ کا محض اس لئے حوالہ دیا ہے کہ شاید یہ عذر کیا جائے
کہ گورنمنٹ کے رزولیوشن میں ایک عام حکم موجود ہے۔ ہم یہ نہیں خیال کرتے کہ اگر ایسا
عذر کیا جائے تو وہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ ہر سال پولیس ایکٹ کے ماتحت جلوسوں کی
نگرانی کے لئے خاص احکام جاری ہوتے ہیں۔ ان تین دنوں کے اجتماعات پر پابندیاں
عائد کی جاتی ہیں۔ گورنمنٹ رزولیوشن نے محض ایک پالیسی معین کی ہے اور بعض واضح
حالات میں اُن کے مطابق عملدرآمد ہونا چاہیئے۔ اصل سوال یہ ہے کہ آیا حالات اوس
پالیسی کے متقاضی ہیں یا نہیں۔

واجب و مستحب کی دلچسپ بحث | قبل اسکے کہ ہم اس مسئلہ پر غور کریں ہم کو سنیوں کے اس عذر کو

جانچنا ہے کہ آیا ان کے لئے لکھنؤ میں مدح صحابہ کا علی الاعلان پڑھنا واجب اور لازمی ہے۔ ہم کو بتایا گیا ہے کہ اعمال کی چار قسمیں ہوتی ہیں جن میں وہ عمل شامل نہیں جو واضح طور پر معصیت ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) وہ اعمال کہ جن کی بجا آوری اتنی ضروری ہے کہ اُن کی عدم بجا آوری سے انسان مذہب سے خارج ہو جاتا ہے ۔ یعنی وہ اعمال جسے ایک مسلمان کو اگر وہ دائرۂ اسلام میں رہنا چاہیے تو ضرور بجالانا چاہیئے۔

(۲) وہ اعمال جو اس حیثیت سے ضروری ہیں کہ اُن کی عدم بجا آوری معصیت ہوتی ہے لیکن ان اعمال کی عدم بجا آوری سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

(۳) وہ اعمال جو مستحسن ہیں لیکن اُن کی بجا آوری لازمی نہیں یعنی یہ کہ انکی بجا آوری معصیت نہیں۔

(۴) وہ اعمال جن کی بجا آوری نہ بہت مستحسن ہے اور نہ عدم بجا آوری گناہ ہے۔

اُن چاروں مدارج کو فرض، واجب، مستحب اور مباح سے یاد کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سُنی عقائد کے بموجب امر مستحب کو اگر روزانہ کیا جائے تو اس کام کا کرنا واجب ہو جاتا ہے مدح صحابہ کو مستحب بتایا گیا ہے ۔ یعنی ایک فعل مستحسن لیکن اُس کا ادا کرنا لازمی یا فرض نہیں ہے۔ سُنی یہ کہتے ہیں کہ لکھنؤ میں مدح صحابہ اس لئے واجب ہو گئی ہے کہ اوسکی امتناع کے احکام لکھنؤ میں جاری کر دیئے گئے ہیں۔

یہاں ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمیں اُس کا احساس ہے کہ یہ امر ہمارے فیصلہ کے لئے نہیں ہے کہ سُنیوں اور شیعوں کو کن باتوں پر اعتقاد رکھنا چاہیئے یا نہ رکھنا چاہیئے۔ ہمارا کام صرف دیکھنا ہے کہ وہ فی الواقع کس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

مدح صحابہ شیعوں کے لئے دل آزار ہے اس موقع پر یہ واضح کر دینے میں آسانی ہوگی کہ ہمیں مختلف سُنی علماء اور دینی تصنیفات کا حوالہ دیا گیا تھا اور ان کتابوں وغیرہ سے اسکی تائید پیش کی گئی تھی کہ شیعوں کو کوئی مناسب وجہ نہیں کہ وہ اول تین خلفاؤ کی مدح کیوں سُنیں۔ ہم نے فریقین کو اسکی اجازت دے دی تھی کہ وہ ان اسناد کا حوالہ دیں اور اس مسئلہ پر بحث کریں اس لئے کہ ممکن تھا کہ اس بحث میں ہم کو کوئی مفید مطلب بات مل جاتی۔ ہم ان متصادم نظریات پر اب کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہم کو اس کا اطمینان ہے کہ تصنیفات اسناد کی مختلف تاویلات ہو سکتی ہیں۔ اور اس امر میں ہم کو کوئی شبہ نہیں ہے کہ

معاملہ کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو شیعہ خلفاء کی مدح کو بعض حالات میں انتہائی دل آزار تصور کرتے ہیں۔ اس پوزیشن کو سمجھانے کے بعد اب ہم سنیوں کے اس ادعا کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ مدح صحابہ اون کے لئے واجب ہے۔ ہم اوس مذہبی مسئلہ کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتے جو ہمارے سامنے بیان کیا گیا لیکن ہم کو صحیح طور پر یہ غور کرنا ہے کہ اس کہنے سے اون کا مقصد کیا ہے اور موجودہ صورت حال سے اُس کا کہاں تک تعلق ہے۔ پہلا کلیہ ابتداء میں یہ ظاہر کیا گیا کہ کوئی کام جو معمولی طور پر مستحب ہو اوسے اگر روکا جائے تو وہی مستحب واجب ہو جاتا۔ تب ہم نے اسکی واضح مثالیں چاہیں تو ہم نے وہ نتائج برآمد کئے جن سے ہم کو شبہ ہوا کہ کیا سنی حقیقتاً خیال کرتے ہیں کہ یہ کلیہ بلا کسی ترمیم کے ہر حالت میں صحیح اور پورا اترتا ہے۔ ہم نے دریافت کیا کہ اگر ایک سنی کو احاطۂ عدالت میں مدح صحابہ سے روکا جائے جو کسی حد تک ایک پبلک مقام بھی ہے تو کیا آپ مذہباً مجبور ہوں گے کہ مدح صحابہ پڑھیں۔ ہم کو سمجھایا گیا کہ ایک سنی کو اوسکے مذہب نے ممانعت کی ہے کہ وہ کسی کے گھر میں مداخلت بیجا کرے۔ اور عدالت ایک خاص مقصد کے لئے جج کی نگرانی میں ہوتی ہے۔ لہذا اوس مقام پر مدح صحابہ کے روکے جانے پر مدح صحابہ واجب نہیں ہوتی۔ سنیوں کے قابل کونسل نے اپنے مباحثہ کے دوران میں اس امر کے اقبال پر آمادگی ظاہر کی کہ "اگر کسی پبلک پارک میں جہاں لوگ راحت و سکون کے لئے آتے ہیں زور سے مدح صحابہ پڑھی جائے اور اسکی ممانعت کی جائے تو ہم کو کوئی عذر نہ ہوگا"۔ چونکہ ابتدائی بیان میں بہت وسعت تھی لہذا ہم نے قابل کونسل سے دریافت کیا کہ آیا وہ اس مذہبی حکم کی مزید وضاحت کر سکتے ہیں اور اونھوں نے مندرجہ ذیل بیان دیا۔

"مجھے یہ تسلیم ہے کہ حکام کو پبلک مقامات کی نگرانی و انتظام کا پورا حق حاصل ہے اور وہ احکام جو اس نگرانی و انتظام کے سلسلہ میں دیئے جائیں اوس فعل کو جو مستحب ہو واجب نہیں بناتے لیکن اس قسم کے احکام کا منشا ہمارے خلاف کوئی امتیازی پابندی نہ ہو اور مستحب فعل سے ہم کو عملاً محروم نہ کر دیا جائے۔

میں یہ تسلیم نہیں کرتا کہ گورنمنٹ کو اس فیصلہ کا حق ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی امتیازی پابندی روا رکھی جا رہی ہے یا نہیں"۔

قابل وکیل نے اس کے بعد کہا کہ "دو اور وجوہ ہیں جن کی بنا پر مستحب واجب ہو جاتا

ہے "آپ نے فرمایا کہ" اگر کسی مقام پر عوام میں ہمارے مذہبی لیڈروں کے خلاف غلط فہمی پیدا کردی جائے کہ جس سے جاہل سُنی گمراہ ہوں تو سُنیوں کے لئے واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اس غلط فہمی کو دور کردیں اور جاہل سُنیوں کو گمراہی سے بچائیں۔ اگر سنیوں کے کسی طبقہ کی طرف سے وہ عمل ورسوم انجام دیئے جائیں جو شیعہ مذہب کی خصوصیات سے ہیں اور سنی مذہب سے واضح طور پر علیحدہ ہیں تو اس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ آخرالذکر شیعوں کا تشابہ اختیار کررہے ہیں۔ اور یہ سنیوں کے لئے واجب ہو جاتا ہے کہ سنیوں کو اون راستوں پر لایا جائے جن سے اون کے مذہب کی نمایاں علامات ظاہر ہوں اور اون کے غلط طریق کار کی اصلاح کی جاسکے۔

پہلا کلیہ کہ کسی امر کی ممانعت مستحب کو واجب بنادیتی ہے۔ اب پہلے کی طرح وسیع نہیں رہا۔ اور بہت زیادہ محدود ومعلوم ہوتا ہے۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی سُنی کسی پبلک مقام کی نگرانی وانتظام پر جس میں ممانعت مستحب بھی شامل ہے ایسی حالت میں اعتراض نہیں کرسکتا جب صرف اوسی کے خلاف پابندی عائد نہ ہوتی ہو بلکہ اس پبلک مقام کے متعلق دوسروں پر بھی پابندی عائد ہوتی ہو۔ سُنی یہ کہتے ہیں کہ اس کا فیصلہ اون کے لیڈروں کے ہاتھوں میں ہے کہ اون کے خلاف کوئی ناروا امتیازی سلوک کیا جارہا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ اونکا خیال وعقیدہ ہوسکتا ہے اگر ایسا ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ اس اصول کو وہ سلطنت کیسے تسلیم کرسکتی ہے جس میں مختلف عقائد وفرق کے افراد موجود ہوں اور جن سب کے مذہبی حقوق ومراعات یکساں ہوں۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اب یہ فیصلہ کسی فرقہ وجماعت کے مذہبی لیڈران کے متعلق ہوگا کہ وہ اپنے فرقہ کے افراد کو یہ ڈکٹیٹ کریں کہ انھیں کن پبلک مقامات کو استعمال کرنا چاہیئے۔ ایک ایسا نتیجہ جو مساوات کے انکار برابری اور اسکے مترادف ہے۔ اسی صورت میں ہم کو یہ غور کرنا ہے کہ کیا یہ سوچنا جائز ہے کہ گورنمنٹ نے اس اصول کے معین کرنے میں جو اس وقت ہمارے زیر غور ہے سنیوں کے ساتھ کوئی امتیازی ناروا سلوک کیا۔

سُنیوں کے قابل کونسل نے اقبال کیا ہے کہ اگر تمام مذہبی جلوسوں کی ممانعت کردی جائے تو ہمیں بھی مدح صحابہ کے جلوس کے امتناع پر کوئی عذر نہ ہوگا۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اگر دوسرے جلوس نہیں روکے جاتے تو ان کے جلوس کو نکالنے کی اجازت ضرور دینی چاہیئے۔

میرے خیال میں یہ بحث و عذر لفظ امتیازی سلوک ناروا کے متعلق غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اگر مدح صحابہ کا جلوس محض اس لئے روکا جاتا ہے کہ وہ مذہبی جلوس ہے تو ہم اس سے بالکل اتفاق رکھتے ہیں کہ اوس کا علاوہ آمد تمام مذاہب کے جلوس پر ہونا چاہئے تھا۔ امتیازی ناروا سلوک کا سوال تو اُس وقت پیدا ہوسکتا ہے جب ایک اصول ایک فریق کے مقابلہ میں اختیار کیا جائے اور دوسرے کے مقابلہ میں نہیں اختیار کیا جائے۔ اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ کسی کام کا امتناع آیا امتیازی سلوک ناروا قرار دیا جا سکتا ہے اسکی ضرورت ہے کہ ہم یہ تحقیق کریں کہ امتناع کی بنیاد اصلی کیا ہے۔ مدح صحابہ کا امتناع منظم اجتماعات کے ساتھ اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ سنیوں کا ایک مذہبی کام ہے بلکہ اس لئے کہ وہ دوسروں کے لئے دل آزار ہے جو سنیوں کے ساتھ اس کا حق رکھتے ہیں کہ وہ ان سڑکوں اور شاہ راہوں کا استعمال کرسکیں جہاں مدح صحابہ پڑھنے کی تجویز کی جاتی ہے۔ یہی اصول شیعوں کے مقابلہ میں بھی اختیار کیا گیا ہے کہ لکھنؤ میں انتظام و نگرانی جلوس کے سلسلہ میں جو احکام جاری ہوسکتے ہیں ان میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ شبیہ تبرا وغیرہ نہ کہیں گے اور ایسے الفاظ یا جملے نہ استعمال کریں گے جو خلفائے ثلثہ کے متعلق قابل اعتراض ہوں۔ جہاں تک ہم نے سمجھا ہے سنیوں کا یہ مطالبہ ہے کہ اگر تعزیہ کا جلوس نہیں روکا جاتا تو خصوصیت کے ساتھ جلوس مدح صحابہ کی اجازت دینی چاہئے۔ ہمارے خیال میں اسے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ہم اس کا یقین نہیں رکھتے کہ انصاف و حق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تعزیہ کا جلوس سنیوں کے لئے دل آزار ہے درصورتیکہ بہت سے متعصب سنی تعزیہ داری کی تائید نہیں کرتے۔

شیعوں کے جلوس عزا کی قدامت شیعوں کے جلوس تمام ہندوستان میں نکلتے ہیں اور سالہا سال سے نکلتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے پیش نظر کوئی ایسی وجہ نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ لکھنؤ کے شیعوں نے یہاں کوئی جدید رسم جاری کرلی ہے۔ ان جلوسوں کے سلسلہ میں جو رسوم ادا کئے جاتے ہیں ان کے متعلق ہمیں نہیں معلوم کہ کسی اسلامی فرقے نے کسی مقام پر کبھی بھی کوئی اعتراض کیا ہو۔ اور ہمارے خیال میں دیانت و انصاف کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سنیوں کے لئے دل آزار ہیں اور اس لئے ان کی ممانعت کردینی چاہئے۔ دوسری طرف تعزیہ کا جلوس شیعہ مذہب کا ایک ضروری جزو ہے۔ شیعوں کو اپنے تعزیئے کربلا ضرور لے جانے چاہئیں۔ اور اس سلسلہ میں ان کا لب سڑک سے گزرنا لازمی ہے۔

جلوس تعزیہ و جلوس مدح صحابہ کا تقابل نہیں ہو سکتا

جلوس تعزیہ و جلوس مدح صحابہ سے حقیقت میں کوئی تقابل ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ اگر صحیح طریقہ پر تقابل ہو سکتا ہے تو مدح صحابہ کا تبرے سے تقابل ہو سکتا ہے۔ اور ہماری

مدح صحابہ کا تقابل تبرے سے ہو سکتا ہے

رائے میں بلا کسی دلیل کے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ گورنمنٹ رزولیوشن میں سنیوں سے کوئی ناروا امتیازی سلوک کیا گیا ہے۔

یہاں سے ایک وہ پوائنٹ ختم ہو جاتا ہے جس کی بناء پر یہ کہا جاتا تھا کہ جلوس مدح صحابہ سنیوں کے لئے واجب ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ امتناع سے وجوب لازم آگیا۔ سادہ الفاظ میں بحث یہ ہے کہ سنیوں کو پہلے تین خلفاء کی اس لئے ضرور تعریف کرنا چاہیئے کہ وہ اس تعریف سے روکے جاتے ہیں۔ کیا یہ بیان دیانت اور انصاف پر مبنی ہے؟ ہمارے خیال میں یہ امر واضح ہے کہ سنی خلفاء کی مدح سے روکے نہیں جاتے ہیں۔ ہر سنی ہر وقت کسی پرائیویٹ مقام میں انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے خلفاء کی مدح کر سکتا ہے۔ البتہ وہ ان لوگوں کی مدح اور مسلح جلوسوں کی سماعت میں نہیں کر سکتا جو عشرہ یا چہلم یا ۲۱ رمضان کو نکالے جاتے ہیں۔ اگر کوئی سنی اپنے خیال میں مدح صحابہ پڑھ کر اپنے کو ایک اچھے کام کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے تو کوئی ایسا مقام اور وقت نہیں ہے جہاں وہ ایسا نہ کر سکتا ہو بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر دوسروں کو اشتعال دلانے اور ان کی توہین کرنے کے لئے ایسا نہ کر رہا ہو۔ مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر اس عذر میں ہمارے نزدیک کوئی دم نہیں رہتا کہ اگر مدح صحابہ کی ممانعت کی جائے تو وہ واجب ہو جائیگی۔

اب ہمیں دوسرے وجوہ پر غور کرنا ہے جس پر کہ مدح صحابہ کے لزوم کا دارومدار ہے۔ سنی عذر کرتے ہیں کہ شیعہ اپنے تعزیہ کے جلوس میں حضرت علیؑ کی مدح کرتے ہیں اور بلا واسطہ اسکے دوسرے معنے یہ ہوتے ہیں کہ دیگر خلفاء مدح کے قابل نہیں ہیں سنی کہتے ہیں کہ شیعوں کے اس طرز عمل سے جاہل سنی گمراہ ہوتے ہیں اور ان لوگوں کا جو سنی مذہب میں بہتر طریقہ پر واقف ہیں فرض ہو جاتا ہے کہ وہ علی الاعلان مدح صحابہ پڑھوا کر ان اثرات کو مٹائیں۔ ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اعتراض میں اس واقعہ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ مدح صحابہ کا جلوس نکالنا ہی ایسا طریقہ نہیں ہے جس سے جاہل

سنیوں کو اُن کے مذہب کی تعلیمات سے آشنا کیا جاسکے۔ سنی مساجد میں جمعہ کو۔ پرائیویٹ
مکانوں میں۔ سنی صحبتوں اور سنی مدرسوں میں آپس کی گفت وشنید۔ گھر گھر تبلیغ اور
دوسرے طریقوں سے بھی جاہل سنیوں کو انکی مذہبی تعلیمات سے واقف کیا جاسکتا ہے۔
یہ بعض سنیوں کا فرض ہوسکتا ہے کہ وہ دوسروں کو ہدایت کریں۔ لیکن وہ ان فرائض
کی ادائیگی سے اس لئے محروم نہیں ہوسکتے کہ انکو پبلک مقامات پر اجتماعات اور
جلوسوں میں مدح صحابہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ بیشک یہ اصول تسلیم کرلیا جائے کہ اس
قسم کی ہدایت ضروری اور جائز ہے تو یہ مشکل ہے کہ کس طرح کسی نہ کسی نوعیت سے تبرا
کو روکا جاسکے۔

اگر سنیوں کو مدح صحابہ کی اجازت دیجائے تو شیعوں کو تبرا کی

ہم تبرے کے علی الاعلان پڑھے جانے کی تائید نہیں کرتے اور شیعہ بھی موجودہ حالات
میں اسے قابل اعتراض تسلیم کرتے ہیں لیکن اگر سنیوں کو پبلک میں مدح صحابہ کی محض
اس لئے اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ کا اشتہار دے سکیں کہ پہلے
تین خلفاء ہر مدح کے مستحق ہیں تو شیعہ بھی کسی حد تک انصاف کے ساتھ اس کا مطالبہ
کرسکتے ہیں کہ انہیں بھی اس لئے تبرا کہنے کی اجازت دی جائے کہ وہ بھی اپنے
جاہل بھائیوں کو پوری قوت کے ساتھ اس عقیدہ سے آشنا کرسکیں کہ تینوں خلیفہ
حقیقی طور پر قابل تبرا ہیں۔

مدح صحابہ بھی دل آزار ہوسکتی ہے

سنیوں نے عذر کیا کہ کسی مذہبی پیشوا کی مدح
قانوناً ممنوع نہیں ہے۔ اور مدح کبھی قابل اعتراض نہیں ہوسکتی ہے۔ دونوں میں سے
ایک کلیہ بھی مکمل طور پر صحیح نہیں ہے۔ ایک طرف اگر مذہبی پیشواؤں کی تنقید نیک
نیتی سے بلا اس کھلے ہوئے اور کردہ ارادہ کے کی جائے کہ اس سے دوسروں
کے جذبات مجروح ہوں تو یہ جرم نہیں ہوگا۔
اور دوسری طرف ایسی مثالیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں جن میں مدح دل آزار اور
اشتعال انگیز ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر فسطائی جماعت کے لیڈر کی تعریف
کمیونسٹ جلوس کے راستہ میں بلا جائز اشتعال پیدا کئے ہوئے نہیں
رہ سکتی۔

تعزیہ کے ساتھ مدح صحابہ

آخری وجہ جس کی بنا پر مدح صحابہ کو لازمی کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سنیوں کے دل سے یہ غلط اثرات دور ہو جائیں کہ جلوس تعزیہ میں حصہ لینے سے انھوں نے شیعہ عقائد کو قبول کر لیا۔ اس دلیل کی کمزوری اسی سے مسلم ہے کہ تعزیہ کے جلوس کی سنیوں میں ممانعت ہے اور جو سنی تعزیہ کے جلوس میں حصہ لیتا ہے وہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ کوئی سنی جو اپنے مذہب کی تعلیمات کا پیرو نہیں ہے تعزیہ کے جلوس میں مدح صحابہ پڑھنا نہیں چاہے گا اس لئے وہ محض اس وجہ سے تعزیہ کے اس جلوس میں حصہ نہ لے گا اگر وہ دوسروں پر اثر ڈالنا چاہتے ہیں تو یہ ترغیب دے کر ڈالیں کہ سنی تعزیوں کے جلوسوں کو بالکل چھوڑ دیں۔ ایک سنی جو تعزیہ کا جلوس نکالنے پر اصرار کرتا ہے اور اس طرح گناہ کا مرتکب ہوتا ہے مشکل سے اس کا مطالبہ کر سکتا ہے کہ وہ مدح صحابہ پڑھکر اسی گناہ کا مرتکب ہوگا۔ وہ غالباً مدح صحابہ پڑھکر اپنے پاپ کی پراسچت کرائے۔ لیکن ہم نہیں دیکھتے کہ اسے اس کی کیا ضرورت ہے جب کہ یہ اوسکے قبضۂ قدرت میں ہے کہ وہ گناہ سے مکمل طور پر دستبردار ہو جائے۔ ہم کو حیرت ہوتی ہے کہ متعصب سنی ان واقعات کو پوری طور پر سمجھنے کے بعد بھی تعزیہ کے جلوس میں مدح صحابہ کے امتناع پر پسندیدگی کا اظہار کیوں نہیں کرتے۔ اگر اس کا نتیجہ یہ نکلنے والا ہو کہ کم پڑھے لکھے سنی موجودہ معصیت کے راستہ سے خود علیحدہ ہو جائیں۔

ماحصل یہ کہ جب ہم سنیوں کے اصول کو واقعات پر منطبق کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اس بحث میں زیادہ دم نہیں ہے کہ لکھنؤ میں شارع عام پر مدح صحابہ پڑھنا واجب ہے۔ اور اس معاملہ میں سنیوں کا جو عمل رہا ہے اس سے ہمارا یقین اور بھی زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے۔

مدح صحابہ ایک جدید بات ہے

پگٹ کمیٹی کی تحقیقات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مدح صحابہ ایک انوویشن ہے جس کی ابتدا ۱۹۰۶ء سے ہوئی ہے۔ تمام شہادتیں سپرد قلم کی گئیں

اور ان پر غور کیا گیا اور ہم کو کوئی بات بھی ایسی معلوم نہ ہوئی جس سے یہ گمان ہو سکے کہ اس کمیٹی کی تحقیقات مطابق واقعات
نہ تھی۔ مزید برآں ۲۵ سال سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۳۵ء تک گورنمنٹ رزولیوشن کے مطابق جس قدر احکامات تین دن کے لئے
عشرہ، چہلم، ۱۰ اور ۲۱ رمضان کیلئے نافذ کئے گئے ان سب کا احترام کیا گیا۔ اور ان ایام کے علاوہ بھی مدح صحابہ کا جلوس نکالنے
کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی سُنّی یہ بحث کرتے ہیں کہ یہ قابل اعتراض اصول ہے کہ مذہبی جلوس محض انوویشن کی بنیاد
پر ممنوع قرار دیا جائے۔ مختلف مذاہب کے درمیان قضیوں کو طے کرنے کے سلسلے میں اس اصول کا حوالہ دیتے ہوئے
وہ کہتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ ایک فتنہ انگیز اصول ہے جس پر کثرت سے عمل پیرا ہونے کا اثر یہ ہوا کہ باہمی رواداری
اور اعتماد کم ہو گیا اور غم و غصہ کے جذبات اور فساد بجائے کم ہونے کے اور زیادہ اُبھرے اور بالآخر انکے
درمیان فساد و جھگڑا مستمر ہو گیا۔ انھوں نے الہ آباد ہائی کورٹ کی ایک تجویز کا اقتباس (اے۔ آئی۔ آر ۲۵
الہ آباد ۵۷) پیش کیا ہے۔ یہ اقتباس حسب ذیل ہے: "اس مقدمہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجسٹریٹ نے اس بات
کو قانون کی ایک فقرہ تسلیم کر لیا ہے کہ کسی فرقہ یا حصہ آبادی کی کوئی مذہبی رسم ادا نہیں کی جا سکتی ہے اگر کوئی دوسرا فرقہ
اسکے انعقاد پر معترض ہو یا ایک انوویشن ہو۔ میرے خیال میں یہ ایک قابل اعتراض نظریہ ہے جو مذہبی مناقشات کے فیصلہ
کرنے کے وقت کیا جاتا ہے"۔ ہم یہ خیال نہیں کرتے ہیں کہ اب کوئی شخص بھی اس امر کا خیال کرے کہ ایک مذہبی جلوس یا
مجمع محض اس وجہ سے ممنوع قرار دیا جائے کہ وہ انوویشن ہے لیکن جب یہ سوال پیدا ہو کہ اس قسم کا جلوس یا مجمع کو شارع
پر اجازت دیدی جائے اُس وقت یہ بات کہ یہ انوویشن ہے حق بجانب ہو جاتی ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ ایک مجسٹریٹ
پہلے تو یہ معلوم کریگا کہ اس قسم کے مجمع یا جلوس ایسی ایذا رسانی یا تکلیف دہی کا سبب تو نہیں بن جاتی ہے جس سے پبلک کے
جائز حقوق تلف ہوتے ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس کے ممنوع ہونے سے کیا واقعی ان لوگوں کی مذہبی آزادی سلب
ہوتی ہے جو اس میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ ایسا اجتماع کیا جا سکتا ہے یا ایسا جلوس
نکالا جا سکتا ہے جو شدید طور سے کسی کی دل آزاری یا تکلیف دہی کا سبب نہ ہوتا ہو۔ جو لوگ اس کے قرب جوار
میں جائداد کے مالک ہیں انھوں نے ان پر حق ملکیت نہ سمجھ کر حاصل کیا ہے کہ وہاں پر اس قسم کا اجتماع
اور جلوس وقتاً فوقتاً نکلتے رہیں گے۔ ان لوگوں نے نہیں دیگر حضرات پبلک نے اس اصول کے مطابق اپنے آپکو
بنا لیا ہے۔ اور اسمیں اپنا کاروبار کرنا اور خوشی منانے کا مناسب طریقہ بھی سیکھ لیا۔ اگر مجلس یا جلوس کوئی
نئی بات ہے تو پھر وہاں بہت سے آدمی ایسے بھی ہونگے جن کو شکایت کا موقع ہوگا۔ دوسری حالت میں شکایت
کا کوئی موقع نہ ہوگا۔ اگر وہ مذہبی رسم جو اصولاً لازمی نہیں ہے ممنوع قرار دیجائے۔ اس امر میں شبہ کی گنجائش
ہے جبکہ صورت حال تنقیح طلب نہیں ہے آیا کوئی نئی رسم کی ادائیگی ایسے مذہب کے ماننے والوں کے لئے ضروری
ہے جو سیکڑوں برس سے عالم وجود میں ہو متعدد طریقوں سے غور و خوض کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں

گورنمنٹ کی پالیسی اصول میں تبدیلی نہ ہونی چاہئے کہ کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی قسم کی تبدیلی اس اصول و پالیسی میں کی جائے جو گورنمنٹ رزولیوشن میں موجود ہے جیسا کہ ہم نے ان کو سمجھا ہے۔

مدح صحابہ کی دل آزار نوعیت تین دن عشرہ۔ چہلم۔ اور ۲۱ ر رمضان خاص طور سے شیعوں نے غم حسینؑ منانے کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ہم اس واقعہ پر زور دینا چاہتے ہیں کہ ان دنوں میں تعزیہ کے جلوس سنجیدہ مذہبی مراسم ہیں جن میں گہرے اور پُر خلوص مذہبی جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ ہم واقف ہیں کہ شیعہ ٹھیک ہو یا غلط یہ ایمان رکھتے ہیں کہ خلفاء ثلثہ حضرت علیؑ اور آپکی اولاد کے دشمن تھے اور انکی پالیسی ایک حد تک کربلا کے قتل عام کی ذمہ دار تھی۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ سنیوں کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ خلفاء ثلاثہ سے اپنی محبت کا بالخصوص ان تین دنوں میں اعلان کریں اور ہم خیال کرتے ہیں کہ شیعہ جائز طور سے محسوس کرتے ہیں کہ مدح صحابہ کے اجتماع اور جلوس ان ایام میں سوائے اسکے کچھ نہیں ہیں کہ جوابی مظاہرہ دل آزاری اور اہانت کی نیت سے کئے جائیں چونکہ یہ ایسا ہی ہے۔ ہماری رائے ہے کہ اس قسم کے اجتماع اور جلوس ان ایام میں بجا طور پر ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ ہم اپنے خیال کو پہلے ہی ظاہر کر چکے ہیں کہ گورنمنٹ کا منشا یہ نہ تھا کہ باقی ایام کے لئے بھی مدح صحابہ کو ممنوع قرار دیا جائے۔ گورنمنٹ کی توجہ اس واقعہ کی طرف مبذول ہوئی کہ جھنڈے لیکر جلوس نکالے جاتے ہیں اور ان میں خلفاء ثلثہ کی مدح ڈھائی مہینے کی اس مدت میں پڑھی جاتی ہے۔ جو کچھ عرصہ قبل عشرہ سے شروع ہوتی ہے اور جسے شیعہ ایام عزا کہتے ہیں۔ یہ خیال کیا گیا کہ ان جلوسوں کا مقصد شیعوں کی دل آزاری تھا۔ یہی وہ سبب تھا جسکی بنا پر گورنمنٹ نے کہا تھا کہ ان ایام یا دیگر ایام میں یہ نکالے نہیں جا سکتے ہیں۔ ایک سنی عالم جو ہمارے سامنے بحیثیت گواہ کے پیش ہوا تھا اس نے بیان کیا کہ مدح صحابہ کسی کی دل آزاری کے لئے ہرگز نہیں پڑھی جا سکتی اور ہم خیال کرتے ہیں کہ اس وجہ سے سنیوں کو اس اصول سے مخالفت نہ کرنا چاہئے جو گورنمنٹ رزولیوشن میں بیان کیا گیا ہے۔ در اصل سوال یہ ہے کہ آیا مدح صحابہ کے عام مقامات پر پڑھنے کو ایسا ارادی فعل خیال کیا جا سکتا ہے جو کسی کی دل آزاری اور اہانت کی کاوشوں پر محمول ہو۔ اس سوال کا جواب ان واقعات کے دہرانے پر موقوف ہے جن کا تذکرہ بہتر یہ ہے کہ ہم اس موقع پر کریں جب ہم دوسری تنقیح پر بحث کرینگے۔

۲۱ ر رمضان سے کچھ عرصہ بعد ختم ہوتی ہے اور

لکھنؤ کے حکام کی شکایت اور اسکی اصلیت سنی اس امر کی شکایت کرتے ہیں کہ لکھنؤ ۱۹۳۵ء میں مجسٹریٹ اور پولیس دونوں گورنمنٹ کے منشا سے آگے بڑھ گئے تھے اس لئے کہ انھوں نے مدح صحابہ کا عام مقامات پر پڑھنا ہر زمانے میں ممنوع قرار دیا تھا۔ ہم واقعات کی

مختصر رو ئداد بیان کر چکے ہیں اور اب ہمارے لئے ان کا دہرانا ضروری نہیں ہے۔ جہاں تک عشرہ اور جہلم کے زمانے میں مدح صحابہ روکنے کا سوال ہے ہمیں شک نہیں کہ یہ اقدام حکومت کے منشاء کے مطابق عمل میں آیا تھا اور اسے ہمارے نزدیک قائم رکھنا چاہیئے۔ اب یہ سوال رہتا ہے کہ آیا بارہ وفات کا مجوزہ جلوس اور جمعہ کا جلوس جو مسجد ٹیلہ پر سے اُٹھتے تھے ان کو روکنا چاہیئے تھا۔ قبل اسکے کہ ہم اس سوال کے روشن پہلوؤں پر بحث کریں ہم کو سنیوں کی ایک پیش کردہ بحث پر غور کرنا چاہیئے کہ مجسٹریٹ اور پولیس کو اپنی جگہ پر قبل سے یہ طے نہ کر لینا چاہیئے تھا کہ مدح صحابہ پڑھنا قصداً دل آزار ہے۔ اور پھر اس سبب سے اُسے روک دینا۔ وہ اس امر کی شکایت کرتے ہیں کہ ہم کو کسی عدالت قانون میں اس امر کا موقع نہیں دیا گیا کہ اس امر کو ثابت کریں کہ اس کا پڑھنا دل آزار نہیں ہے۔ وہ اس بات کو پیش کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے مدح صحابہ پڑھی وہ تو زیر دفعہ ۱۰۷ تعزیرات ہند قیام امن کی غرض سے حراست میں کر لئے گئے تھے انکو دفعہ ۱۸۸ تعزیرات ہند کی رو سے سزا دیگئی جس کا مقصد صرف ان لوگوں کو سزا دینا ہے جو مجسٹریٹ کے حکم جائز کی نافرمانی کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے خلاف حسب دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند چارہ جوئی کرنا چاہئے تھی جسکی رو سے ان لوگوں کو مستوجب سزا قرار دیا جاتا ہے جو عمداً کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتا ہے۔ بیشک وہ اس اصول سے مدد لیں گے جو ستمیا لو چیٹی بنام باپن صاحب کے مقدمے میں ہے کہ مجسٹریٹ کو عام طور سے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی رعایا پر قانون نافذ کردے اور اسکی نافرمانی کے سد باب کے لئے قبل ہی سے ایک حکم ممنوعہ جاری کردے لیکن عام حکم کا نافذ کرنا جیسا کہ مجسٹریٹ نے اس مقدمہ میں کیا تھا ایک چیز ہے جبکہ مسجد کے سامنے باجہ بجانا ہر وقت کے لئے روک دیا گیا تھا۔ اور یہ بالکل دوسری چیز ہے کہ ایک خاص معلوم کردہ واقعات کے عالم میں ایک خاص حکم کا ایسے فعل کو روکنے کے لئے صادر کرنا جو نقض امن کا موجب ہو یا عام پبلک کی تکلیف یا کسی فرقہ کی ایذا رسانی کا سبب ہو دفعہ ۱۰۷ اور ۱۴۴ تعزیرات ہند اسی طرح ملکی قوانین کا حصہ ہیں جیسا کہ انڈین پینل کوڈ۔ اور مجسٹریٹ کے فرائض میں جرائم کی روک تھام ویسی ہی ضروری ہے جیسی کہ ان کے ارتکاب پر سزا دینا مجسٹریٹ عام طور سے اس بات کا مجاز نہیں ہے کہ ایک بے شر فعل کو روکے محض اس ڈر سے کہ کسی جماعت کے چند شر پسندوں کو غیر معقول اعتراض ہے اور اسے نقض امن کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں لیکن اگر کسی فعل پر کوئی اعتراض کیا جا سکتا ہے تو اُسے طے کر لینا چاہیئے کہ آیا یہ بے شر ہے یا نہیں یا یہ فی الواقع دوسرے فرقوں کی دل آزاری اور اہانت کا سبب ہو سکتا ہے۔ اگر فعل بے شر ہے تو حتی الوسع حکام کو اُن لوگوں کی حفاظت کرنا چاہیئے جن کی اس سے دل آزاری اور اہانت ہوتی ہو۔ ہم یہ نہیں خیال کرتے ہیں کہ سُنیوں کو معقول شکایت ہو۔ اگر مجسٹریٹ لکھنؤ ان ہدایات پر عمل کرے جو قانون تعلیم کرتا ہے کہ آیا کوئی خاص جلوس

اس غرض سے اوٹھایا گیا ہے کہ اس سے کسی کی دل آزاری مقصود ہو یا نقض امن کا اندیشہ ہو۔ مزید برآں
یہ کہنا بالکل درست نہیں ہے کہ وہ لوگ جو مدح صحابہ گانا چاہتے ہیں انکو کبھی یہ موقع نہ ملا کہ وہ اپنے اس فعل کے
جواز کو کسی قانونی عدالت میں جانچتے اور دو آدمی جنھوں نے چہلم کے دن ۱۹۳۶ء کو مدح صحابہ گائی یا دوسروں
کو اس کے گانے کے لیئے ورغلایا ان کو دفعہ ۱۰۷ کے ماتحت قیام امن کے لئے حراست میں کیا گیا تھا۔ یہ
دفعہ اس کے لیئے ہے جو نقض امن کا ارادہ رکھتا ہو یا کسی خلاف قانون فعل کے ارتکاب سے نقض امن
پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہو۔ بذات خود نہ مدح صحابہ کا گانا اور دوسروں کو اس کے گانے کے لیئے
ورغلانا نقض امن معلوم ہوتا ہے۔ وہ آدمی اس واسطے حراست میں لے لیئے گئے تھے کہ وہ نقض امن
کے باعث ہو رہے تھے۔ انھوں نے سشن جج کے ہاں اپیل کی پھر چیف کورٹ اودھ میں درخواست
دی کہ ان کے خلاف جاری شدہ حکم پر نظر ثانی کی جائے وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ان کا فعل خلاف قانون
نہیں ہے۔ لیکن اونھوں نے ایسا نہیں کیا اور انکی بحث نامنظور کی گئی۔

انوویشن کے بہانہ پر شیعوں کے جلوس رکوانے کی کوشش

شیعوں نے اپنے میموریل میں تین واقعات بیان کیئے ہیں جن میں خود سنیوں نے شیعوں
کے مراسم اینوویشن کے سبب پر کامیابی حاصل کی ہے ان میں دو حکم ممنوعہ دہلی اور آگرہ میں صادر
ہوئے ہیں مقابل وکیل سنی نے بحث میں یہ کہا کہ اگر غیر مناسب احکام دیگر مقامات پر نافذ کیئے جائیں تو
وہ اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتے کہ لکھنؤ میں بھی ویسے ہی غیر مناسب احکام صادر کیئے جائیں۔ تیسرا
واقعہ یہ تھا کہ جب شیعیان لکھنؤ کو تابوت کے جلوس کو اوٹھانے سے منع کیا گیا جسے رسولخدا کا تابوت
بیان کیا گیا تھا۔ لائق وکیل نے فرمایا کہ یہ جلوس اس وجہ سے ممنوع نہیں قرار دیا گیا تھا کہ یہ انوویشن
ہے بلکہ یہ مذہب سنی کی کھلی ہوئی توہین تھی۔ ان بحثوں کے احترام کے لیئے ہم نے یہ واقعات مذہبی
مراسم میں انوویشن کے موضوع پر بحث کے سلسلے میں نہیں بیان کیئے ہیں۔ لیکن رپورٹ کے
اس موقع پر ہم تیسرے واقعہ کی طرف توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے کہ سنیوں کی امتناعی
احکام پر بحث منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مجسٹریٹ کو جلوس نہ روکنا چاہیئے تھا بلکہ اس کے بانیوں کو
بعد میں زیر دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند چالان کرنا چاہیئے تھا۔ اس معاملہ میں سنیوں کا اقدام اپنی بحث
کے مطابق وموافق نہیں معلوم ہوتا ہے اور باوجودیکہ اس واقعہ کو چند سال ہو گئے ہم کو بہت کم شک ہے
کہ اگر اس وقت پھر اس قسم کا جلوس شیعہ نکالنے کا ارادہ کریں تو سنی پھر مجسٹریٹ سے اس امر کی
توقع کریں کہ وہ پھر اس قسم کا عملدرآمد کرے جیسا کہ سابق میں کر چکا ہے۔

مدح ابن ابی بکر کا مسئلہ اس بحث کو تسلیم کرلینے میں اور بھی بہت سی عملی دشواریاں پیدا ہونگی کہ مجسٹریٹ تحفظی اقدام سے پرہیز کریں بلکہ ارتکاب جرم کے بعد چالان کرنے پر قناعت کریں۔ خلیفۂ ثالث عثمان کو بہت سے باغیوں نے ملکر قتل کیا تھا انمیں سے ایک محمد ابن ابو بکر بھی تھے شیعہ کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنکی وہ بڑی عزت اور احترام کرتے ہیں اور تجویز کرتے ہیں کہ انکو بھی انکی یادگار قائم کرنیکی غرض سے جلوس نکالنے کی اجازت دیجائے۔ ہم کو شبہ ہے کہ سنی اس بات پر راضی ہو جائیں گے کہ ایسے جلوس نکالے جائیں اور اگر وہ ان کے روکے جانیکا مطالبہ نہ بھی کریں تو اس قسم کے مظاہرات اور جوابی مظاہرات سے فطرتی طور پر شدید نقص امن واقع ہو جائیگا۔ ہم گمان کرتے ہیں کہ فریقین اپنے جھگڑوں میں اس قدر غلطاں ہیں کہ ان کو یہ خیال نہیں کہ لکھنؤ میں ہندو اور غیر اقوام بھی ہیں۔ وہ بھی اس طرح سڑکوں اور جگہوں اور عام مقامات کے امن پسند طریقوں سے استعمال کے برابر سے حقدار ہیں۔ ان لوگوں کا حق ہے کہ مجسٹریٹ اور پولیس حتی الامکان انکو ان پریشانیوں تکلیفوں اور خطرات سے محفوظ رکھے جو شیعہ سنی فسادات سے پیدا ہوں۔ ہم کو اس امر میں شک نہیں ہے کہ حکام انتظامی مجبور ہیں کہ وہ تحفظی کارروائی عمل میں لائیں اگر انکی رائے میں مدح صحابہ کے جلوس اشتعال انگیز ہوں اور جن سے نقص امن کا اندیشہ ہو۔ لیکن ہم کو ابھی یہ غور کرنا باقی ہے کہ آیا اس کو ایسی رائے قائم کرنا جائز ہے۔ یہ ایک بڑا اہم سوال ہے اور یہی غالباً فریقین کے درمیان ایک اہم اور حقیقی سوال ہے۔ ٹھیک طور سے دیکھا جائے تو سنیوں کی بحث کا دارومدار اس مفروضہ پر معلوم ہوتا ہے کہ مدح صحابہ کے جلوس بے ضرر ہیں۔ ہم نے اس بات کو پہلے ہی ثابت کر دیا ہے کہ بعض مواقع پر یہ مفروضہ درست نہیں ہے۔ ہم کچھ اور مواقع متصور کر سکتے ہیں کہ جس میں یہ ممکن ہے کہ درست ہو۔ اگر کسی موقع پر بھی یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ مدح صحابہ گانا ممکن طور سے ایک خاص مذہبی رسم ہے جس کا کوئی تعلق شیعوں کی کسی رسم سے نہیں ہے تو ہم نہیں خیال کر سکتے کہ اس وقت شیعہ واجب طور سے اس پر معترض ہو سکیں۔ یہ سوال محض نیت کا ہے۔ لیکن نیت کا پتہ محض عمل سے چل سکتا ہے اور جب ہم سنیوں کے ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء کے طرز عمل کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم اس بات کا یقین کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ ان کے دلوں میں مدح صحابہ گانے کی خواہش اس جذبہ کے ماتحت پیدا ہوئی جو شیعوں کے خلاف تھا۔ موجودہ تحریک کی ابتداء سنہ ۱۹۳۵ء کو چہلم کے دن تعزیے کے جلوس کے ہمراہ مدح صحابہ پڑھنے کی کوشش سے ہوئی۔ اس کے بعد اور اس طرح کی کوششیں عشرہ اور چہلم سنہ ۱۹۳۶ء کو کی گئیں۔ ہم نے بتایا ہے کہ یہ وہ دن ہیں جو خاص طور سے شیعوں کے لئے متبرک ہیں اور یہ وہ دن ہیں جنمیں خلفائے ثلثہ کی مدح بے موقع ہے اس وقت تک کبھی ان مواقع پر مدح گانے کی کوشش نہیں کی گئی جن سے شیعوں کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعد کو بارہ وفات اور جمعہ کے دن

مدح صحابہ پڑھنے کی کوشش انھیں پہلی کوششوں کے سلسلے میں رونما ہوئی۔ اور یہ انھیں کا جزو ہیں سنیوں نے شیعوں سے رستہ کشی شروع کی اور ان کا حقیقی مقصد فتح حاصل کرنا تھا۔ باوجود شیعوں کی مخالفت کے سنیوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ عام طور سے مدح صحابہ گائینگے اور وہ اگر اسمیں کامیاب ہوگئے تو انکا یقینی طور پر ارادہ تھا کہ شیعہ انکی کامیابی سے باخبر ہو جائیں۔ شیعوں کو بارہ وفات کے جلوس میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا۔ ۱۲ رجون کے جلوس نکلنے کے بعد ایک جلسہ کیا گیا اسمیں یہ اعلان کیا گیا کہ مدح صحابہ پڑھی گئی۔ حالانکہ یہ بالکل صحیح نہ تھا۔ ٹیلہ پر سے جلوس نکالنے کے ارادوں کا پوری طور سے اعلان کیا گیا۔ اگر سنیوں کی غرض محض مدح صحابہ عام طور سے بغیر کسی جارحانہ طور کے گا سکتے تھے لیکن انھوں نے کبھی اسکی کوشش نہیں کی۔ تحریک کے پیدا ہو جانے کے بعد بلا شک بہت سے معزز سنیوں نے اس قضیہ میں عملی حصہ لیا کیونکہ انکو یقین تھا۔ حالانکہ ہمارے خیال میں انھوں نے غلطی کی کہ ان کے مذہب کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کیا جا رہا ہے لیکن جب ہم سب واقعات کو پیش نظر رکھتے ہیں تو ہم اس نتیجہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ یہ تحریک فی الحقیقت شیعوں کے خلاف شروع کی گئی تھی اور اس حیثیت سے حکام نے بجا طور سے اسکی مخالفت کی۔ سنی الزام دیتے ہیں کہ مجسٹریٹ اور پلیس افسران نے صرف یہیں تک قناعت نہیں کی کہ وہ اون لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کرتے جو کہ مدح صحابہ پڑھنے کی کوشش کرتے تھے بلکہ وہ انھیں بالواسطہ طریقہ پر چڑھانے اور انھیں دشواریوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ سنی کہتے ہیں کہ جو لوگ گرفتار کئے گئے اور جن سے دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری کے ماتحت ضمانت طلب کی جانے والی تھی۔ بہت عرصہ تک جیل میں بند رکھے گئے اور عرصہ کے بعد ان کے مقدمات کی سماعت ہوئی۔ اسکے علاوہ پولیس نے جرمانہ کے سلسلہ میں بلا اسکی تحقیقات کئے ہوئے کہ یہ مال ملزم کا ہے یا نہیں دوسروں کا مال قرق کر لیا اور انکی عذرداری کی سماعت اتنی جلد نہیں کی گئی جتنی کہ ہونی چاہئے تھی۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم ان افسران کی تنقید نہیں کر سکتے جن کو اپنے طرز عمل کے صحیح ثابت کرنے اور جوابدہی کرنے کا ہمارے سامنے کوئی موقع نہیں ملا۔ اور اس لئے ہم نے اس سوال پر کوئی توجہ نہیں کی کہ سنیوں کی یہ شکایات صحیح ہے یا نہیں۔ یہ کہدینا کافی ہے کہ اس قسم کی ناجائز کارروائیوں کو جن کا الزام دیا گیا ہے آئندہ گوارا نہیں کیا جا سکتا خواہ ان کا ارتکاب زمانہ ماضی میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

حکام کا طرز عمل صحیح تھا

ہماری رائے ہے کہ امتناع مدح صحابہ کے سلسلہ میں مقامی حکام نے ۱۹۳۵ء و ۱۹۳۶ء میں جو کچھ کارروائیاں کیں اسمیں وہ بالکل حق بجانب تھے۔ ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مدح صحابہ ہمیشہ اور ہر حالت میں قابل اعتراض

ہے لیکن ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ حکام کو ایسے حالات میں ایسی ہی کارروائیاں اختیار کرنی ہونگی جیسی کہ اونھوں نے اختیار کیں اور خاص طور پر اس صورت میں اگر مستقبل میں سنیوں کی شورش جاری رہے۔
پہلے سوال کا جواب جو ہم سے کیا گیا تھا یہ ہے کہ گورنمنٹ نے جو اصول اور پالیسی معین کی تھی اس میں کسی ترمیم کی ضرورت ہے یا نہیں۔ دوسرے سوال کے متعلق ہمارا جواب یہ ہے کہ حکام ضلع لکھنؤ نے جو کارروائی اختیار کی وہ کسی ترمیم کی محتاج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں اس طرح کی ناجائز کارروائیاں شامل نہ ہوں جس کا مقصد سنیوں کو چڑھانا اور بلا وجہ دشواریوں میں مبتلا کرنا ہو۔ نیز بشرطیکہ جس بنا پر مدح صحابہ کا پبلک میں پڑھا جانا ممنوع قرار دیا جائے وہ پبلک کی عدم ضرورت دشواریاں یا شیعوں کی جائز ناخوشی و اشتعال ہو۔ آخر میں ہم یہ مخلصانہ امید ظاہر کرتے ہیں کہ دونوں جماعت کے لیڈران اپنے ناسمجھ متبعین کی زیادتیوں اور اشتعال انگیز کارروائیوں کے ازالہ کی کوشش کریں گے۔ لکھنؤ کے شیعوں اور سنیوں کو ایک ساتھ جینا ہے اور اختلافات کی بنیاد کی جلد خاتمہ کارروائیوں سے مسلسل وضاحت کی جاتی رہیگی اور پریس میں ایک دوسرے کے دل آزار مضامین شایع ہوتے رہیں گے تو شیعوں اور سنیوں میں کسی مستقل صلح و دوستی کی امید نہیں جسکے دونوں جماعت کے سمجھدار آدمی متمنی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہر فرقہ کے لیڈران اسکی مخلصانہ کوشش کرینگے کہ باہمی رواداری کی روح جس سے وہ اطمینان و خوشحالی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں کارفرما ہو سکے۔ دستخط جے۔ ڈبلو ایلسپ۔ دستخط ایچ۔ ایس۔ راس

گورنمنٹ رزولیوشن سنہ ۱۹۳۶ء سے لکھنؤ کے شیعوں اور سنیوں کے تعلقات میں جو افسوسناک کشیدگی پیدا ہو گئی تھی اسے پیش نظر رکھتے ہوئے ہز ایکسیلنسی گورنر نے ۱۴ نومبر اور ۹ دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء کو علی الترتیب دونوں جماعتوں کے ذی اثر اور نمائندہ ممبران کے وفد کو شرف باریابی مرحمت فرمایا تھا۔ ہز ایکسیلنسی نے یہ امید ظاہر کی تھی کہ لیڈران ان اختلافات کو باہمی سمجھوتے سے دور کرنے کی کوشش کریں گے اور گورنمنٹ کا یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ اگر آپس کی گفت و شنید سے کوئی حل نہ نکل سکے تو گورنمنٹ ایک مختصر غیر جانبدار اور ذمہ دار کمیٹی مرتب کر دے گی کہ وہ ان مسائل کی جانچ کر کے گورنمنٹ میں اپنی سفارشات پیش کرے آپسیں سمجھوتے کی کوشش کی گئی اور گفت و شنید کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا لیکن بدنصیبی سے یہ کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ نمبر۲:۔ ایک کمیٹی اس لئے مقرر کی گئی جو مسٹر جسٹس ایلسپ جج ہائی کورٹ الہ آباد بحیثیت صدر کمیٹی و مسٹر ایچ۔ ایس۔ راس ایک سینیر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ممبر کمیٹی پر مشتمل تھی جو تنقیحات اس کمیٹی کو برائے فیصلہ حوالہ کی گئی تھیں حسب ذیل ہیں:۔

نمبر۱:۔ آیا تازہ حالات کی روشنی میں وہ اصول اور پالیسی جو گورنمنٹ رزولیوشن ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۰۹ء

سکے ذریعہ سے طے ہوئی قابل ترمیم ہے نمبر۲:۔ آیا جو کارروائی اس سلسلہ میں حکام لکھنؤ نے کی کسی ترمیم کے قابل ہے؟ کمیٹی کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنا نظام عمل خود معین کرے اور گورنمنٹ کو اپنی رپورٹ تاریخ میں بھیج دے۔ نمبر۳:۔ کمیٹی نے اپنی کارروائیاں ۳ راپریل ۱۹۳۸ء سے شروع کیں وہ دونوں جماعتوں کے نمائندوں سے ملے اور اس پیچیدہ مسئلہ کے متعلق ہر طرح کی رائیں کمیٹی کے سامنے پیش ہوئیں۔ فریقین جو شہادتیں پیش کرنا چاہتے تھے قلمبند کی گئیں۔ کئی روز تک فریقین کی بحث سنی گئی کمیٹی نے مناسب طریقہ پر اسکے بعد اپنی رپورٹ گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کی اور اب وہ عام اطلاع کے لئے گورنمنٹ یو۔پی۔ کے احکام کے ساتھ شایع کی جاتی ہے۔ ہم اس کا پورا یقین رکھتے ہیں کہ کمیٹی نے جس صبر و غیر جانبداری سے کام لیا اس کا عام طور پر اعتراف و احترام کیا جائیگا اور ہم مسٹر جسٹس ایلسپ اور مسٹر راس کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ نمبر۴:۔ کمیٹی نے ان مسائل کا جو اس کے حوالہ کئے گئے تھے فیصلہ کیا اور وہ کمیٹی کی رپورٹ کے خاتمہ پر موجود ہیں اور وہ ہیں سے مجملاً درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔ نمبر۱:۔ اُس اصول اور پالیسی میں جو گورنمنٹ رزولیوشن مورخہ ۲ر جنوری ۱۹۰۹ء میں طے ہوئی کسی ترمیم کی ضرورت نہیں۔ نمبر۲:۔ لکھنؤ کے حکام ضلع نے جو طریق کار اختیار کیا اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ وہ ناجائز کارروائیاں نہ شامل رہی ہوں جن کا مقصد سنیوں کو بلا وجہ دشواریوں میں مبتلا کرنا اور چڑھانا ہے۔ اور بشرطیکہ جس بنا پر مدح صحابہ کی عام مقامات پر پڑھنے کی ممانعت ہے۔ اس سے پبلک کو تکلیف پہونچتی ہو یا شیعوں کی جائز طور پر برہمی ہوتی ہو۔ نتیجہ میں ہم دونوں فریقین کے لیڈروں سے مخلصانہ امید کرتے ہیں کہ وہ اس کی کوشش کریں گے کہ ان کے نمائندے بیجا پیرو تجاوز اور اشتعال انگیز کارروائیوں سے احتراز کریں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ دونوں جماعتوں کے لیڈران مخلصانہ جد وجہد کریں گے کہ آپس میں باہمی رواداری کی اسپرٹ کارفرما ہوسکے اور صرف اسی طریقہ سے وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ نمبر۵:۔ یونائیٹڈ پراونسس کی گورنمنٹ نے بہت زیادہ توجہ اور مسلسل غور کے بعد ان مباحث اور نتائج کا مطالعہ کیا جو اس رپورٹ میں وضاحت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ اور ہماری گورنمنٹ کمیٹی کے فیصلہ کو منظور کرتی ہے۔ ہم اسے واضح کردینا چاہتے ہیں کہ سنیوں کا یہ حق کہ وہ پبلک یا پرائیویٹ مقامات میں اپنے تینوں خلفاء کی مدح کرسکتے ہیں یا نہیں مابہ النزاع نہیں ہے یہ حق انھیں بلاشبہ حاصل ہے جو چیز مابہ النزاع ہے وہ طریق کار اور حالات ہیں جن میں کہ وہ لکھنؤ میں اس طرح کی مدح صحابہ پڑھنا چاہتے تھے جب مختلف جماعتوں کے عقائد و نقطۂ نظر میں اختلاف و تصادم ہو تو یہ گورنمنٹ کا فرض ہوجاتا ہے کہ وہ پبلک کی خوشحالی اور پبلک کی سہولت

۷۸۶

الحمد لله

کہ

نہایت مفید اور دلچسپ رسالہ

فیصلہ مدح صحابہ و تبرا
مارچ سنہ ۱۹۳۸ء

جس میں گورنمنٹ یو۔ پی کی مقرر کردہ غیر جانبدارانہ کمیٹی
کی محققانہ و منصفانہ مشہور و قابل قدر رپورٹ اور اس پر
مذکورہ بالا گورنمنٹ کے اس معقول و قابل قبول فیصلہ اور
ریزولیوشن کا صحیح اردو ترجمہ درج کیا گیا ہے جو اس نے
مارچ سنہ ۱۹۳۸ء میں صادر کیا

باہتمام
سید آغا جعفر کھجوی
مطبع اصلاح کھجوا (صوبہ بہار) میں چھپا
قیمت [illegible]

تاریخ ائمہ شیعی دنیا میں اس سے پہلے کوئی ایسی جامع کتاب اردو زبان کی نہیں شائع ہوئی تھی جس میں ان کے کل پیشوایان دین خصوصاً حضرات ائمہ طاہرینؑ کے مفصل حالات اور قابل قدر و لائق فخر دینی و دنیوی کارنامے درج کئے گئے ہوں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب یہ آرزو پوری ہوئی اور قابل قدر تاریخ ائمہ ۵۰۴ صفحات میں چھپ کر گھر گھر پہونچ گئی۔ مومنین میں اس کتاب کی دھوم ہو رہی ہے کیونکہ اس میں مشہور انبیاے کرام کے ضروری حالات درج کرنے کے بعد حضرت رسولخدا صلعم کے ذاتی حالات اور حضرت کی ازواج و اولاد و نیکو کار اصحاب پھر حضرات ائمہ طاہرینؑ اور ان کے ازواج و اولاد و اصحاب کے ضروری حالات اور قابل فخر کارنامے کمال تحقیق و جامعیت سے درج کئے گئے ہیں اور سیکڑوں کتب اہل سنت و شیعہ سے ان کے سوانح کے متعلق ایسی باتیں انتخاب کرکے درج کی گئی ہیں جن سے اکثر مومنین اب تک ناواقف تھے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ کل مومنین خود پڑھیں۔ اپنی عورتوں کو پڑھکر سنائیں اپنے بچوں کی تعلیم میں داخل کریں۔ غیروں کو دکھائیں اور دنیا کے مشہور ترین دوسرے سرداروں اور مذہبی پیشواؤں کے حالات سے موازنہ کرکے فخر و مباہات کریں کہ ان حضرات کا وہ شرف اور درجہ تھا جس تک کسی قوم کا کوئی لیڈر یا مذہبی رہنما نہیں پہنچا۔ شیعہ ضرورت ہے کہ یہ کتاب ہر شیعہ کے پاس پہونچ جائے اور وہ اپنے بزرگان دین کے مستند حالات سے برابر باخبر رہے۔ کتاب ۲۶×۲۰/۸ سائز کے عمدہ کاغذ پر ۵۰۴ صفحات میں شایع ہوئی ہے۔ اور قیمت صرف ۶ہے۔ ملک کے بڑے بڑے علم دوست اصحاب نے اسکی مدح و ثنا اس درجہ لکھی ہے کہ وہ اگر نقل کی جائے تو خود ایک کتاب ہو جائے۔

تنقید بخاری حصۂ اوّل حضرت حجۃ الاسلام مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ طاب ثراہ کی وہ مشہور تحقیقی کتاب جس میں صحیح بخاری کی دھجیاں اُڑا دی گئیں اور اسکی صحت و عظمت کا دعوے خاک میں ملا دیا گیا۔ اس کا جواب لکھنے کے لئے اہلحدیث کانفرنس نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا مگر کچھ بھی نہ کرسکی۔ صرف پہلی جلد پھر چھپی ہے۔ حجم ۹۶ صفحات۔ قیمت ۵ر جلد طلب کیجئے ورنہ طبع ثالث کا انتظار کرنا ہوگا۔

وضو میں پاؤں پر مسح کرنا رسالہ قواصم الظہور میں بہت تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ وضو میں پاؤں دھونا بالکل خلافِ حکمِ خدا و رسولؐ اور پاؤں پر مسح کرنا صحیح اور عمل رسولؐ و اصحاب ہے۔ اسکے ساتھ مسئلہ قرطاس۔ میراث انبیاء۔ فدک۔ جناب شہربانوؑ کے متعلق بھی نہایت مفید تحقیقات ہیں۔ حجم ۱۵۲ صفحات قیمت ۸ر

کی ترازو کے توازن کو برابر رکھنے کی کوشش کرے۔ کمیٹی کا فیصلہ ان واضح وسلم اصول پر مبنی ہے۔

یو۔ پی گورنمنٹ تہ دل سے اس امید کی ہمنوائی کرتی ہے جو کمیٹی کی طرف سے ظاہر کی گئی ہے کہ مناقشات جو بہت زمانہ سے چل رہے ہیں ختم ہو جائیں اور دونوں جماعتیں اپنے عقائد مذہبی کو باہمی سمجھوتے اور صبر کے ساتھ انجام دے سکیں۔ فرقہ وارانہ مناقشات قائم رہنا دونوں جماعتوں کے شہریوں کے شہری زندگی اور پبلک اسپرٹ کو تباہ و برباد کر رہا ہے اور اس کا ناخوشگوار رد عمل بحیثیت مجموعی لکھنؤ پر پڑ رہا ہے۔

گورنمنٹ بہت مضطرب ہے کہ شیعوں اور سنیوں کے تعلقات رفتہ رفتہ بہتر ہونے چاہئیں اور ان میں پھر ایک بار صلح و آشتی پیدا ہو سکے۔

ہم لیڈران کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ وہ معاملات پر ایک وسیع نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالیں اور ایسی صلح کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں جو دونوں فریق کے لئے قابل قبول و قابل اطمینان ہو۔

بائی آرڈر

پنا لال چیف سکریٹری ڈ گورنمنٹ یونائٹڈ پراونسیز تمت

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت بلا فصل مشہور مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرت سر نے پٹنہ میں پہونچکر مولانا سید فرمان علی صاحب قبلہ مرحوم کو چیلنج دیا کہ قرآن مجید سے حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل ثابت کیجئے۔ اس پر مولانا ے مرحوم نے بڑا زبردست مناظرہ کیا۔ پھر مدۃ دراز تک اسکے متعلق تحریری بحث ہوتی رہی۔ اس مناظرہ اور مولانا ے مرحوم کی کل تحریروں کو کتاب الوحی کی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے جو قابل دید علمی و مذہبی ذخیرہ اور خلافت بلا فصل حضرت علیؑ ثابت کرنے کا زبردست خزانہ ہے۔ حجم ۲۱۶ صفحات قیمت ۴ ار

ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا جناب مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ نے رسالہ بسط الیدین میں نہایت تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ خدا و رسولؐ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ہاتھ باندھنا نہیں چاہئے۔ اس میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کہنا بدعت ہے۔ حجم ۶۴ صفحات قیمت ۳ ر

جناب شیخ جیلانی صاحب کو حضرات اہلسنت غوث اعظم اور بڑے پیر مانتے اور

ان کو صاحب معجزات سمجھتے ہیں۔ اس رسالہ میں ممدوح کے مفصل حالات لکھ کر ثابت کیا گیا ہے کہ وہ سید نہ تھے اور ان کے معجزات سب غلط اور بالکل قابل مضحکہ ہیں۔ یہ رسالہ بھی کئی مرتبہ چھپکر شایع ہو چکا۔ حجم ۹۶ صفحات قیمت ۶ر

حضرت امام غائب ؑ کے وجود اور غیبت کے متعلق لاہور کی ایک سنی انجمن نے بہت سے اعتراضات کر کے ایک زہریلی کتاب شایع کی تھی اس کا تشفی بخش جواب مولانا سید محمد رضی صاحب زنگی پوری نے کشف الظلام میں لکھکر مخالفین کو مبہوت کر دیا اور کسی سے کچھ جواب نہیں ہو سکا۔ حجم ۳۲ صفحہ قیمت ۹ر

وطی فی الدبر حضرات اہلسنت اس خلاف فطرت فعل کو جائز سمجھتے ہیں اور اُن کے پیشوایان دین اس پر عمل بھی کرتے رہے ہیں۔ مگر شیعوں کے ہاں حرام ہے حجم ۸۰ صفحہ۔ قیمت ۵ر

خون ثقلین اس دلچسپ اور جدید مذاق کے رسالہ میں دکھایا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن مجید اور حضرات اہلبیتؑ دونوں کا کس طرح خون کیا۔ مولفہ حاجی سید اظہار حسنین صاحب بی اے ڈپٹی مجسٹریٹ پنشنر۔ قیمت ۴ر

رسالہ پردہ اس زمانہ میں بے پردگی بڑھتی جاتی اور یورپ کی تقلید میں مسلمان عورتیں بھی آزادی کے دھوکے میں عفت سے ہاتھ دھونے پر آمادہ ہیں۔ اس رسالہ میں خان بہادر سید محمد خلیل صاحب ایم اے مرحوم نے قرآن مجید کی بکثرت آیات نیز احادیث رسولؐ و عقل و تمدن کی ضروریات سے ثابت کیا ہے کہ عورتوں کے لئے پردہ نہایت ضروری ہے۔ بہت ہی مفید اور محققانہ رسالہ ہے۔ ضرور دیکھنا چاہئے۔ اس میں پردہ کی عقلی اور فطری ضرورت اور مذہبی پابندی نیز احکام کو کمال جامعیت و تحقیق سے جمع کر دیا ہے۔ قیمت ۸ر

وراثۃ انبیاء اس رسالہ میں عقل اور قرآن مجید سے ثابت کیا ہے کہ کل انبیاء کی میراث برابر جاری ہوتی رہی اور حضرت رسولخدا صلعم کی میراث بھی جاری ہوئی اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السّلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی وارث۔ جانشین اور پیشوایان دین تھے۔ بہت مفید۔ دلچسپ رسالہ ہے۔ قیمت صرف ۴ر المشتھر:۔ منیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

(سید غازی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھپوا کر شایع کیا)

فرار اڈیٹر النجم مولوی عبدالشکور صاحب اڈیٹر اخبار النجم و اخبار آفتاب لکھنؤ کا جناب مولانا علی حیدر صاحب قبلہ مدیر رسالہ اصلاح سے مناظرہ کے لئے آنا اور بغیر مناظرہ کئے شرمناک فرار اختیار کرنا قابل دید ہے۔ قیمت ۴/

فتح مبین اس رسالہ میں بھی اڈیٹر النجم مذکور کے مناظرہ سے فرار کرنے اور ضلع سارن کے مشہور عالم اہلسنت مولوی حکیم فتح محمد صاحب کے شیعہ ہو جانے کا دلچسپ تذکرہ ہے۔ قیمت ۴/

فتح الرحمان اڈیٹر النجم کا دوبارہ مولانا ممدوح سے مناظرہ کی ہمت کرنا اور فرار کرنا۔ قیمت ۴/

فتح القدیر اڈیٹر النجم نے بمبئی میں جاکر شیعوں سے جو مناظرہ کیا اس پر مفصل تبصرہ قابل دید ہے قیمت ۳/

قول کریم ایک سنی عالم کا اڈیٹر النجم پر اعتراض کہ خود اہلسنت کی کتابیں تحریف قرآن کے مضامین سے بھری ہیں پھر تم کیوں شیعوں پر اعتراض کرتے ہو۔ قابل دید ذخیرہ۔ جس میں پوری تحقیق و جامعیت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ اہلسنت تحریف قرآن کے قائل ہیں اور انکی کتابوں سے قرآن کی تحریف اس طرح واضح ہے کہ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ آج تک اڈیٹر النجم سے بھی اس کا جواب نہیں ہو سکا۔

معراج شہادۃ شہادۃ امام حسینؑ کے متعلق خان بہادر سید خیرات احمد صاحب وکیل گیا مصنف کتاب "نور ایمان" کا زبردست رسالہ بہت دلچسپ مفید اور بصیرت افروز ہے۔ قیمت ۸/

مشعل ہدایت جناب حاجی سید اظہار حسنین صاحب بی اے مجسٹریٹ پنشنر بھرواکی مشہور اور زبردست تحقیقی کتاب جس میں دکھایا ہے کہ خدا اپنے کلام پاک میں رسولؐ اور انکے آل و اصحاب کے لئے کیا فرماتا ہے۔ اور قرآن مجید سے آل اطہار کا کیا پایہ ثابت ہے اور اصحاب کس مرتبہ پر فائز ہیں۔ اور ان تمام حقایق کی موجودگی میں امامت کس کی پیروی اور کس حد تک فرض ہے۔ غرض بہت ہی قابل قدر کتاب ہے بحیثیت مجسٹریٹ آپ نے سنی شیعہ کے اختلافات کا فیصلہ بھی کمال انصاف سے کیا ہے حجم ۱۲۴ صفحہ قیمت صرف ۸/

وضو میں پاؤں پر مسح کرنا فرقہ اہلقرآن نے جو پنجاب میں پیدا ہوا ہے قرآن مجید سے دکھانا چاہا تھا کہ وضو میں پاؤں دھونے کا حکم ہے۔ اسکے جواب میں دفتر اصلاح سے امتحان اہلقرآن دو قول فیصل شائع کرکے ثابت کر دیا گیا کہ قرآن مجید وضو میں پاؤں پر مسح کرنے ہی کا حکم دیتا ہے اس تحقیق سے یہ رسالے لکھے گئے کہ اہل قرآن کو بھی مان لینا پڑا۔ قیمت ۴/

اسلامی خدا توحید خدا کو آیات قرآن مجید سے بہت مفصل اور جامعیت سے ثابت کرکے واضح کر دیا ہے کہ جس طرح اسلام خدا کی توحید سکھاتا ہے دنیا کا کوئی فرقہ نہیں سکھا سکتا۔ قیمت ۸/

آل و اصحاب اس رسالہ میں دکھایا ہے کہ اہلبیت طاہرین کے ساتھ صحابہ رسولؐ کا سلوک کیسا تھا۔ انھوں نے امانت رسولؐ کے ساتھ کس درجہ بے رخی کی۔ واقعہ کربلا کے وقت کتنے صحابہ موجود تھے مگر انھوں نے ادھر ذرہ برابر توجہ نہیں کی۔ حالانکہ وہ مدد کرتے تو امام مظلوم شہید نہ ہوتے۔ نہایت مفید اسلامی تاریخی تحقیقات کا ذخیرہ ہے۔ قیمت ۱۲/

جوابِ شرر — مسٹر عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی نے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کا بہت فحش اور گندہ ناول لکھکر مسلمانوں کے دلوں میں آگ لگا دی تھی۔ اسکا مفصل جواب تاریخی تحقیقات کا بیش بہا خزانہ تیسری دفعہ چھپا ہے۔ قیمت ۶/

صاحبِ العصر و الزمان — حضرت حجتؑ کے وجود اور غیبت کی بہت زبردست دلیلیں اور قادیانی فرقہ نے حضرتؑ کے بارے میں جو اعتراضات کئے ہیں اُن کا مفصل اور تشفی بخش جواب۔ قیمت ۱۲/

عقل و تہذیبِ اہلحدیث — فرقہ اہلحدیث کی عقل۔ تہذیب۔ انسانیت۔ مذہب اور خصوصاً اُن کے علماء و پیشوایانِ دین کے قابلِ مضحکہ حالات کا مکمل مجموعہ۔ قیمت ۱۲/

فتنۂ شبلی — شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں لکھا تھا کہ معاذ اللہ جناب امیرؑ نے بھی ایک دفعہ شراب پی تھی۔ اسکی مفصل اور محققانہ رد کرکے اس روایت کی دھجیاں اُڑا دی گئی ہیں قیمت ۸/

تحریفِ قرآن — کے بارے میں اہلسنت اعتراض کرتے ہیں۔ رسالہ حد السارق میں پوری تحقیق اور جامعیت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ تحریفِ قرآن کے قائل اہلسنت ہیں اور انکی کتابوں سے یہ اس طرح واضح ہے کہ کوئی انکار نہیں کرسکتا

مسئلہ فدک — سنی شیعہ کے درمیان بہت زبردست بحث ہے۔ نواب محسن الملک بہادر نے شیعوں کے خلاف آیات بینات میں بہت زور لگایا ہے اسکا مفصل جواب کمال تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب شیعوں کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ جلد اول ۸/ دوم ۸/ سوم ۶/ چہارم ۶/

مقدمہ نہج البلاغہ — بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ نہج البلاغہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا کلام نہیں ہے۔ اس کتاب میں نہایت تحقیق و جامعیت سے اس کو حضرت کا کلام ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲/

مذہبی کہانی — اس رسالہ میں ناول کے طرز پر اصول دین کی باتیں بہت واضح اور دلچسپ عنوان سے بچوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ قیمت ۱/ — المشتہر:۔ مینجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

ڈاکخانہ کھجوا — انگریزی میں ڈاکخانہ کھجوا اس طرح لکھا جائے P.O. KUJHWA (BIHAR CIRCLE)

جنت کا ٹکٹ — مصنفہ چودھری احمد حسن صاحب محقق سابق سنی حنفی کی چودہ سالہ تحقیق قابل دید ہے جس میں بنص کتاب اللہ اور بتصدیق رسول اللہؐ اسلام کے تہتر فرقوں میں صرف ایک ہی فرقہ ناجی باقی کل ناری ہیں۔ مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے جو فی الحقیقت ایمان و ہدایت کا مرکز اور معرفت الٰہی کا سرچشمہ ہے۔ لہٰذا شائقین طلب فرماویں۔

نظام حق ۱/ — پیغام حق ۲/ — تحقیق الحق ۴/

پتہ:۔ سید امیر حسن سکنہ قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور

(سید غازی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھاپ کر شایع کیا)

اصلاح

جلد ۴۳ ماہ جمادی الاخری ۱۳۵۸ھ نمبر ۶

مدیر

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم

دارالاشاعة

کھجوا (صوبہ بہار)

چندہ سالانہ خاص ممبروں کا
پانچ روپیہ معہ محصول ڈاک

چندہ سالانہ عام خریداروں کی تین روپیہ
[illegible] ممبر سے پانچ روپیہ

A.H.

ہمدردان اصلاح

خدا کے فضل سے جوہر قرآن کے ۳۲۰ صفحہ شائع ہو چکے

اب ہم اس کو جلد از جلد ختم کرنا اور سوانح عمری خلیفہ دوم

کی جلد اول کو بھی اسی سال ذی الحجہ تک تمام کر دینا چاہتے ہیں۔ آپ

بھی پورے مستعد ہو جائیں اس نمبر کے پہونچتے ہی اپنا چندہ بذریعہ

منی آرڈر عنایت فرمائیں اور اس نمبر کے صفحہ ۱و۲ کی اپیل

پڑھکر جلد دو دو جدید خریدار بھی ضرور عنایت فرما کر شکر گزار

کریں تاکہ کاغذ فوراً کافی مقدار میں منگا لیا جائے

اور رسالہ بھی وقت پر نکلنے لگے

الملتمس

مینجر اصلاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ۶ ماہ جمادی الآخر ۱۳۵۸ھ جلد ۴۲

خدا کے فضل سے رسالہ اصلاح زندہ ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اوسکے سچے مذہب کا خادم رسالہ اصلاح محض اوسی کے فضل و کرم سے زندہ ہے۔ اللہ اکبر کے فتنہ مدح صحابہ کی وجہ سے تمام مومنین کی توجہ وہاں کے ایجی ٹیشن کی طرف مبذول ہوگئی اس وجہ سے دوسرے دینی اداروں کی طرح دفتر اصلاح بھی شدید پریشانیوں میں مبتلا ہے۔ اس وجہ سے امسال رسالہ اصلاح کی اشاعت میں اور زیادہ تاخیر ہوتی گئی جس سے غالباً اکثر ہمدردوں کو شبہ ہوا کہ رسالہ اصلاح بھی بند ہوگیا اور ممکن ہے اسی وجہ سے رسالہ کے بکثرت خریداروں نے اس کا وی پی واپس کر دیا ہو اور جن حضرات کے نام وی پی نہیں گیا اونھوں نے منی آرڈر روک لیا ہو۔ اب کل ہمدردان اصلاح سے التماس ہے کہ اس نقصان کی تلافی جلد از جلد کرکے شکر گزار کریں تاکہ رسالہ اصلاح باقاعدہ نکلنے لگے۔ اسی سال جوہر قرآن کو انشاء اللہ ختم کرنا اور سوانح عمری خلیفہ دوم کی پہلی جلد کو بھی ذی الحجہ تک تمام کرنا ہے۔ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ قبل محرم اس سال کے کل پرچے بھی پورے شائع ہو جائیں۔ اور یہ دونوں کتابیں بھی آپ حضرات تک پہونچ جائیں مگر بغیر خدا کے فضل اور آپ حضرات کی خاص جد و جہد کے ہم اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتے آپ صرف اتنا کریں کہ کم از کم دو جدید خریدار اصلاح عنایت فرما کر شکر گزار کریں۔ اگر اصلاح کے جدید خریدار نہ ملیں تو عظیم الشان کتاب تاریخ ائمہ کے خریدار مل سکتے ہیں۔ سال گذشتہ سوانح عمری خلیفہ دوم کے ۶۰۰ صفحات قیمتی ۱۲ اور جوہر قرآن کے ۳۴۳ صفحات قیمتی [illegible] تیار [illegible] قیمتی ۲ روپیہ رسالہ تفضیل امیر المومنین قیمتی [illegible] شائع ہوا [illegible] اس کے خریدار کی آپ کوشش کریں۔ اگر دو دو جدید خریدار ان کتابوں کے بھی مل جائیں تو [illegible] شائع ہو سکتی ہیں۔ ان کتابوں کو ہر شیعہ تک پہونچانا بھی ضروری ہے [illegible] مذہب حق کی تبلیغ و اشاعت کا بڑا ذریعہ ہیں ان کتابوں کی تعریف میں جو خطوط پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ ایک اور ملاحظہ ہو۔ مکرمی جناب سید احمد حسن صاحب دام مجدہ گگر دلی سے لکھتے ہیں "حضور نے تو لوگوں کا ایمان تازہ کر دیا۔ پروردگار عالم آپکو

عمر نوح عطا فرمائے تاکہ اس غریب قوم کے سر پر آپکا سایہ رہے۔ آپ نے جوہر قرآن و سوانح عمری دوم صاحب کی ایسی عجیب و غریب لکھی ہے کہ جواب نہیں ہو سکتا۔ پروردگار عالم آپ کو صحت کلی عنایت فرمائے تاکہ اشاعت دین جاری رہے"۔ خدا کا احسان عظیم ہے کہ یہ خدمات مفید ثابت ہو رہی ہیں اب آپ حضرات ان کتابوں کو مومنین تک پہونچانا اپنا فرض سمجھیں اور پوری کوشش کریں کہ جوہر قرآن و سوانح عمری خلیفہ دوم جلد اول کی تکمیل ہو جائیں۔ فتنہ مدح صحابہ و تبرا ایجی ٹیشن کے متعلق جس قدر ضروری مضامین سنی اور غیر مسلم اخبارات یا تحریروں تقریروں میں شائع ہوئے ہیں ان سب کو تقریباً رسالہ اصلاح نے گزشتہ پرچوں میں بھی جمع کر دیا گیا۔ اب انشاء جوہر قرآن و سوانح عمری ہی کو جلد از جلد پوری کرنے کا حتمی ارادہ کر لیا گیا ہے اس وجہ سے اب ہر ماہ متفرق مضامین صرف ۸ صفحہ میں رہیں گے اور باقی ۴۸ صفحات جوہر قرآن و سوانح عمری ہی کے دیئے جائیں گے پھر ناول جوہر قرآن مکمل کر کے ایک اور مذہبی ناول اسی قسم کا "تحفہ بخاری" نور اشائع کرنا ہے جس میں انشاء اللہ دکھایا جائیگا کہ خود صحیح بخاری سے بھی مذہب اہلسنت کا باطل اور مذہب شیعہ کا حق ہونا واضح ہے۔

سوانح خلیفہ اول و خلیفہ دوم کے انگریزی ترجمہ کی ضرورت

عالی جناب خاں صاحب سید منصور حسن خاں صاحب دام مجدہ جو شہر جونپور کے ایک روشن خیال اور معزز رئیس ہیں تحریر فرماتے ہیں:

"جناب فخر المحققین مولانا سید علی حیدر صاحب دام ظلکم۔ سوانح عمری خلیفہ اول حقیر کے مطالعہ میں ہے جس وقت یہ کتاب میں نے خرید کی تھی میں یہی سمجھتا تھا کہ مثل دیگر سوانح ائمہ اثنا عشر کے یہ بھی مناظرانہ رنگ میں تصنیف ہوئی ہو گی مگر کتاب کے مطالعہ کے بعد میری رائے بدل گئی۔ اس میں کچھ بھی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ کتاب اپنی آپ ہی مثال ہے۔ اس کتاب کو پڑھکر کوئی شخص اگر اوسمیں ذرہ برابر بھی انصاف ہے، اپنے مذہب پر قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ تمام مسائل مختلف فیہا کا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ میرا بہت دل چاہتا ہے کہ یہ کتاب انگریزی میں ہو جائے تاکہ وہ حامیان مدح صحابہ جو غیر مسلم ہو کر حضرت اول کو قابل مدح سمجھتے ہیں معلوم کر لیں کہ یہ حضرت کس حد تک واقعی قابل مدح تھے۔ مجھے یقین ہے کہ خلیفہ دوم کی سوانح عمری بھی اس سے کم نہ ہو گی اور اسکی اشاعت میں تعجیل ہو گی"۔

طبقات ابن سعد

اس نمبر میں خلیفہ دوم کی ولادت، نسب، خاندانی حالات وغیرہ شروع کرنا تھا مگر ہمارے بڑے ہمدرد دوں (جناب سید عباس علی صاحب سرور پنشنر دام مجدہ بھاگلپور ضلع بجنور و جناب منشی ... صاحب جونپوری دام مجدہ مقیم کلکتہ) نے اپنے عنایت ناموں سے یہ مژدہ سنایا ہے کہ خدا کے فضل سے کتاب طبقات ابن سعد جلد از جلد دفتر اصلاح کے لئے بھیج دینگے اس وجہ سے اس نمبر میں سوانح عمری کے اوراق ... کم دیئے گئے قوی امید ہے کہ انشاء آئندہ نمبر ہی میں ہم اس کتاب کی رسید کی خوشخبری بھی شائع کر سکیں گے۔

۴۸۶

جونپور کے مشہور مقدمہ کا عدالتی فیصلہ

جس میں حضرت ابولولو و محمد بن ابی بکر و حضرت امیر مختار و حضرت عمار یاسر و حضرت ابوذر غفاری و حضرت مالک اشتر رضی اللہ عنہم کی مدح کا حق شیعوں کے لئے تسلیم کرلیا گیا

عدالت منصفی شہر جونپور۔ باجلاس موہن شنکر سکسینہ صاحب بہادر۔ سول سوٹ نمبر ۵۹۴ سنہ ۱۹۳۶ء

سید علی زاہد وغیرہ ... مدعیان بنام شیخ علی حسن وغیرہ مدعاعلیہم۔

تجویز مقدمہ ہذا مدعیان نے اپنی جانب نیز شیعیان جونپور کی جانب سے اس امر کے استقرار کے لئے دائر کیا ہے کہ انکو اس امر کا حق حاصل ہے کہ وہ جھنڈوں اور کتبات کے ساتھ جن پر حضرت ابولولو۔ محمد بن ابی بکر۔ امیر مختار۔ عمار یاسر۔ ابوذر غفاری اور مالک اشتر کے اسماء ہوں اور ماہ ربیع الاول اور دیگر تاریخوں میں جب وہ چاہیں شارع عام پر جلوس نکالیں اور اس جلوس میں نظم و نثر میں اُن حضرات کی مدح کریں۔ یہ بیان کیا گیا کہ شیعہ عقائد کے لحاظ سے رسول مقبولؐ اور جعفر صادقؑ کی پیدائش اسی ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ اور یہ کہ مذہب شیعہ کو مذہب جعفری بھی کہتے ہیں۔ یہ کہ عید زہرا بھی اسی مہینہ کی ۹ تاریخ کو ہوتی ہے جو شیعوں کے لئے بہت ہی مبارک ہے۔ یہ کہ شیعیان جونپور نے جلوس متذکرہ صدر نکالنا چاہا جس پر سنی معترض ہوئے۔ مدعیان نے حکام ضلع کے پاس جلوس نکالنے کی اجازت کے لئے درخواست دی لیکن جلوس کے جدید ہونے کی بناء پر درخواست نامنظور ہوئی۔ یہ کہ مدعیان یقین کرتے ہیں کہ سنیوں کے احتجاج پر اجازت نہ ملی۔ یہ کہ شیعوں کو اپنے مذہبی اعتقاد کی بناء پر ایسے جلوس نکالنے کا حق حاصل ہے اور یہ مدعاعلیہم سنیوں کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے زیر آرڈر ۱ قاعدہ (۸) فریق مقدمہ بنائے گئے ہیں

مدعیان نے مدعاعلیہم ۱ لغایتہ ۱۱ کو فریق بنایا تھا لیکن مدعاعلیہم ۱۲ تا ۱۵ خود درخواست دیکر فریق بنے ہیں۔ مدعاعلیہم ۱ و ۶ و ۷ و ۱۱ کی جوابدہی ہے کہ ابولولو۔ محمد بن ابی بکر۔ امیر مختار مالک اشتر صحابۂ رسولؐ نہیں تھے۔ یہ کہ ابولولو غیر مسلم غلام تھے جنھوں نے حضرت عمرؓ کو حالت نماز میں قتل کیا اور پکڑے جانے کے خوف سے خودکشی کرلی۔ یہ کہ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا اور اُن کے مکان میں قتل کرنے کے لئے داخل ہوئے تھے۔ یہ کہ امیر مختار نے نبوت کا دعوے کیا تھا اس لئے وہ جہنمی ہیں۔ یہ کہ مالک اشتر نے رسول خداؐ کو دیکھا تک نہ تھا۔ اور انھوں نے حضرت عائشہؓ کے محمل کو تیروں کا نشانہ بنایا تھا۔ یہ کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد

ان لوگوں کو دشمن اسلام سمجھتی ہے ۔ یہ کہ شیعوں نے نہ تو کبھی ایسے جلوس نکالنے کا ارادہ کیا اور نہ مدعا علیہم مجیب کبھی معترض ہوئے ۔ اور دادرسی عدالت کے حق امتیازی پر مبنی ہے ۔ اور چونکہ امن عامہ میں خلل آنے کا احتمال ہے اس لئے عطا نہ ہونی چاہئے ۔

مدعا علیہم ۲ و ۳ و ۴ و ۸ و ۹ و ۱۰ جواب دہ ہیں کہ اُن کو ایسے کسی جلوس کا علم نہ تھا اور نہ تو انھوں نے حکام ضلع سے کبھی کہا کہ ایسے کسی جلوس کی بابت اُن کو اعتراض ہے اور یہ کہ وہ بیجا فریق بنائے گئے ہیں

مدعا علیہم ۱۲ تا ۱۵ کی جواب دہی ہے کہ ابو لولو نے خلیفہ عمر فاروق کو قتل کیا ۔ یہ کہ مدعیان ان کو محض سنیوں کی دل آزاری کی غرض سے محترم الفاظ سے یاد کرتے ہیں ۔ یہ دادرسی مستدعیہ زیر دفعات ۲۹۵ و ۲۹۸ اور ۱۵۳ الف تعزیرات ہند جرم ہے ۔ یہ کہ ابو لولو ۔ محمد بن ابی بکر اور امیر مختار نے رسول خدا کو کبھی نہیں دیکھا ۔ یہ کہ محمد بن ابی بکر آگ میں جلا کر مار ڈالے گئے ۔ اور حضرت عثمان کے مکان میں بارادۂ قتل داخل ہونے کی وجہ سے ان کو اچھا آدمی نہیں سمجھتے ۔ یہ کہ امیر مختار نے دعوے نبوت کیا تھا ۔ اور مالک اشتر نے حضرت عائشہ کی محمل پر تیر مارے تھے ۔ اور یہ کہ دعوے ہذا محض سنیوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرنے کے لئے رجوع کیا گیا ہے ۔

دیگر مدعا علیہم غیر حاضر ہیں ۔ اس لئے ان کے خلاف یک طرفہ سماعت ہوئی ۔

تنقیح قائم کرنے کی تاریخ پر صرف ذیل کی تنقیحیں قائم ہوئیں اور عدالت نے حکم دیا کہ یہ عدالت کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ فریقین کے مذہبی اختلافات کے بارے میں کہ ان اشخاص میں کون معین اسلام اور کون دشمن اسلام تھے فیصلہ کرے ۔ عدالت یہ فیصلہ نہیں کر سکتی کہ کس کے اعتقادات صحیح اور کس کے غلط ہیں ۔

تنقیح

۱ ۔ آیا دادرسی مستدعیہ دفعات ۲۹۸ و ۲۹۵ اور ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے خلاف ہے ۔

۲ ۔ آیا مدعا علیہم مدعیان کے جلوس نکالنے پر معترض ہوئے ۔

تجویز

یہ طے شدہ مسئلہ قانون ہے کہ ہر ذات فرقہ اور پارٹی سال میں کوئی بھی دن ہو ہر شارع عام سے اپنے مذہبی ۔ فرقہ دارانہ یا پارٹی کے کتبہ کے ساتھ جلوس نکالنے کا حق رکھتا ہے ۔ دیکھو ۲۳ الہ آباد لا جرنل صفحہ ۱۸۰ پریوی کونسل ۔ یہ ایک مقدمہ تھا جس میں شیعہ اپنے مذہبی اعتقاد کے مطابق جلوس نکالنا چاہتے تھے ۔ اور سنی اس بنا پر معترض تھے کہ جب وہ مسجد کے قریب سے گزریگا تو انکی

نماز میں فتور واقع ہوگا۔ فاضل ججان نے ۵ مدراس صفحہ ۳۰۴ و ۶ مدراس صفحہ ۳۰۳ اور ۲۶ مدراس صفحہ ۳۷۶ پر استدلال کرتے ہوئے تجویز کیا کہ چونکہ حکام ایگزیکیٹو امن عامہ قائم رکھنے کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے یہ حق ان حکام کے اختیارات و قیود کے نفاذ کے ساتھ حاصل ہے۔ یہی نظریہ ۴۳ بمبئی صفحہ ۱۵۷ اور ۱۹۳۱ الہ آباد لاجرنل صفحہ ۳۵۵ و ۶۲۴ میں اختیار کیا گیا ہے۔

اس لیئے یہ صاف ہے کہ مدعیان کو جلوس نزاعی نکالنے کا حق ایگزیکیٹو حکام کے قیود کے ساتھ جو وہ مناسب سمجھے حاصل ہے۔

مدعاعلیہم کا کہنا ہے کہ اس دادرسی کی منظوری سے امن عامہ میں خلل واقع ہوگا۔ کسی شخص کا قانونی حق محض اس بنا پر کہ اس حق کے نفاذ میں فساد کا احتمال ہے روکا نہیں جاسکتا۔ اگر یہ مسئلہ قانون ہوتا تو ہر لڑاکا مدعاعلیہم عدالت سے کہہ سکتا تھا کہ دعوے مدعی جو اس نے اپنے قانونی حق کے نافذ کرنے کے لئے کیا ہے خارج کر دیا جائے۔ سوسائٹی کا تمام نظام درہم و برہم ہو جائے اگر یہ نظریہ تسلیم کر لیا جائے۔ اگر ایک شخص دخل مکان کا دعوے کرتا ہے اور مدعاعلیہ کہتا ہے کہ اگر مدعی کو دخل دیا گیا تو امن میں خلل آنے کا احتمال ہے اس لئے مدعاعلیہم کا یہ عذر نامنظور کیا جاتا ہے۔

مدعاعلیہم کا یہ بھی عذر ہے کہ جلوس نزاعی کا نکالا جانا دفعات ۱۵۳ الف - ۲۹۵؟ اور ۲۹۸ تعزیرات ہند کی تحت میں آتا ہے۔

دفعہ ۱۵۳ الف کی رو سے مختلف فرقہ میں نفرت پیدا کرنا جرم ہے - مدعاعلیہم کہتے ہیں کہ جلوس نزاعی کے نکلنے سے اختلاف پیدا ہوگا اور ۱۹۲۷ لاہور صفحہ ۵۹۴ اور ۱۹۲۷ الہ آباد صفحہ ۶۴۹ پر استدلال کیا گیا ہے۔ اول الذکر مقدمہ میں ایک مضمون رسول و انکے اصحاب و ازواج کے خلاف بیہودہ اور ناپاک حملے کرتے ہوئے لکھا گیا تھا۔ لاہور ہائی کورٹ نے زیر دفعہ ۱۵۳ الف مجرم قرار دیا اور یہی وجہ آخر الذکر نظیر میں بھی تھی۔ ورتمان جیون کے مصنف نے بیہودہ طریقہ پر رسول کی زندگی پر ناپاک حملے کئے تھے۔ مقدمہ ہذا میں شیعہ کسی ایسے شخص پر جسے سنی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں حملہ نہیں کرتے وہ صرف چند ایسے اشخاص کی تعریف کرتے ہیں جنھیں وہ قابل عزت سمجھتے ہیں۔ لیکن سنی ان کو قابل احترام نہیں سمجھتے۔ بعد وفات رسول مذہب اسلام میں ایک زمانہ سیاسی اختلافات کا شروع ہوا اس کے نتیجہ میں اسمیں دو اہم فرقے شیعہ و سنی قائم ہو گئے ان دونوں فرقوں میں کوئی محبت باقی نہ سیاسی لڑائی میں یہ قدرتی بات ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے اُن اشخاص کو جن کی وہ عزت کرتے ہیں غدار اور بُرا کہے۔ لیکن اس وجہ سے کوئی فریق اپنے لیڈر کی تعریف سے روکا نہیں جاسکتا۔

شیعوں کا اعتقاد ہے کہ وہ حضرات جن کی سنی عزت کرتے ہیں مثلاً خلفاء ثلثہ رسول خدا کی آل کو اُن کے جائز حقوق سے محروم رکھنے اور اُن پر مظالم کے ذمہ دار تھے اور سنیوں کو یقین ہے کہ یہ غلط ہے اور شیعہ مذہب کے لیڈروں کا خلفائے ثلثہ اور عائشہ کے خلاف بغاوت کرنا اور اونکو نقصان پہونچانے کی کوشش کرنا ایسا فعل ہے جو بنظر تحسین نہیں دیکھا جا سکتا۔ حضرت علی جبکہ وہ چوتھے خلیفہ ہوئے تھے اور حضرت عائشہ میں جنگ ہوئی۔ قدرتاً ایک فریق کی کوشش دوسرے فریق کو نقصان پہونچانے کی رہی ہوگی۔ مالک اشتر نے جو حضرت علیؑ کے ساتھ تھے حضرت عائشہ پر تیر چلانے کی کوشش کی۔ شیعہ یقیناً اس فعل کو بہ نظر تحسین دیکھیں گے۔ برخلاف اس کے سُنی اس کو نہایت بُرا خیال کریں گے ۔ اسی طور پر ابو لولو اور محمد بن ابی بکر کے افعال اور بغاوت حضرت عمر اور حضرت عثمان کے خلاف شیعہ پسند کریں گے اور سُنی ناپسند کریں گے۔ لیکن اگر ایک فرقہ کے پیرو کا اپنے لیڈروں کی تعریف کرنا ایسا فعل نہیں کہا جا سکتا کہ جو شہنشاہ اعظم کی مختلف رعایا کے درمیان وہ منافرت پیدا کرنے کا باعث ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو مختلف سیاسی جماعت کے جلوس جو وہ اپنے لیڈروں کی تعریف کے سلسلہ میں نکالتے ہیں روک دیا جاتا۔ گاؤکشی اور مسجد کے سامنے باجا بجانا بھی بند کر دیا جاتا۔ سول کورٹ کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی فرقہ کے مذہبی یا دیگر جذبات کے لحاظ سے غور کرے ۔ بے شک اگر قانونی حق کا نفاذ اس طریقہ پر کیا جائے جس سے مختلف فرقوں میں منافرت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو ایسا شخص حسب دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند مستوجب سزا ہوگا۔ لیکن عدالت دیوانی محض اس بناء پر کسی قانونی حق کے نفاذ کی اجازت دینے سے انکار نہیں کر سکتی کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ اپنے قانونی حق سے تجاوز کرے گا تو سزا پائے گا۔

دفعہ ۲۹۵ میں قبل اس کے کہ کوئی شخص سزا پائے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اُس نے کسی ایسے معبد یا متبرک شے کو نقصان پہونچایا منہدم کیا جو کسی فرقہ کے نزدیک قابل احترام ہے اس ارادہ سے کہ جس فریق کا معبد یا شے متبرک ہے اُسکے مذہبی احساسات کی تذلیل ہو۔ بیّن طور پر یہ دفعہ متعلق مقدمہ ہٰذا نہیں ہے۔ حسب دفعہ ۲۹۸ کسی شخص کا ارادہ فریق مخالف کے مذہبی احساس کے مجروح کرنے کا ہونا چاہیئے۔ شیعہ اس جلوس سے سنیوں کے مذہبی احساس کو مجروح کرنا نہیں چاہتے۔ اگر اس سے چند غیر معمولی حساس اشخاص کے احساس مجروح ہوتے ہیں تو اس سے وہ جرم نہیں ہو سکتا جیسا میں نے اوپر بیان کیا کہ ایک گروہ کی تعریف ایسے مذہب میں جیسا کہ اسلام ہے کی جائے۔ دوسرے گروہ کو قابل اعتراض ہوگی لیکن اس وجہ کی بناء پر نہ روکی نہیں جا سکتی کیونکہ اول الذکر

فرقہ کے جلوس نکالنے کا اصل مقصد اپنے مذہبی اعتقادات کی بناء پر ہے نہ کہ دوسرے گروہ کی دل آزاری لیکن اگر یہ گروہ تعریف کرنے میں اپنے حق سے تجاوز کرکے دوسرے فریق کے لیڈروں کے خلاف برے الفاظ استعمال کرے گا تاکہ دوسرے فریق کے مذہبی احساس کو ٹھیس لگے تو یقیناً اگزیکیٹیو حکام اس دفعہ کو عمل میں لائیں گے۔

میری رائے میں جو حقوق شیعہ مانگتے ہیں وہ دفعات ۱۵۳ الف - ۲۹۵ - اور ۲۹۸ میں نہیں آتے۔

تنقیح نمبر ۱:۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آیا مدعاعلیہم مدعیان کے جلوس پر معترض ہوئے؟ یہ مسلمہ فریقین ہے کہ اگزیکیٹیو حکام نے اوسے روکا۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ آخر انھوں نے کیوں روکا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ سنی معترض ہوئے۔ میرے روبرو یہ تسلیم کیا گیا کہ جلوس سنیوں کو ناپسند ہے اور واقعاً سنیوں نے اس بات کی شہادت بھی پیش کی کہ اس سے اُن کے مذہبی احساس مجروح ہوں گے اس لئے حکام کے لئے روکنے کی اور کوئی وجہ نہ تھی سوائے اس کے کہ سنیوں نے اسے پسند نہ کیا تھا۔ مدعاعلیہم تمام سنیوں کی طرف سے نمایندہ کی حیثیت سے فریق مقدمہ بنائے گئے ہیں۔ اغراض مقدمہ کے لئے یہ بالکل غیر ضروری ہے کہ مدعاعلیہم میں سے کسی نے خاص طور پر اعتراض کیا یا نہیں۔ مدعاعلیہم نمبر ۱ تا ۵ اخود اگر بطور مدعاعلیہ فریق مقدمہ بنے ہیں ان کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ انھوں نے اعتراض نہیں کیا۔ دیگر مدعاعلیہم کے خلاف جو امر قابل غور ہے وہ خرچہ کا سوال ہے۔

اگر انھوں نے انفرادی حیثیت سے اعتراض نہیں کیا تو مدعیان کے خرچہ کے ذمہ دار نہیں ہیں لیکن وہ اپنا خرچہ مدعیان سے طلب نہیں کرسکتے۔ کیونکہ اب دوران مقدمہ میں وہ مدعیان کے جلوس نکالنے پر معترض ہیں۔

سید علی زاہد گواہ مدعی نمبر ۱ نے بیان کیا کہ مدعاعلیہم جلوس نکالے جانے پر معترض ہوئے۔ دوران جرح میں انھوں نے کہا کہ شہر میں افواہ تھی کہ مسٹر عبدالمجید۔ عبدالوحید اور علی حسن حاکم ضلع کے پاس جلوس کے خلاف احتجاج کرنے گئے تھے کہ اول الذکر اشخاص فریق مقدمہ نہیں ہیں۔ دیگر مدعاعلیہم کی بابت انھوں نے کہا کہ حاکم ضلع کے ساتھ جھنڈا اور تروانے گئے تھے زبانی بھی ان میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ سید غلام زین العابدین نے بیان کیا کہ مدعاعلیہ نمبر ۴ کے ساتھ جھنڈا اور تروانے گئے تھے۔ نجابت علی کا بھی یہی بیان ہے۔ مدعاعلیہم میں سے کسی نے سوائے محمد حسین کے شہادت میں آکر انکار نہیں کیا کہ وہ کلکٹر کے ساتھ گیا تھا۔ یا جلوس نکلنے پر اعتراض

لیا تھا۔ محمد حسین نے تسلیم کیا کہ اُن کو جلوس نکالے جانے پر اعتراض ہے۔ اگر اس وقت ان کو اعتراض ہے تو اس کے قبل بھی رہا ہوگا۔
میری رائے میں محمد حسین نے بھی اعتراض کیا تھا۔ میری تجویز ہے کہ مدعا علیہم نے یقیناً جلوس نزاعی کے نکالے جانے پر اعتراض کیا تھا۔

حکم

دعوے بذریعہ خرچہ کے مدعا علیہم و نیز فرقہ سنی کے خلاف اس امر کے استقرار کے بابت کہ مدعیان کو حق حاصل ہے کہ وہ جھنڈے اور کتبات کے ساتھ جن پر حضرت ابوبکر۔ محمد بن ابی بکر۔ امیر مختار۔ عمار یاسر۔ ابو ذر غفاری اور مالک اشتر کا نام ہو سال کے کسی مہینہ میں کسی شارع عام پر جس دن وہ چاہیں جلوس نکالیں۔ اور نظم و نثر میں انکی تعریف کریں۔ لیکن اکزیکیٹو حکام کو قیود لگانے کا حق حاصل ہے اور اکزیکیٹو حکام کے منظور شدہ الفاظ مع استعمال کئے جائیں گے۔

دستخط موہن شنکر سکسینہ ۳۰ر اگست ۱۹۳۹ء

تقریظ مع صحابہ دتبرا:۔ ۱۸ صفحہ کا انگریزی رسالہ ہے جو مذکورہ بالا قضیہ کی تفصیل و توضیح کے متعلق دار التبلیغ لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔ بڑے موقع سے اس ضروری رسالہ کی اشاعت ہوئی ہے۔ مومنین کا فرض ہے کہ اسکی متعدد کاپیاں طلب کرکے انگریزی داں حضرات کو دکھائیں۔ قیمت مرقوم نہیں۔
(۲) سیاستہ اسلامیہ:۔ فاضل جلیل جناب مولوی سید نجم الحسن صاحب کراروی کا رسالہ ہے۔ چونکہ دنیا والے مفہوم سیاست میں پڑکر جادۂ سیاست حقہ سے ہٹ گئے تھے اور دینوی سیاستہ کو ایک ہی نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ کوئی رسالہ اس موضوع پر شائع کیا جائے جو دونوں سیاستوں میں توازن کی حیثیت سے حقیقی فرق ظاہر کردے۔ قیمت ار دفتر شیعہ مشن کراری ضلع الہ آباد سے طلب کریں (۳) انوار قمر:۔ یہ ۲ صفحہ کا رسالہ مولفہ جناب مولوی سید محمد محسن صاحب قمر فتحپوری معلم انسنۂ مشرقیہ گورنمنٹ ہائی اسکول گونڈا ہے جس میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے فضائل میں بہت دلچسپ قصیدے جمع کئے ہیں۔ اکثر قصیدے مولوی صاحب ممدوح ہی کے ہیں۔ کلام بہت لطیف اور شیریں ہے۔ مومنین ضرور طلب کریں کہ محفلوں کی زینت اس سے بڑھ جائیگی۔ اس رسالہ کی قیمت دوسرے قومی امور میں صرف ہوگی۔ اس وجہ سے اسکی خریداری سے دو طرح کا نفع حاصل ہوگا۔ اس پتے سے طلب کیجئے سکریٹری صاحب انجمن اتحاد المومنین نیا اماباڑہ گونڈا۔ قیمت صرف ۴ر

مولوی صاحب - لیجئے - اب آپ امام رازی ایسے محقق سے بھی لڑنے کے لئے آمادہ ہوگئیں - اللہ رے تیری شان -

ہدایت خاتون - میں لڑتی نہیں ہوں - تم ہی بتاؤ ما ننسخ کے بارے میں تو شاہ صاحب کہتے ہیں کہ فائدہ شرط دیتا ہے - تو یہ قول واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ کیا شرط کا فائدہ نہیں دیتا ہے؟ البتہ دوسری آیۃ یمحو اللہ ما یشاء کو شرط سے لگاؤ نہیں مگر صیغہ مضارع ہے - کیا معلوم کہ خدا کسی چیز کو محو کرے گا بھی - اس کا نتیجہ بھی وہی ہوا - غرض ان دونوں آیتوں سے بھی یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ قرآن مجید کی کوئی آیۃ بدل بھی گئی - یا اسکی کسی آیۃ کو خدا نے محو بھی کردیا - علاوہ بریں یمحو اللہ ما یشاء عام ہے جو خدا کے تکوینی امور کو بتاتا ہے - قرآن مجید کی آیات سے اس کو خاص تعلق نہیں ہے -

مولوی صاحب - ہاں قرآن شریف کے نسخ پر تو کوئی بھی اس آیۃ کو پیش نہیں کرتا - یہ بھی امام صاحب کی زبردستی معلوم ہوتی ہے کہ کھینچ تان کر اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں -

ہدایت خاتون - اور سنو قرآن مجید میں نسخ ہونے پر اتفاق بھی نہیں ہے - علامہ مذکور لکھتے ہیں اتفقوا علی وقوع النسخ فی القرآن وقال ابو مسلم بن بحر انہ لم یقع - واحتج الجمہور علی وقوعہ فی القرآن بوجوہ احدہا ہذہ الآیۃ وہی قولہ تعالیٰ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا - اجاب ابو مسلم عنہ من وجوہ - الاول ان المراد من الآیات المنسوخۃ ہی الشرائع التی فی الکتب القدیمۃ من التوراۃ والانجیل کالسبت والصلوٰۃ الی المشرق والمغرب مما وضعہ اللہ تعالیٰ عنا وتعبدنا بغیرہ فان الیہود والنصاریٰ کانوا یقولون لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم وابطل اللہ علیہم ذلک بہذہ الآیۃ - الوجہ الثانی المراد من النسخ نقلہ من اللوح المحفوظ وتحویلہ عنہ الی سائر الکتب وہو کما یقال نسخت الکتاب - الوجہ الثالث انا بیان ان ہذہ الآیۃ لا تدل علی وقوع النسخ بل علی انہ لو وقع النسخ لوقع الی خیر منہ - لوگوں کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید میں نسخ واقع ہوا مگر ابو مسلم بن بحر نے یہ کہا کہ نسخ واقع نہیں ہوا - جو لوگ کہتے ہیں کہ واقع ہوا ان کی دلیل کئی ہے - ایک تو یہی آیت ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا - مگر ابو مسلم نے اس دلیل کا جواب کئی طرح دیا ہے - ایک یہ کہ آیات منسوخہ سے وہ شریعتیں مراد ہیں جو پہلی کتابوں میں تھیں مثلاً توراۃ و انجیل کی جیسے سبت (شنبہ) کے دن کے احکام اور مشرق و مغرب کی طرف نماز جس کو

خدا نے ہم لوگوں سے منسوخ کر دیا۔ اور بغیر اسکے ہم لوگوں کی عبادت صحیح ہوتی ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ جو لوگ ہمارے دین کی پیروی نہ کریں انکے لئے اطمینان کی زندگی نہیں ہوسکتی پس خدا نے ان لوگوں پر ان احکام کو اسی آیۃ سے باطل کر دیا۔ دوسری طرح یہ کہ نسخ سے مراد حکم خدا کا لوح محفوظ سے نقل کرنا اور اس سے اتار کر باقی کتابوں میں درج کرنا ہے۔ اور وہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے کتاب لکھی۔ تیسری طرح یہ کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ آیۃ قرآن مجید میں نسخ واقع ہونے پر نہیں دلالت کرتی بلکہ یہ واضح کرتی ہے کہ اگر نسخ واقع ہوگا تو اس سے بہتر حکم کی طرف واقع ہوگا۔ ومن الناس من اجاب عن الاعتراض الاول بان الآیات اذا اطلقت فی المراد بها آیات القرآن لانه هو المعهود عندنا. وعن الثانی بان نقل القرآن من اللوح المحفوظ لا یختص ببعض القرآن وهذا النسخ مختص ببعضه ولقائل ان یقول علی الاول لانسلم ان لفظ الآیة مختص بالقرآن بل هو عام فی جمیع الدلائل۔ وعلی الثانی لانسلم ان النسخ المذکور فی الآیة مختص ببعض القرآن بل التقدیر واللہ اعلم ما ننسخ من اللوح المحفوظ فانا نأتی بعده بما هو خیر منه مگر ابو مسلم کے پہلے اعتراض کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ جس مقام پر لفظ آیات مطلق طور پر بولا جائے گا وہاں قرآن مجید کی آیات ہی مراد ہونگی کیونکہ ہمارے ذہن میں یہی رہتی ہیں۔ اور دوسرے کا جواب یہ کہ لوح محفوظ سے قرآن کا نقل کرنا بعض قرآن سے مخصوص نہیں ہے اور یہ نسخ بعض قرآن سے مخصوص ہے۔ (علامہ رازی اسکے بعد لکھتے ہیں) لیکن ان جوابوں کی رد میں کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ پہلے جواب کے متعلق یہ ہے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ آیۃ قرآن مجید کے لئے مخصوص ہے بلکہ یہ لفظ کل دلیلوں کے لئے بولا جاتا اور سب کے لئے عام ہے۔ اور دوسرے جواب کے متعلق یہ ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ نسخ جو اس آیۃ میں مذکور ہے وہ بعض قرآن ہی سے مخصوص ہے بلکہ اس کا مطلب واللہ اعلم یہ ہے کہ ہم لوح محفوظ سے جس چیز کو لکھتے ہیں تو اس کے بعد وہ چیز لاتے ہیں جو اس سے بہتر ہوتی ہے (تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۳۶۶) اور نسفی فرماتے ہیں اختلف المفسرون فی قوله تعالیٰ۔ ما ننسخ من آیة او ننسها فمنهم من فسر النسخ بالازالة ومنهم من فسره بالنسخ بمعنی نسخت الکتاب وهو قول عطاء وسعید بن المسیب۔ اس آیۃ ما ننسخ من آیة کی تفسیر میں مفسروں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے کسی آیۃ کا زائل کر دینا مراد ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ اس سے لکھنا مراد ہے۔ جیسے بولتے ہیں نسخت الکتاب یعنی

کتاب لکھی۔ اور اس بات کے قائل عطار و سعید بن المسیب ہیں۔ فاما من قال بالقول الثانی ما ننسخ من آیۃ ای ننسخ من اللوح المحفوظ او ننسأها نؤخرها او ماقرأء ة ننسها فالمعنی نترکها یعنی نترک نسخها فلا ننسخها۔ عطار و سعید بن المسیب وغیرہ کہتے ہیں کہ ما ننسخ من آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ جس حکم کو ہم لوح محفوظ سے لکھتے ہیں یا اس کو پیچھے کرتے ہیں۔ اور جو اس کو ننسہا پڑھتے ہیں ان کی بنا پر مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں یعنی اس کے لکھنے کو ترک کرتے ہیں (تفسیر کبیر جلد ا ص ۶۶۲)

مولوی صاحب۔ تم نے تو نسخ کے خلاف دلیلوں کا ڈھیر لگا دیا۔

ہدایت خاتون۔ مجھے کیوں کہتے ہو۔ یہ سب چیزیں تو تمہارے علماء ہی کی ہیں جن کو میں نے تمہاری ہی کتابوں سے پڑھ دیا۔

مولوی صاحب۔ جناب مولانا وحید الزماں خاں صاحب کی کتاب ہدیۃ المہدی کی عبارت نکالو کیونکہ مولانا ممدوح کی عبارت تم انوار اللغۃ سے پڑھ چکی ہو کہ "لکھا ہے" مگر منسوخ آیتیں اسی طرح منسوخ حدیثیں بہت تھوڑی ہیں جن کو ہم نے ہدیۃ المہدی میں بیان کر دیا ہے۔ ایک دن میں آدمی ان کو یاد کر سکتا ہے"۔

ہدایت خاتون (کتاب مذکور لاکر) سنو فرماتے ہیں:۔ فصل زعم المقلدة ان معرفة الناسخ والمسوخ عویصة مشکلة جدا (الی) وجعلوا تقلید المجتہدین۔ وانا اقول ان معرفة الناسخ والمسوخ یسیرة جدا۔ لان المنسوخ فی القرآن اثنان وعشرون آیة۔ واخرج الشیخ ولی الله منها سبع عشر آیة وبقیت خمس آیات ونحن نذکر ههنا الآیات المنسوخة والاحادیث المنسوخة تیسیرا لاصحاب الحدیث۔ اما الآیات فهی (۱) اینما تولوا فثم وجه الله (۲) کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت (۳) وکتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم (۴) وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین (۵) واتقوا الله حق تقاته (۶) وقل قتال فیه کبیر (۷) والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج (۸) وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به الله (۹) واذا حضر القسمة اولوا القربی الآیة (۱۰) والذین عقدت ایمانکم فآتوهم نصیبهم (۱۱) واللاتی یاتین الفاحشة من نسائکم الآیة۔ (۱۲) او آخران من غیرکم (۱۳) آیات الصفح والاعراض عن المشرکین وترک القتال معهم (۱۴) ان یکن منکم عشرون صابرون الآیة (۱۵) انفروا خفافا وثقالا (۱۶) الزانی لا ینکح

الا زانیة اومشرکة الآیة (۱۷) لایحل لک النساء من بعد (۱۸) وان فاتکم شئی من ازواجکم الآیة (۱۹) یاایھاالذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول الآیة (۲۰) قم اللیل الا قلیلا (۲۱) وآتوھم ما انفقوا (۲۲) یاایھاالذین آمنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم۔ فھذہ اثنان وعشرون آیة۔ وقد اختلف فی نسخ اکثرھا۔ وبقیت خمسة آیات ھی منسوخة بالاتفاق الاولی والتی یاتین الفاحشة من نساءکم فاستشھدوا علیھن اربعة منکم الآیة الثانیة کتب علیکم اذاحضر احدکم الموت الآ لثة۔ والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیة لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ الرابعة ان یکن منکم عشرون صابرون الخامسة اذاناجیتم الرسول۔ فمن حفظ ھذہ الخمس فقد حفظ منسوخات الکتاب۔ مقلدین (فرقہ حنفیہ وغیرہ) کاخیال ہے کہ ناسخ و منسوخ کی معرفت دشوار اور بہت مشکل ہے۔ اس وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کو مجتہدوں کی تقلید کرنا چاہئے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ناسخ و منسوخ کی معرفت بہت ہی آسان ہے اسلئے کہ قرآن مجید میں صرف ۲۲ آیتیں منسوخ ہیں۔ اور مولانا شیخ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ان سے سترہ آیتوں کو خارج کر دیا ہے تو پانچ آیتیں باقی رہیں۔ اور ہم اس جگہ ان آیات و احادیث کو ذکر کرتے ہیں جو منسوخ ہیں تاکہ فرقہ اہلحدیث کو ان کے جاننے میں آسانی ہو۔ آیات تو یہ ہیں (۱) جس طرف تم منہ کرو اوسی جانب خدا کا منہ ہوگا (پ ع ۱۴)

مولوی صاحب (بات کاٹ کر)۔ تم پھر شوخیاں کرنے لگیں۔ یہ ترجمہ تم نے اس لئے کیاہے کہ اللہ کا جسم ثابت کرو۔

ہدایت خاتون۔ تو اس سے تم چراغ پا کیوں ہوتے ہو؟ تم لوگوں نے تو خدا کے لئے ہاتھ پاؤں۔ منہ سب تجویز ہی کرلیا ہے۔

مولوی صاحب۔ خیر اسکی بحث گزرچکی۔ یہاں یہ ترجمہ کرو کہ جدہر تم منہ کرو ادہر ہی قبلہ ہے۔

ہدایت خاتون۔ خیر یوں ہی سہی۔ ترجمہ تو ختم کرنے دو (۲) دوسری آیۃ تم کو حکم دیا جاتا ہے جب کوئی تم میں سے مرنے لگے اگر کچھ مال چھوڑنے والا ہو (پ۲ ع ۶) (۳) تیسری آیۃ مسلمانو جیسے اگلے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا اسی طرح تم کو بھی روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے (پ۲ ع ۷)۔ سنتے ہو یہ آیۃ منسوخ کہی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہی تو ہوا کہ اس آیۃ سے روزے کے وجوب کا حکم اوٹھ گیا۔

مولوی صاحب ۔ خیر تم ترجمہ تو کر ڈالو۔ اپنا اعتراض حق ابھی محفوظ رکھو۔
ہدایت خاتون ۔ (۴) چوتھی آیۃ اور جن کو روزے کی طاقت نہیں ہے تو وہ ہر روزے کے بدل ایک محتاج کو کھانا دیں (پ ۲ ع ۷) (۵) پانچویں آیۃ مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا حق ہے اس سے ڈرنے کا (پ ۴ ع ۱۱)
مولوی صاحب ۔ لاحول ولاقوۃ ۔ اس آیۃ میں کیا ہے جو اسکو بھی منسوخ کر ڈالا۔
ہدایت خاتون ۔ مجھے تو ٹوکتے تھے کہ اعتراض کیوں کرتی جاتی ہو ۔ ترجمہ پورا کر ڈالو۔ پھر خود کیوں بیچ میں بول پڑے۔
مولوی صاحب ۔ کیا کہوں رہا نہیں جاتا ۔ اچھا دیکھو مولانا وحید الزماں خاں صاحب نے اس آیۃ کی تفسیر میں کیا لکھا ہے۔
ہدایت خاتون ۔ لکھتے ہیں "جیسا حق ہے ڈرنے کا یعنی جن کاموں کا اوس نے حکم دیا ہے، اُن کو بجالاؤ اور جن کاموں سے منع کیا ہے اُن سے باز رہو ۔ جب یہ آیۃ اُتری تو صحابہ بہت گھبرائے اور عرض کیا کہ یہ کس سے ہو سکتا ہے اس وقت یہ آیۃ اُتری فاتقوا اللہ ما استطعتم یعنی جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو ۔ اور یہ آیۃ منسوخ ہوگئی ۔ بعضوں نے کہا منسوخ نہیں ہے اور جیسا حق ہے ڈرنے کا اس سے یہ مراد ہے کہ اس کی راہ میں جہاد کرے ۔ اور شریعت کی بات میں کسی کی بدگوئی کا خوف نہ کرے (تفسیر وحیدی صہ ۹۲) مولانا صاحب ممدوح نے کسی طرح بات بنانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارا ہے۔
مولوی صاحب ۔ ٹھیک ہے یہ آیۃ منسوخ نہیں ہو سکتی۔
ہدایت خاتون ۔ (۶) چھٹی آیۃ یہ ہے تو کہ ماہ حرام میں لڑنا بڑا گناہ ہے (پ ۲ ع ۱۱) (۷) ساتویں آیۃ یہ ہے جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بی بیاں چھوڑ جائیں (یعنے مرنے لگیں) تو وہ اپنی بی بیوں کے لئے ایک سال تک کو ان کو نہ نکالنے کی اور خرچ دینے کی وصیت کر جائیں (پ ۲ ع ۱۵) (۸) آٹھویں آیۃ یہ ہے اور تم اپنے دل کی بات کھولو یا اُسکو چھپاؤ اللہ اس کا حساب تم سے لیگا (پ ۳ ع ۸) (۹) نویں آیۃ یہ ہے اور جب ترکہ بٹ رہا ہو اور وہ ناطے والے جنکو حصہ نہیں پہونچتا اور یتیم اور محتاج آجادیں کچھ ملنے کی امید میں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دو یعنی ترکہ بانٹنے سے پہلے تھوڑا بہت لیدان کے ساتھ بھی سلوک کر دو (پ ۴ ع ۱۲) (۱۰) دسویں آیۃ یہ ہے اور جن لوگوں سے تم نے قسمیں کھا کر قول کیا ان کو اپنا بھائی بنایا اُن کو ان کا حصہ دو (پ ۵

کوع ٢) (١١) گیارہویں آیۃ یہ ہے مسلمانو! تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو چار
مسلمان مردوں کی گواہی مانگو (پ ۴ ع ١۴) (١٢) بارہویں آیۃ یہ ہے اگر تم سفر میں ہو اور وہاں
موت کی مصیبت آلگے تو غیر ہی دو شخص سہی (پ ٧ ع ۴) (١٣) مشرکین سے بے توجہی کرنے
اور ان کو معاف کر دینے اور ان سے لڑائی چھوڑ دینے کی سب آیتیں بھی منسوخ ہو گئیں۔
(١۴) چودھویں آیۃ یہ ہے اگر تم مسلمانوں میں سے بیس صبر کرنے والے شخص ہوں (پ ١٠ ع ۵)
(١۵) پندرھویں آیۃ یہ ہے مسلمانو! ہلکے ہو یا بھاری نکل کھڑے ہو اور اللہ کی راہ میں اپنی جان
اور مال سے جہاد کرو (پ ١٠ ع ١٢) (١٦) سولہویں آیۃ بدکار مرد بدکار یا مشرکہ عورت سے ہی
نکاح کرے گا (پ ١٨ ع ٧) (١٧) سترہویں آیۃ اے پیغمبر اب سے تجھکو اور عورتیں حلال نہیں
اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بدل دوسری بی بیاں کرنے گو ان کی صورت تجھکو بھلی لگے (پ ٢٢
ع ۴) (١٨) اٹھارہویں آیۃ اور اگر تمہاری کوئی عورت اسلام سے پھر کر کافروں میں جا ملے الخ (پ ٢٨ ع ٨)
(١٩) انیسویں یہ آیۃ مسلمانو! جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنا چاہو تو کان میں بات کہنے سے
پہلے کچھ خیرات سامنے دھر لیا کرو (پ ٢٨ ع ٢) (٢٠) بیسویں آیۃ اے کپڑا لپیٹنے والے ساری
رات نماز میں کھڑا رہ مگر تھوڑی رات (پ ٢٩ ع ١۴) (٢١) اکیسویں آیۃ اور کافروں نے جو ان
عورتوں پر خرچ کیا ہو (مہر) وہ ان کو دے دو (پ ٢٨ ع ٨) (٢٢) بائیسویں آیۃ مسلمانو! تمہارے غلام
لونڈی اور جو لڑکے لڑکیاں تم میں سے ابھی جوان نہیں ہوئے وہ تین وقتوں میں تمہارے
پاس آنے کی اجازت لیا کریں (پ ١٨ ع ١۴)۔ یہ سب بائیس آیتیں ہوئیں گو یا نہیں۔ اور پانچ
باقی رہ گئیں جو باتفاق منسوخ ہیں (١) پہلی آیۃ یہ کہ تمہاری عورتوں سے جو بدکاری کریں تو چار
مسلمان مردوں کی گواہی مانگو (پ ۴ ع ١۴) (٢) دوسری یہ آیۃ تم کو حکم دیا جاتا ہے جب کوئی
تم میں سے مرنے لگے اگر کچھ مال چھوڑنے والا ہو (پ ٢ ع ٦) (٣) تیسری یہ آیۃ اور جو لوگ
تم میں سے مر جائیں اور بی بیاں چھوڑ جائیں۔ یعنی مرنے لگیں تو وہ اپنی بی بیوں کے لئے ایک
سال تک اُن کو نہ نکالنے کی اور خرچ دینے کی وصیت کر جائیں (پ ٢ ع ١۵) (۴) چوتھی یہ
آیۃ اگر تم مسلمانوں میں سے بیس صبر کرنے والے شخص ہوں (پ ١٠ ع ۵) (۵) پانچویں یہ آیۃ
مسلمانو! جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہنا چاہو تو پہلے کچھ خیرات سامنے دھر لیا کرو (پ ٢٨
ع ٢)۔ غرض جو شخص ان پانچ آیتوں کو یاد کریگا اوسکو قرآن مجید کی کل منسوخ آیتیں یاد
ہو جائیں گی۔ اور اُن سب پر وہ ضرور حاوی ہو جائے گا

مولوی صاحب - مولانا ممدوح نے یہ بڑا احسان کیا کہ سب آیتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا اور تم نے بھی کمال کیا کہ ہر آیۃ کا پتا بتا دی گئیں کہ کس پارہ اور کس رکوع میں ہے۔

ہدایت خاتون - مگر اس سے فائدہ کیا حاصل ہوا؟ یہ بھی تو بتا دو۔ اس کے بعد جس کی چاہو تعریف کرو۔

مولوی صاحب - واہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ اسی سے یقین ہو گیا کہ قرآن شریف کی صرف اس قدر آیتیں منسوخ ہوئیں اور باقی سب غیر منسوخ ہیں۔

ہدایت خاتون - اس سے تو تحریف قرآن کی اور زبردست تصدیق ہو گئی۔

مولوی صاحب - واہ - وہ کس طرح؟

ہدایت خاتون - مولوی صاحب نے بتا دیا کہ قرآن مجید میں منسوخ آیتیں موجود ہیں یعنی جو آیتیں منسوخ ہو گئی ہیں وہ منسوخ ہونے کی وجہ سے قرآن مجید سے نکال نہیں دی گئیں بلکہ اس میں لکھی جاتی اور پڑھی جاتی اور قرآن مجید کا جزو سمجھی جاتی ہیں۔ اور اُن میں قرآن مجید کی باقی غیر منسوخ آیات میں کوئی فرق نہیں ظاہر کیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب - تو اس سے کون انکار کرتا ہے۔ مگر اس سے تحریف کیسے ثابت ہو گئی؟

ہدایت خاتون - اس طرح کہ قرآن مجید کی وہ آیتیں جو اس میں نہیں موجود ہیں۔ اور تمہاری حدیث۔ تفسیر وغیرہ کی کتابوں (مثلاً اتقان - درمنثور - کنز العمال وغیرہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن مجید میں پہلے تھیں۔ ان کے بارے میں شیعہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے نکال دیا یا اُن سے چھوٹ گئیں۔ اور تم لوگ کہتے ہو کہ نہیں وہ نہ نکال دی گئیں اور نہ صحابہ سے چھوٹ گئیں بلکہ وہ سب منسوخ ہو گئیں۔ اس سبب سے قرآن مجید میں نہیں لکھی گئیں۔ گویا تم لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان آیتوں کا قرآن مجید میں نہ لکھا جانا اسکی دلیل ہے کہ وہ منسوخ ہو گئیں۔ یا یوں کہو کہ ان آیتوں کے منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ قرآن مجید میں نہیں لکھی گئیں۔ پس دوسری کتابوں کے بیان کے مطابق جو آیتیں قرآن مجید میں پہلے تھیں اور اب نہیں ہیں وہ بھی قرآن مجید میں رہ سکتی تھیں۔ مگر صحابہ نے ان کو یا نکال دیا یا ان سے وہ سب چھوٹ گئیں۔ غرض ان کا قرآن مجید میں درج نہ ہونا اسکی دلیل نہیں ہو سکتا کہ وہ ضرور منسوخ ہی ہو گئیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں تو اب بھی منسوخ آیتیں موجود ہیں۔ اب بتاؤ کہ تمہارے صحابہ کرام اور علماء اعلام کی تحقیق سے جو ہزاروں آیتیں پہلے قرآن مجید میں تھیں اور اب ان کا قرآن مجید میں پتا نہیں ملتا وہ کیا ہو گئیں

اگر کہو کہ منسوخ ہوگئیں تو جس طرح مذکورہ بالا بائیس آیتیں باوجود منسوخ ہوجانے کے اب بھی قرآن مجید میں موجود ہیں۔ برابر اس میں لکھی جاتی ہیں۔ سب لوگ انہیں پڑھتے ہیں۔ حافظ حضرات ان سب کو بھی یاد کرتے ہیں اور مفسرین ان کی تفسیر بھی اسی طرح لکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ ہزاروں آیتیں بھی قرآن مجید میں کیوں نہیں لکھی گئیں؟

مولوی صاحب ۔ یہ تو تم نے بڑا مشکل اعتراض کیا۔ واقعاً جب یہ ۲۲ آیتیں اب بھی موجود ہیں تو ان سب کو بھی رہنا چاہیے تھا۔

ہدایت خاتون ۔ بس اب تو تم کو بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ہزاروں آیتیں جو اب قرآن مجید میں نہیں ہیں قرآن مجید سے بغیر منسوخ ہونے ہی غائب ہوگئیں۔ ساقط ہوگئیں۔ کم ہوگئیں۔ گم ہوگئیں۔ چھوڑ گئیں۔ غرض جو لفظ چاہو اختیار کرو مگر نتیجہ یہی ہے کہ ان کل آیات کے نہ ملنے سے تحریف قرآن کا ثبوت تمہارے ہاں مکمل موجود ہے جس سے تم لوگ کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ نسخ کا حیلہ کرنے سے تم لوگوں کو کوئی فائدہ ہوگا۔

مولوی صاحب ۔ کیا کہوں۔ میں تو بہوت بور ہا ہوں۔ میں نے اس مسئلہ کو تمہارے مذہب کے بطلان کی سب سے زبردست دلیل سمجھا تھا۔ لیکن اس میں بھی تم نے مجھے عاجز کر دیا۔ اس بحث کا نتیجہ تو میں دیکھتا ہوں کہ میرے لیے بہت خراب نکلے گا۔ کیا مجھے اسلام ہی سے ہاتھ دھونا پڑے گا؟

ہدایت خاتون ۔ خدا نہ کرے ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اسلام سے ہاتھ دھو کر کس دین کو اختیار کر سکتے ہو۔ ابھی تو سنی شیعہ کی بحث ہے۔ اس کو طے کر لو تو خود ہی تم پر حقیقت کا نور چمکنے لگے گا۔

مولوی صاحب ۔ مگر ایک بات ذہن میں آتی ہے کہ ہو سکتا ہے وہ ہزاروں منسوخ ہوگئی ہوں اور ان کو لوگوں نے بے ضرورت ہونے کی وجہ سے درج نہیں کیا ہو۔

ہدایت خاتون ۔ پھر ان ۲۲ آیتوں کو بھی درج نہ کرتے کیونکہ جب یہ بھی منسوخ ہوگئی ہیں تو یہ بھی بے ضرورت ہیں۔ جو حکم اور انجام ان آیتوں کا مانو گے وہی ان سب کا بھی ماننا پڑے گا۔

مولوی صاحب ۔ یہ چونکہ ۲۲ تھیں اس وجہ سے درج کر دی گئیں۔ اور وہ چونکہ بہت زیادہ تھیں اس وجہ سے نہیں لکھی گئیں۔

ہدایت خاتون ۔ مگر یہی ۲۲ کیوں لکھی گئیں۔ انھیں ہزاروں سے ۲۲ کیوں نہ لکھی گئیں؟ ترجیح بلا مرجح

تو محال ہے۔

مولوی صاحب۔ تم تو کسیطرح میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑتیں۔ یا کسی طرح مجھے بچنے ہی نہیں دیتیں جو راہ چلتا ہوں اس میں کانٹے بچھا دیتی ہو جب ۲۲ آیتوں کا لینا مقصود تھا تو انھیں کو لے لیا اس میں کیا مضائقہ ہے

ہدایت خاتون۔ تم کو یاد ہوگا کہ شروع بحث میں لہ اتقان جلد ۱ صہ ۷۲ سے حضرت عمر کی یہ روایت بیان کر چکی ہوں کہ ممدوح فرماتے تھے قرآن مجید میں دس لاکھ ستائیس ہزار حروف ہیں۔

مولوی صاحب۔ ہاں۔ اس کو تو خود میں نے بھی اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔

ہدایت خاتون۔ اور تم لوگ نسخ کی دلیل یہ آیۃ پیش کرتے ہو ماننسخ من آیۃ اوننسھا نات بخیر منھا اومثلھا۔ ہم جو آیۃ منسوخ کر دیتے یا بھلا دیتے ہیں تو اوس سے بہتر یا ویسی ہی دوسری آیۃ لے آتے ہیں (پ ا ع ۱۳)

مولوی صاحب۔ ہاں اس میں عذر نہیں کہ نسخ کی زبردست دلیل یہی آیۃ ہے۔

ہدایت خاتون۔ تو اب بتاؤ کہ مذکورہ بالا روایت کے مطابق دس لاکھ ستائیس ہزار سے جو کئی لاکھ آیتیں غائب ہیں۔ اور جن کے بارے میں تم لوگ دعوے کرتے ہو کہ وہ سب منسوخ ہوگئیں۔ خدا نے اپنے وعدے کے مطابق ان آیتوں کے بارے میں کیا کیا۔

مولوی صاحب۔ کیا کیا ہ بس منسوخ کر دیا۔ نسخ کے بعد اور چاہئے کیا۔

ہدایت خاتون۔ مگر خدا نے اپنا اصول یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ جس آیۃ کو منسوخ کرتا ہے اس سے بہتر یا اس کے مثل آیۃ لا دیتا ہے۔ تو اس کا فرض تھا کہ دس لاکھ ستائیس ہزار حروف سے جس قدر حروف اب غائب یا ساقط ہیں ان سب سے بہتر (یعنی ان سے ضابطے میں زیادہ یا احکام میں زیادہ مناسب) لا دیتا یا ان کے مثل ہی لا دیتا۔ غرضکہ پھر قرآن مجید کی آیتوں کو دس لاکھ ستائیس ہزار سے بھی زیادہ یا کم از کم اتنا ہی ہونا چاہئے تھا۔ لیکن قرآن مجید میں ان منسوخ شدہ آیتوں سے بہتر یا ان کے مثل کا کہیں بھی پتا نہیں ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ یا تو خدا جھوٹ

لہ دیکھو جوہر قرآن صفحہ ۲۵۳

ہوتا ہے یادہ کئی لاکھ آیتیں جو اب اس میں بھی موجود نہیں ہیں منسوخ نہیں ہوئیں بلکہ قرآن مجید کا جزو ہی تھیں۔ اور وہ سب اس سے نکل کر قرآن مجید کو ناقص یا تحریف شدہ بنا گئیں۔ آج تک دنیا میں جس قدر قرآن مجید کے نسخے موجود ہیں سب کو اچھی طرح دیکھ جاؤ۔ ایک ایک حرف گن جاؤ مگر کسی میں بھی کسی طرح دس لاکھ ستائیس ہزار حروف نہیں ملیں گے۔ اس سے جس قدر کم بھی تم مانو گے اس پر میرا یہی سوال ہوگا کہ باقی آیتیں کیا ہوئیں۔ اگر منسوخ ہوگئیں تو الٰہی وعدہ کے مطابق ان سے بہتر یا ان کے مثل پھر آجانا چاہیئے تھا جس کے بعد قرآن مجید کے حروف کی تعداد دس لاکھ ستائیس ہزار سے زیادہ یا کم از کم اسی قدر ہوتی۔ موجودہ قرآنوں میں کل ۲۶۷۰۵۲ حروف ہیں اور حضرت عمر کی روایت کے مطابق اس کے کل حروف ۱۰۲۷۰۰۰ تھے اس طرح (۷۵۹۹۴۸) سات لاکھ انسٹھ ہزار نو سو اڑتالیس حروفِ قرآن مجید سے دنیا محروم ہوگئی

مولوی صاحب۔ جب قرآن مجید بھی توراۃ و انجیل کی طرح ناقص اور تحریف شدہ ہی ہے تو مسلمانوں کا اس دین پر باقی رہنا عبث ہے۔ ہم لوگوں کو عیسائی یا آریہ ہوجانا چاہیئے۔

ہدایت خاتون۔ ہرگز نہیں۔ اگر مذہب شیعہ اختیار کرلوگے تو نہ اسلام سے نکلنے کی ضرورت ہوگی نہ قرآن مجید سے علیحدہ ہونے کی۔ نہ عیسائی ہونے کی۔ نہ آریہ بننے کی۔

تیرہواں باب ۱۳

حافظ عبدالصمد صاحب کی خطرناک علالت

ابھی مذکورہ بالا بحث یہیں تک پہونچنے پائی تھی کہ دونوں کو ایک شدید تردد میں مبتلا ہوجانا پڑا۔ ہدایت خاتون کے نانا جناب حافظ عبدالصمد صاحب حج کرنے کے لئے گئے تھے۔ وہاں سے مشرف ہوکر پلٹے تو سخت بیمار ہوکر مکان پہونچے۔ اعزہ نے دیکھا تو ان کو گویا پہچان نہ سکے بہت ضعیف و لاغر ہوگئے تھے۔ حیدرآباد پہونچنے کے بعد مختلف حکیموں اور ڈاکٹروں کا علاج ہونے لگا مگر مرض بڑھتا ہی گیا اور کسی طرح افاقہ کی صورت نظر نہیں آئی۔ علاج کے ساتھ دعا تعویذ۔ جھاڑ۔ پھونک۔ نذر۔ منت کا سلسلہ بھی جاری ہوا لیکن سب بے کار۔ تب دوسرے شہروں کے بڑے بڑے اولیاء اور پیر بلائے جانے لگے اور چونکہ گھر خوش حال تھا اس لئے بے دریغ روپیہ خرچ کیا گیا۔ لیکن حالت روز بروز خراب ہوتی گئی۔ اب تو اعزہ سب کے

سب بدحواس ہو گئے۔ اور اُن کو ممدوح کی زندگی سے مایوسی نظر آنے لگی۔ ہدایت خاتون بھی بہت پریشان تھیں۔ وہ ان کے نانا بھی تھے اور گویا باپ بھی کہ بیچاری انہیں کی گود میں پلی اور انھیں کے گھر ابتدائی زندگی بسر کی تھی۔ ان کے اضطراب کی حالت بیان کرنا دشوار ہے۔ دوسروں کے ساتھ یہ بھی دعا اور تضرع وزاری میں مشغول رہتی اور ہمہ وقت نانا کی خدمت ہی میں بسر کرتی تھیں۔ اپنے طور پر دعائیں اور حاجت کی نمازیں بھی پڑھتی رہتیں۔

جب ہر شخص کی تدبیریں ختم ہو چکیں اور کسی طرح حافظ صاحب کو صحت نہیں ہوئی بلکہ اب وہ چند ہی دنوں کے مہمان معلوم ہونے لگے تو ایک شب کو ہدایت خاتون نے اپنے ننہال کے رشتہ داروں سے کہا "آپ لوگ مجھے رافضی مذہب کی کہتے ہیں۔ اس وجہ سے میں بغیر آپ لوگوں کی اجازت کے کچھ کر نہیں سکتی۔ میں دیکھتی ہوں کہ نانا جان کی حالت روز بروز بگڑتی جاتی ہے اور کوئی علاج کوئی دوا۔ کوئی تعویذ۔ کوئی عمل کارگر نہیں ہوتا ہے بس اگر آپ لوگ کہیں تو میں اپنے مذہبی اعمال کے مطابق نانا جان کو کچھ چیزیں پلاؤں"۔ اس پر بعض لوگوں نے پوچھا "مذہبی اعمال کے مطابق کون چیز پلاؤ گی"۔

ہدایت خاتون۔ میرے مذہب میں ہے کہ قرآن مجید کی بعض سوروں کو لکھ کر اگر بیمار کو پلایا جائے تو خدا اسے اس کو صحت حاصل ہونے کی قوی امید پیدا ہو جاتی ہے۔

اس پر ان لوگوں نے جواب دیا "تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ قرآن شریف ہماری کتاب بھی ہے اور تمہاری بھی۔ کچھ بٹی ہوئی تھوڑی ہی ہے۔ تم شوق سے پلاؤ۔ کسی طرح اُن کو صحت بھی تو ہو"۔

دوسرے دن صبح کو ہدایت خاتون نے ایک چینی کی پلیٹ کو خوب پاک پانی سے دھو کر زعفران سے ایک سورہ اس پر لکھا۔ پھر اس لکھے ہوئے کو دھو کر حافظ صاحب کو پلا دیا۔ اسی طرح وہ سات روز تک یہ عمل کرتی رہیں۔ اس کا اثر کہو یا خدا کی قدرت کا کرشمہ کہ اب حافظ صاحب کو صحت ہونے لگی اور کچھ دنوں میں وہ بالکل اچھے ہو گئے۔ گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تمام اعزہ و اقربہ کو اطمینان ہو گیا۔ اور حافظ صاحب کو گویا نئی زندگی نصیب ہوئی۔ اس کے بعد حکیموں نے قوت کی دوائیں کھلانی شروع کیں۔ جس سے رفتہ رفتہ ان کا ضعف بھی زائل ہو گیا۔ اور وہ باہر بھی نکلنے لگے۔ جب وہ غسل صحت کر چکے اور انکی طرف سے سب کو پورا اطمینان ہو گیا تو ہدایت خاتون

بھی اپنے گھر واپس آئیں۔

چودھواں باب ۱۴

قرآن مجید کے ساتھ سنیوں اور شیعوں کا برتاؤ

جب کسی مسئلہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو ذہن اسی طرف معروف رہتا ہے لیکن جب کسی غیر معمولی وجہ سے وہ سلسلہ رُک جاتا ہے تو جلد اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ مولوی صاحب اور ہدایت خاتون تحریف قرآن پر بہلوری توۃ آزمائی کر رہے تھے کہ دفعتہً حافظ صاحب کی علالت سے اسے چھوڑنا پڑا اور جب اس کا ذکر رُکا تو بہت دنوں تک موقوف ہی رہا۔ حافظ صاحب کی صحت کے بعد جب ہدایت خاتون اپنے گھر آئیں تو یہاں بھی کافی مدت تک وہ علمی سلسلہ رُکا ہی رہا اور جب آپس میں باتیں ہوتیں بھی تو کبھی ڈاکٹری علاج۔ کبھی یونانی علاج کے بارے میں اور کبھی تعویذ۔ دعا۔ جھاڑ۔ پھونک کے متعلق۔ انھیں باتوں میں ایک روز مولوی صاحب نے ہدایت خاتون کی اس دعا کا ذکر چھیڑا جسے لکھکر اونھوں نے حافظ صاحب کو پلایا تھا اور حسب ذیل باتیں ہونے لگیں۔

مولوی صاحب ۔ مگر تم نے کون عمل کیا تھا کہ ایک چینی کی پلیٹ پر کچھ لکھکر ان کو پلایا۔

ہدایت خاتون ۔ کچھ نہیں سورہ الحمد کو زعفران سے لکھ کر پھر اسے دھو کر میں ناناجان کو پلاتی رہی۔ کوئی انوکھا نسخہ نہیں تھا۔

مولوی صاحب ۔ تم کو یہ کس نے بتایا۔ معلوم ہوتا تھا کہ تمہاری اس تدبیر نے جادو کا کام کیا۔

ہدایت خاتون ۔ جب میں چھ سات سال کی تھی تو میں بھی اسی طرح سخت بیمار ہوگئی تھی۔ اباجان نے خود بھی بہت علاج کیا اور دوسرے حکیموں ڈاکٹروں کا علاج بھی کرتے رہے۔ آخر میں دوا کے ساتھ اونھوں نے یہ عمل بھی کیا تھا۔ جب میں بفضلہ تعالے اچھی ہوگئی تو اباجان مرحوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیا تھا تو فرمایا تھا کہ سورہ الحمد کو زعفران سے لکھ لکھ کر پلاتے رہے جس کے بعد میری صحت کے آثار شروع ہوگئے اور رفتہ رفتہ میں اچھی ہوگئی۔

مولوی صاحب ۔ تم تو میری حیرانی کے اسباب اور زیادہ کرتی جاتی ہو۔ میں تو بچپن سے سنتا رہا کہ تم لوگ اپنی ہر مصیبت۔ ہر پریشانی۔ ہر تردد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کو پکارتی۔

انہیں کو مشکل کشا سمجھتی اور انہیں سے اپنی حاجتیں طلب کرتی ہو۔ بات بات پر یا علی کہنا تم لوگوں کا شیوہ اور ہر مشکل پڑنا مشکل کشا مشکل حل کیجئے کہنا تم لوگوں کا دستور ہے۔ تم لوگوں کو نہ اللہ سے واسطہ نہ رسول سے نہ قرآن شریف سے۔ کہنے کو قرآن شریف کو اپنی کتاب کہتی ہو اور نماز میں پڑھ لیتی ہو مگر عملی طور پر تم لوگوں کو قرآن شریف سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

ہدایت خاتون۔ جی مشہور کر دینے کے لئے تو جو شخص جس کو چاہے جس طرح بدنام کر دے۔ لیکن اس سے اصلیت تو چھپ نہیں سکتی۔ قرآن مجید پر ہم لوگوں کا عمل ایسا ہے کہ تم لوگوں کے بزرگوں کا بھی ویسا نہیں رہا ہوگا۔ زیادہ زبان نہ کھلواؤ۔

مولوی صاحب۔ اچھا کوئی کتاب دکھا سکتی ہو جس میں قرآن مجید سے توسل اور استمداد دعا وغیرہ کا کام لینا تمہارے مذہب میں بھی مرقوم ہے۔

ہدایت خاتون۔ ایک دو کتابیں ہیں۔ میرے مذہب کی عربی۔ فارسی۔ اردو ہر زبان کی مذہبی کتابوں میں یہ باتیں بھری ہوئی ہیں بڑی بڑی کتابوں میں بھی جو علماء کے مطالعہ میں رہتی ہیں اور چھوٹی کتابوں میں بھی جو کم پڑھے لکھے مردوں عورتوں اور زیادہ تر بچوں کے استعمال میں رہتی ہیں۔

مولوی صاحب۔ اچھا تم کوئی چھوٹی ہی کتاب دکھا دو جو لڑکیوں کے پڑھنے لکھنے میں رہتی

ہدایت خاتون (اٹھ کر گئیں اور ایک کتاب لا کر بولیں) دیکھو یہ زاد المعاد ہے جس میں دعائیں۔ وظیفے اعمال وغیرہ درج ہیں۔ اس میں ایک مستقل بیان ہی اسی مضمون کے متعلق ہے اس میں مرقوم ہے "بیان خواص سورہائے قرآنی۔ کتاب مجمع الحسنات میں مصباح کفعمی سے نقل کیا ہے کہ سورہ فاتحہ یعنی سورہ الحمد پڑھنے سے تمام بیماریوں سے شفا ہوتی ہے اور جس کو کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ اگر اس سورہ کو کوئی شخص پاک برتن پر لکھے اور بارش کے پانی سے اسے دھووے اور مریض اُس پانی سے اپنے منہ کو دھووے تو اس کو انشاء اللہ ...

اسی طرح سورہ بقرہ۔ سورہ آل عمران سے آخر قرآن مجید تک متعدد سورتوں کے خواص بیان ہیں۔ جو اس مختصر کتاب میں بھی صفحہ ۳۶۹ سے شروع ہو کر صفحہ ۴۹۲ پر ختم ہوئے ہیں۔ ... یہ امر خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہے کہ ہم لوگ قرآن مجید کی اتنی عزت کرتے ہیں اس کو خدا کا ذریعہ جانتے ہیں۔ اس کو پاک بدن سے چھوتے ہیں۔ اس کے مس کرنے کے لئے وضو واجب

جانتے ہیں۔ اس کے لکھنے کے لئے پاک پانی یا آب نیساں یا زعفران تجویز کرتے ہیں۔ چنانچہ اوسی زاد العابدین میں دیکھو لکھا ہے "پاک برتن پر لکھے" ص۳۶۹۔ سورہ آل عمران کے بارے میں لکھا ہے "زعفران اور گلاب سے لکھے" ص۳۷۰۔ سورہ نساء کے بارے میں لکھا ہے "پاک اور نئے برتن پر لکھے اور بارش کے پانی سے اوس کو دھوئے" ص۳۷۰۔ سورہ اعراف کے بارے میں لکھا ہے "زعفران و گلاب سے لکھے" ص۳۷۰۔ سورہ یونس کے بارے میں لکھا ہے "سفال کے پاک اور نئے برتن پر لکھے" ص۳۷۲۔ سورہ الحجر کے بارے میں لکھا ہے "زعفران سے لکھے" ص۳۷۳۔ سورہ مریم کے بارے میں لکھا ہے "جو شخص شیشے کے پاک برتن پر لکھے اور گھر میں رکھے" ص۳۷۴۔ سورہ احقاف کے بارے میں لکھا ہے "جو شخص کاغذ پر لکھے اور آب زمزم سے دھو کر پئے" ص۳۷۹۔ سورہ حشر کے بارے میں مرقوم ہے "جو شخص شیشے کے جام پر لکھ کر اور بارش کے پانی سے دھو کر پئے" ص۳۸۱۔ سورہ نساء کے بارے میں لکھا ہے "جو شخص پوست آہو پر زعفران و گلاب سے لکھ کر گلے میں لٹکائے" ص۳۸۱۔ سورہ قدر کے بارے میں لکھا ہے "زعفران سے لکھے" ص۳۸۷

مولوی صاحب - بس کرو۔ کہاں تک زعفران اور گلاب کا نام لیتی رہو گی۔ معلوم ہوا کہ تم لوگ قرآن شریف کی بڑی عزت کرتی ہو۔

ہدایت خاتون - اسکے مقابلہ میں تم لوگوں کا جو برتاؤ قرآن مجید کے ساتھ ہے اوس کے بیان کرنے میں مجھے بھی شرم آتی ہے۔

مولوی صاحب - کیا خوب۔ میرے ہاں اس سے کون سا بُرا برتاؤ کیا گیا یا کیا جاتا ہے؟

ہدایت خاتون - یہ بتاؤ اگر تم کسی جگہ گئے ہو اور میں تم کو وہاں کوئی خط بھیجوں مگر اس خط کو تمہارا کوئی دوست جلا دے تو تم کیا کہو گے۔

مولوی صاحب - میں تو اس کے خون کا پیاسا ہو جاؤں گا۔ وہ میرا دوست کیوں ہوگا۔ میرا بدترین دشمن سمجھا جائے گا۔

ہدایت خاتون - اور اگر تمہارے مسودہ کی کتاب کو کوئی شخص جلا دے تب۔

مولوی صاحب - پھر تو دنیا میری آنکھوں میں اندھیری ہو جائیگی اس سے برا میرے خیال میں کوئی بھی نہیں ہوگا۔

ہدایت خاتون - اگر قسم کھا کر کہو کہ انصاف کے مطابق جواب دو گے تو اب میں ایک سوال کروں

مولوی صاحب - قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ جو پوچھنا ہو پوچھو۔ مجھے معلوم ہوگا تو ضرور

ہی جواب دونگا۔

ہدایت خاتون۔ یہ بتاؤ کہ جو شخص بخاری شریف یا مشکوۃ شریف کو جلا دے اوس کو کیا کہوگے

مولوی صاحب۔ اوس کا دشمنِ اسلام ہونا یقینی ہو جائیگا۔ وہ یقیناً یا عیسائی ہوگا۔ یا آریہ یا اور کوئی مخالفِ اسلام۔ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

ہدایت خاتون۔ اور اگر کوئی شخص قرآن مجید ہی کو جلا دے جس کا درجہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق تمام دنیا کی کتابوں سے بڑھا ہوا ہے تب ؟

مولوی صاحب۔ چپ۔ بالکل خاموش ہو گئے۔

ہدایت خاتون (کچھ دیر تک جواب کا انتظار کرنے کے بعد بولیں) جواب کیوں نہیں دیتے کہ جو شخص قرآن مجید کو جلا دے اوسے کیا کہوگے یا کہنا چاہیئے۔

مولوی صاحب (بہت دیر پر) کیا کہوں تم نے کیسے موقع پر مجھے گرفتار کیا۔ پہلے مجھ سے بخاری شریف وغیرہ کے جلانے کا اقرار لینے کے بعد تم نے یہ رد ّ ا رکھ دیا۔

ہدایت خاتون۔ اللہ اکبر! کہنے کو تو حضرت رسول خداصلعم کے خلیفہ ثالث اور انھوں نے قرآن مجید ہی کو جلا ڈالا۔ اور وہ بھی ایک دو قرآن مجید نہیں بلکہ نہ معلوم کس کثرت سے قرآن مجید کے نسخوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا (مشکوۃ شریف فصل ۳ صفحہ ۱۹۳ فضائل قرآن)۔ کوئی غیر مسلم شخص اگر آج قرآن کو جلائے تو سب مسلمان اوسکی بوٹیاں کاٹ ڈالیں۔ مگر حضرت عثمان کے اس فعل پر کوئی بھی کچھ نہیں بولتا۔

مولوی صاحب۔ مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان قرآنوں کو اس وجہ سے جلوا دیا کہ ان کے رہنے سے اختلاف رہتا۔ کچھ لوگ کوئی قرآن پڑھتے۔ اور کچھ کوئی قرآن۔ تو حضرت ممدوح نے مسلمانوں پر یہ احسان عظیم کیا کہ ان سب کو تلف کر کے اختلاف کا دروازہ ہی بند کر دیا۔

ہدایت خاتون۔ مگر کیا جلانے کے سوائے کوئی صورت نہیں تھی جس سے ان قرآنوں کو غائب کر دیتے؟

مولوی صاحب۔ اور کون صورت ہو سکتی تھی؟ اس سے تمام اختلافی نسخے ختم ہو گئے۔

ہدایت خاتون۔ کیا زمین میں گڈھے کھود کر ان سب کو دفن نہیں کر دے سکتے تھے؟

مولوی صاحب۔ اس سے کیا فائدہ ہوتا۔ جلا دینا اور دفن کر دینا برابر ہی ہے۔

ہدایت خاتون۔ معاذ اللہ کیا کہتے ہو۔ اگر دونوں برابر ہوں تو ہم لوگوں کا اپنے مردہ عزیز کو

... دفن کرنے کے جلاڈالنا بھی معقول ہوگا۔ انصاف سے بتاؤ اگر خدا کا حکم دفن کے لئے ... انسانوں کی دلی جذبات کے مطابق ہمارا اپنے کسی مردہ عزیز کا دفن کرنا بہتر ہوتا یا اس کا ... ؟

مولوی صاحب۔ نہیں۔ جلاڈالنا تو بہت سخت ہے۔ اور اگر تمہارے ہندو بھائی اپنے مُردوں کو جلاتے ہیں۔ مگر وہ مذہبی حکم کے سبب سے ایسا کرتے ہیں۔ دل تو گوارا نہیں کرتا کہ اپنے عزیز کے مردہ جسم میں آگ لگائی جائے۔ اسی وجہ سے اسلام نے جو دین فطرۃ ہے مُردوں کو ... کے بجائے دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہدایت خاتون۔ اب سچ بتاؤ کہ جب کسی مسلمان کا دل اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے مردہ ... کو جلائے بلکہ اس کا دفن کرنا گوارا کرتا ہے تو حضرت عثمان کے دل نے کیسے اس کو گوارا کیا کہ خدا کے کلام کو ... جلاڈالیں۔ اور دفن کرکے اس اختلاف کو نہیں مٹایا۔

مولوی صاحب۔ مگر انکی غرض تو یہی تھی کہ اس سے اختلاف رفع ہوجائیگا۔ ایک ہی قرآن باقی رہیگا۔

ہدایت خاتون۔ اگر کسی مسلمان کے پاس چار یا پانچ عدد قرآن مجید اتنے پرانے ہوگئے ہوں کہ ... کی جلد ... ہو سکے ... وہ پڑھے جاسکیں تو ان کا جلاڈالنا بہتر ہوگا یا زمین میں دفن ... یا دریا میں ڈال دینا۔

مولوی صاحب۔ انصاف تو یہی ہے کہ جلاڈالنے کی اب کوئی اجازت نہیں دے سکتا کہ اس سے ... کی سخت توہین ثابت ہوگی۔

ہدایت خاتون۔ اگر اس وقت کوئی آریہ یا عیسائی قرآن مجید کے ایک یا چند نسخوں کو زمین میں دفن کردے یا دریا میں ڈال دے تو تمہارے دل پر کیا اثر ہوگا۔ یا عام مسلمان ... اس فعل کو کیا قرار دیں گے؟

مولوی صاحب۔ کچھ نہیں کہیں گے کہ جب اس کے ہاتھ میں تھا تو چاہے وہ اپنے مکان میں رکھے۔ چاہے زمین میں گاڑ دے۔ چاہے دریا میں ڈال دے۔ سب برابر ہے۔ ہاں اگر زمین ... کسی نجس جگہ ڈال دے گا تو معلوم ہوگا کہ وہ اسکی توہین کررہا ہے اس وجہ سے مسلمانوں میں ضرور جوش پیدا ہوگا۔

ہدایت خاتون۔ اب اگر کوئی آریہ یا عیسائی قرآن مجید کو جلائے تب تم یا دوسرے مسلمانوں کی کیا حالت

ہو گی؟
مولوی صاحب ۔ اُف ۔ تب تو خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ اس جگہ فساد ہو جائیگا۔ حکام بدحواس ہو جائیں گے ۔
ہدایت خاتون ۔ اللہ اکبر! آج اگر عیسائی یا آریہ قرآن مجید کو جلائیں تو اس پر مسلمانوں کے غیظ و غضب کی یہ حالت ہو لیکن حضرت عثمان غنی نے اتنے قرآنوں کو جلا ڈالا تو مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی ۔ لطف یہ کہ بعض صحابہ نے اپنا قرآن مجید حضرت ممدوح کو جلانے کے لئے نہیں دیا تو ان کی سخت سزائیں بھی کی گئیں۔
مولوی صاحب ۔ اس سے تمہارا اشارہ کن صحابہ کرام کی طرف ہے ۔
ہدایت خاتون ۔ علامہ ابن واضح وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآن مجید کو جمع کیا اور اوسکی ترتیب اس طرح رکھی کہ بڑی سورتوں کو بڑی ہی سورتوں کے ساتھ اور چھوٹی سورتوں کو چھوٹی کے ساتھ جمع کیا اور ہر مقام پر فرمان بھیجکر وہاں سے قرآن منگوا کر اکٹھا کیا۔ اسکے بعد گرم پانی اور سرکے سے اُن سب کو دھلوا ڈالا اور بقول بعض اُن سب کو جلا دیا۔ چنانچہ سوا ے مصحف ابن مسعود کے جو اُن کے پاس کوفہ میں تھا اور کوئی مصحف باقی نہ رہا۔ عبداللہ بن عامر عامل کوفہ نے ابن مسعود سے اُن کا مصحف طلب کیا تو اونھوں نے دینے سے انکار کیا۔ یہ خبر سنکر حضرت عثمان نے کوفہ کے عامل کو لکھا کہ ابن مسعود کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو چنانچہ عامل نے ایسا ہی کیا۔ جب عبداللہ ابن مسعود مدینہ حاضر ہو کر مسجد میں پہونچے تو حضرت عثمان خطبہ دینے میں مشغول تھے ۔ ابن مسعود کو دیکھکر کہنے لگے انہ قد قدمت علیکم دابۃ سوء ۔ دیکھو یہ کمبخت جانور آگیا ۔ اس پر ابن مسعود نے بھی حضرت عثمان سے سخت کلامی کی ۔ تب حضرت عثمان کے حکم سے لوگوں نے ابن مسعود کی ٹانگ پکڑ کر ایسا گھسیٹا کہ ان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں (تاریخ یعقوبی ص)
مولوی صاحب ۔ یہ بہت ہی نامناسب بات تھی ۔ انھوں نے اپنا قرآن شریف نہیں دیا تو اتنی سزا کوئی پسند نہیں کر سکتا۔
ہدایت خاتون ۔ حضرت عثمان کے اس کارنامہ کی پیشین گوئی بھی حضرت رسولخدا صلعم نے فرمادی تھی ۔ علامہ علی متقی وغیرہ نے لکھا ہے عن حذیفۃ قال لتعملن بعمل بنی اسرائیل

فلا يكون فيهم شئ الا كان فيكم مثله - فقال رجل يكون فينا قردة وخنازير -
قال وما يبريك من ذلك لا ام لك قالوا حدثنا يا ابا عبد الله - قال لو حدثتكم
لافترقتم على ثلث فرق فرقة تقاتلني وفرقة لا تنصرني - وفرقة تكذبني - اما
اني ساحدثكم ولا اقول قال رسول الله ارأيتكم لو حدثتكم انكم تاخذون كتابكم فتحرقونه وتلقونه
في الحشوش صدقتموني - قالوا سبحان الله ويكون هذا - قال ارأيتكم لو حدثتكم
انكم تكسرون قبلتكم قالوا سبحان الله ويكون هذا - قال ارأيتكم لو حدثتكم
ان امكم تخرج في فرقة من المسلمين وتقاتلكم صدقتموني قالوا سبحان الله ويكون هذا

حضرت حذیفہ صحابی رسول ﷺ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ یقیناً تم لوگ بھی وہی عمل کروگے جو تمہارے قبل بنی اسرائیل کا تھا کہ کوئی بات ایسی نہیں ہوگی جو ان لوگوں میں ہوئی ہو اور اس کو تم لوگ نہ کرو۔ ایک شخص بولا جس طرح قوم بنی اسرائیل کے کچھ لوگ سور اور بندر کی صورت پر مسخ ہوگئے تھے اسی طرح ہم لوگوں میں بھی بندر اور سور ہوں گے، حذیفہ نے کہا تمہاری ماں نہ رہے وہ کیا چیز ہے جو تم کو اس سے بری رکھتی ہے؟ لوگوں نے کہا اے حذیفہ ہم لوگوں سے کچھ حدیثیں بیان کیجئے۔ انھوں نے جواب دیا اگر میں حدیثیں بیان کرنا شروع کردوں تو تم لوگ تین فرقے ہو جاؤ گے۔ ایک مجھ سے لڑنے لگے گا۔ دوسرا میری مدد سے باز رہے گا۔ اور تیسرا مجھے جھوٹا کہنے لگیگا خیر میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں۔ مگر یہ نہیں کہتا کہ حضرت رسول خدا نے ارشاد فرمایا (اس لیے کہ اگر ایسا کہوں پھر کوئی شخص اسکی تکذیب کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور اس کا قتل واجب ہوگا)۔ تم کیا سمجھتے ہو اگر میں تم سے یہ حدیث بیان کروں کہ تم لوگ اپنی کتاب (قرآن مجید) کو لوگے اور اوسکو جلا ڈالوگے اور اس کو مزبلوں پر پھینک دوگے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کروگے۔ سب نے کہا سبحان اللہ کیا ایسا بھی ہوگا؟ پھر حذیفہ نے کہا تم کیا خیال کرتے ہو اگر میں تم کو خبر دوں کہ تم لوگ اپنے قبلہ کو توڑ دوگے؟ سب نے کہا سبحان اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ پھر حذیفہ نے کہا تمہاری کیا رائے ہے اگر میں تم سے بیان کروں کہ تمہاری ماں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ خروج کریگی اور تم لوگوں سے لڑائی ٹھان دیگی تو کیا تم لوگ میری تصدیق کروگے؟ سب نے کہا سبحان اللہ کیا یہ بھی ہونے والا ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۸۶)

مولوی صاحب - یہ روایۃ تو تمہارے بڑے مطلب کی ہاتھ آگئی۔

ہدایت خاتون۔ وہ ماں کون تھیں جو مسلمانوں سے لڑیں۔

مولوی صاحب۔ اس طرح چٹکی لینے کی کیا ضرورت ہے۔ واضح ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑی تھیں۔

ہدایت خاتون۔ یہ بھی خوب [illegible] ہے کہ حضرت عثمان نے [illegible] کو تو جلوایا لیکن توراۃ کی آپ نے اس قدر عزت کی کہ اس کا ترجمہ عربی زبان میں ہو گیا جیسا کہ علامہ ابن قتیبہ دینوری نے لکھا ہے [illegible] التوراۃ التی [illegible] اللہ علی موسے وکتب بیدہ عز وجل الحکیم [illegible] المظلوم [illegible] یعنی میں اس امر کو توراۃ میں پاتا ہوں جسے خدا نے [illegible] عبرانی زبان میں نازل کیا اور میں کو ہمارے مظلوم شہید خلیفہ عثمان [illegible] لکھا ہے [illegible] یہ اسی وجہ سے حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تابعین کے متعلق عجیب قسم کی پیشین گوئی کردی تھی۔ عن حذیفہ انہ قال قال رسول اللہ [illegible] الدجال یتبعہ من کان یحب عثمان۔ جناب حذیفہ صحابی رسول بیان کرتے تھے کہ جب دجال خروج کرے گا تو اس کی پیروی وہ لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھتے ہوں گے (ذہبی)۔

مولوی صاحب۔ خیر یہ زائد باتیں ہیں۔ قرآن مجید کے ساتھ ہم لوگوں نے ادب کیا ہے جس کو تم نے اس شد و مد سے بیان کیا ہے۔

ہدایت خاتون۔ میں کہاں تک بیان کروں تمہارے آئمہ و خلفاء رسول و امیرالمومنین کا برتاؤ پڑھتی ہوں صاحب۔ خاندان بنی امیہ کے [illegible] خلیفہ [illegible] عبدالملک نے قرآن کے ساتھ کیا کیا۔ علامہ دمیری نے لکھا ہے [illegible] فتبرک علیہما [illegible] فقالت [illegible] مراقب الناس [illegible] طبع واستفتحوا وخاب کل جبار [illegible] یصرخ بالنشاب [illegible] دیکھا اس کی کیا [illegible] لڑکی [illegible] کے پاس بیٹھی ہوئی تھی ولید [illegible] اوس [illegible] کی [illegible]

نے جواب میں ایک شعر پڑھ دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کی ملامت کی پروا کرتا ہے وہ غم و اندوہ میں مرجاتا ہے۔ اور جو شخص دلیر ہوتا ہے وہ لذت زندگانی حاصل کرتا ہے۔ اسی خلیفہ رسول نے ایک روز قرآن مجید کو لے کر کھولا تو پہلے ہی صفحہ پر سب سے پہلے یہ آیۃ نظر پڑی۔ واستفتحوا وخاب کل جبار عنید۔ اور انھوں نے فتح مانگی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک گھمنڈ والا ضدی تباہ ہوا (پ ۱۳ ع ۱۵) یہ دیکھکر ولید کو خدا اور قرآن پر ایسا غصہ آیا کہ اوس نے کہا تو مجھ کو دھمکاتا ہے؟ یہ کہکر قرآن مجید کو بند کر دیا اور اوس پر تیروں کی بوچھار شروع کر دی یہاں تک کہ اوسکو چھلنی اور ملکڑے ٹکڑے کرڈالا (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۳۵۷)

مولوی صاحب۔ معاذ اللہ ایسے شخص کو کون صاحب عقل خلیفہ رسول کہہ سکتا ہے۔

ہدایت خاتون۔ تمہارے کل پیشوایان دین نے ان کو بھی اسی طرح خلیفۂ رسول جانا ہے جس طرح حضرت عثمان و معویہ کو۔ جن کی اطاعۃ تم لوگ ضروری جانتے ہو۔

مولوی صاحب۔ کیا کہوں کچھ بولا نہیں جاتا۔ میں تو پاگل ہو رہا ہوں۔

ہدایت خاتون۔ اور سنو تم لوگوں نے قرآن مجید کے نسخوں کو نیزوں پر باندھا (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۶) قرآن مجید کو تخت کے نیچے رکھکر بکری کے بچے کو کھلا دیا (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۵) حضرت عثمان و عائشہ نے قرآن کو غلط بتایا (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۵)۔ تمہارے مذہب میں جن کو امام اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے انھوں نے قرآن مجید کو سور کے خون سے لکھنے کا فتوے دیا ہے۔ تمہارے امام تلمسانی کا قول ہے کہ قرآن تو تمام تر شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ تم لوگ قرآن مجید کو صرف خون ہی سے نہیں بلکہ پیشاب سے لکھنا بھی جائز جانتے ہو۔ اور سنو۔ قرآن کو اُلٹ کر بھی شائع کر دیا گیا۔ چنانچہ ایک اخبار میں یہ خبر شایع ہوئی ہے " دی قرآن۔ جی۔ اے۔ اصغر اینڈ کمپنی پبلشرز الہ آباد نے دو ضخیم مجلد جلدوں میں قرآن مجید اصل عربی متن مع انگریزی ترجمہ کے شائع کیا ہے جسکی جلد اول کے قریباً آٹھ سو صفحے ہیں۔ اور جلد دوم کے قریباً گیارہ سو صفحے ہیں۔ ہر صفحہ میں اوپر پانچ سطریں عربی ٹائپ میں مع اعراب کے آیات قرآنی درج ہیں۔ اور نیچے آیات کے نمبر دیکر ہر آیت کا ایک الگ انگریزی ترجمہ تحت لفظ دیا گیا ہے۔ ایک بالکل نرالی بات اس ایڈیشن میں کیگئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی مقررہ ترتیب کی بجائے سورتوں کو پہلے مکی اور مدنی کے لحاظ سے دو جلدوں میں اور پھر تاریخی اعتبار سے مقدم و موخر کر دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں خصوصاً

عیسائیوں وغیرہ کو یہ اعتراض نہ پیدا ہو کہ مضامین کیوں پس وپیش پائے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں اور آپ کی منشاء کے مطابق ہوئی ہے۔ اس لئے ہمیں تسلیم کر لینا چاہیئے کہ وہ ہم سے بہتر ترتیب قرآن کو سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ ہم لوگ چونکہ شروع سے ایک ہی ترتیب دیکھنے کے عادی ہیں۔ اسلئے ہر شخص قدرتاً اسی ترتیب میں ترجمہ کو دیکھنا چاہتا ہے مگر خیر یہ خفیف سی بات ہے۔ کیونکہ دونوں جلدوں کے شروع میں سورتوں کی فہرستیں اصل ترتیب کے مطابق نمبر دے کر بھی دی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ یعنی پہلی سورہ صفحہ ۱۵۴ پر درج ہے" دپیسہ اخبار لاہور مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۲ء)

مولوی صاحب ۔ کیا کیا جدتیں کی جاتی ہیں۔ یہ بھی پیسہ کمانے کا ایک ڈھنگ ہے کہ نئی چیز سمجھکر لوگ طلب کریں گے اور اس کی پرواہ نہیں کہ اس سے مذہب میں کتنی خرابی پیدا ہو گی۔ مگر تم نے پہلے جو کہا کہ امام اعظم صاحب نے قرآن مجید کو خون سے لکھنے کا فتوےٰ دیا ہے۔ بلکہ پیشاب سے لکھنا بھی جائز ہے کس کتاب میں ہے۔ اور امام تلمسانی کا قول کس کتاب میں ہے

ہدایت خاتون ۔ ایک دو کتاب میں ہے۔ لکھا ہے کہ جس کی نکسیر اتنی بہ نکلے کہ خون بند نہ ہو تو اس خون سے پیشانی پر قرآن مجید لکھے تو جائز ہے۔ اگر پیشاب سے قرآن کو لکھے تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر مردار کی کھال پر قرآن مجید لکھے تو جائز ہے۔ دیکھو درمختار شرح درمختار جلد اول صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ دہلی۔ وفتاوے عالمگیری چھاپہ دہلی جلد ۵ صفحہ ۱۳۴۔ و فتاوے سراجیہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۴ و فتاوے قاضی خاں مطبوعہ نولکشور صفحہ ۷۸۰ وغیرہ۔ اور امام تلمسانی کا قول منہاج السنۃ علامہ ابن تیمیہ میں موجود ہے۔

مولوی صاحب ۔ تو اب اس کے سوائے چارہ کار نہیں کہ میں دین اسلام ہی سے الگ ہو جاؤں۔

ہدایت خاتون ۔ مذاق کرتے ہو۔ یا غصہ میں یہ بات تمہارے منہ سے نکلی ہے؟

مولوی صاحب ۔ نہ مذاق ہے نہ غصہ۔ واقعہ ہے کہ جب قرآن شریف ہی پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گیا تو اب اور کونسی چیز قائم رہنا باقی رہ گئی ہے۔

ہدایت خاتون ۔ مگر تمہارے مذہب کے مطابق تو [illegible]

کہ اسلام صرف تمہارے مذہب میں دائر نہیں ہے۔

پندرہواں باب ۱۵

کیا شیعوں کے قول کے مطابق بھی قرآن مجید میں تحریف ہوئی؟

مولوی صاحب۔ اسلام صرف میرے مذہب میں دائر تو نہیں ہے لیکن اسلام میں یہی دو بڑے مذہب ہیں سنی اور شیعہ۔ سو اور سنیوں کے ہاں سے اس میں تحریف ہونے کی اتنی دلیلیں تم نے پیش کر دیں جن کا نہ جواب ممکن ہے نہ کوئی قابل قبول تاویل۔ رہے شیعہ تو وہ کہتے ہی ہیں کہ قرآن شریف میں تحریف ہوئی اُن کا تو اس پر اجماع ہے۔

ہدایت خاتون۔ واہ کس شیعہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں تحریف ہونے پر اجماع ہے؟

مولوی صاحب۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تم لوگوں کا معتقد تحریف ہونا تو آفتاب سے بادہ روشن ہے۔ تمہارے پیشوایانِ دین سے ایک شخص بھی اس کا قائل نہیں ملے گا کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی۔

ہدایت خاتون۔ سبحان اللہ کیسی زبردست بات کرتے ہو۔ تم لوگ تو ہماری کتابیں دیکھتے ہی نہیں۔ اپنے دل سے کوئی بات ایجاد کرتے ہو اور اسی کا ہر کہ دمہ ڈھنڈھورا پیٹنا شروع کر دیتا ہے۔ کسی عالم۔ کسی محقق کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ ہم لوگوں کے متعلق جو وہ سنتا ہے اس کو کسی کتاب میں تلاش تو کرے یا کسی عالم سے دریافت بھی تو کر لے۔

مولوی صاحب۔ تم اب بدیہیات کا بھی انکار کرنے لگیں؟ اس سے کام نہیں چل سکتا۔

ہدایت خاتون۔ ماشاء اللہ۔ ایسے مسئلہ کو بدیہی کہہ دینا بھی تمہارے علم و فضل کی کافی دلیل ہے۔ ذرہ بدیہی کی تعریف تو کرو۔

مولوی صاحب۔ بدیہی وہ بات ہوتی ہے جس میں کسی دلیل کی ضرورت نہ ہو۔

ہدایت خاتون۔ تو ہم لوگوں پر تم لوگ جو یہ الزام قائم کرتے ہو اس کی دلیل کی ضرورت نہیں ہے؟

مولوی صاحب۔ کیا تم کسی شیعہ کا قول دکھا سکتی ہو کہ وہ تحریف کا اعتقاد نہیں رکھتا۔

ہدایت خاتون۔ کتنے شخصوں بلکہ کتنے عالموں۔ مجتہدوں اور محققوں کے قول سنو گے؟

مولوی صاحب۔ بس رہنے بھی دو۔ یہ فقرے کسی اور کو دینا۔

ہدایت خاتون - خیر پیشن نو (۱) ہمارے مشہور اور بڑے پیشوا حضرت علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے شیعوں کے اعتقادات میں ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی ہے جس کا نام ہی رسالہ اعتقادات ہے اور جس میں ان کل عقائد کو جمع فرمادیا ہے جو تمام دنیا کے شیعوں میں مسلم ہیں۔ آپ ممدوح نے تحریر فرمایا ہے اعتقادنا ان القرأن الذی انزله الله تعالے علے نبیه محمد صلعم هو ما بین الدفتین وهو ما فی ایدی الناس لیس باکثر من ذلک ومبلغ سوره عند الناس مائة واربع عشر سورة وعندنا ان الضحی والم نشرح سورة واحدة ولایلاف والم تر کیف سورة واحدة - ومن نسب الینا انا نقول انه اکثر من ذلک فهو کاذب۔

ہم شیعوں کا اعتقاد یہ بھی ہے کہ وہ قرآن جس کو خدا نے اپنے نبی حضرت محمد صلعم پر نازل کیا تھا وہی ہے جو اس وقت دو دفتیوں کے درمیان میں موجود اور لوگوں میں رائج ہے۔ اس سے زائد نہیں ہے نہ اس سے زیادہ تھا۔ اور اس کے کل سورے لوگوں کے خیال میں ۱۱۴ ہیں۔ اور ہمارے خیال میں سورہ والضحی اور سورہ الم نشرح ایک ہی سورہ ہے اور لایلاف والم تر کیف بھی ایک ہی ہے۔ اور جو لوگ ہم لوگوں کی طرف یہ نسبت دیں کہ ہم قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ تھا وہ جھوٹے ہیں (رسالہ اعتقادات صدوق علیہ الرحمہ مطبوعہ ایران ص۲۹) (۲) علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے اما الزیادة فیه فمجمع علے بطلانه واما النقصان فیه فقد روی جماعة من اصحابنا وقوم من حشویة العامة ان فی القرأن تغیرا ونقصانا والصحیح من مذهب اصحابنا خلافه وهو الذی نصره المرتضٰی قدس الله روحه واستوفی الکلام فیه غایة الاستیفاء ... ان العلم بصحة نقل القرأن کالعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع العظام والکتب المشهورة واشعار العرب .. فکیف یجوز ان یکون مغیرا او منقوصا۔

قرآن مجید میں زیادتی کے بارے میں تو اجماع ہے کہ ہرگز نہیں ہوئی۔ رہا کمی کا مسئلہ تو فرقہ ہمارے بعض شیعوں نے اور فرقہ حشویہ کے عوام سے کچھ فردوں نے روایت کی ہے کہ قرآن مجید میں کچھ تغیر ہو گیا ہے اور اس کی کچھ آیتیں کم ہو گئی ہیں۔ لیکن ہمارے مذہب (شیعہ) کا صحیح عقیدہ اس کے خلاف ہے یعنی قرآن مجید میں کمی بھی واقع نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضرت سید مرتضٰی علم الہدیٰ علیہ الرحمہ نے بھی اسی اعتقاد کو درست کہا ہے۔ اور اس بحث میں پورا کلام کمال تفصیل و شرح و بسط سے

کیا ہے ... کیونکہ قرآن کی صحۃ نقل کا علم مثل اوس علم کے ہے جو ہم لوگوں کو شہروں۔ بڑے حادثوں۔ عظیم الشان واقعات مشہور کتابوں اور عربی اشعار کا ہوتا ہے ... تو کیونکر ممکن ہے کہ اس میں تغیر یا وہ ناقص ہوگیا ہو (تفسیر مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۵) پھر لکھا ہے وذکر ایضا رضی اللہ عنہ ان القرآن کان علی عہد رسول اللہ مجموعا مؤلفا علی ماھو علیہ الآن واستدل علی ذلک بان القرآن کان یدرس ویحفظ جمیعہ فی ذلک الزمان حتی عین علی جماعۃ من الصحابۃ فی حفظھم لہ وانہ کان یعرض علی النبیؐ ویتلی علیہ وان جماعۃ من الصحابۃ مثل عبد اللہ بن مسعود وابی بن کعب وغیرھما ختموا القرآن علی النبی صلعم عدۃ ختمات۔ وکل ذلک یدل بادنی تامل علی انہ کان مجموعا مرتبا غیر مبتور ولا مبثوث وذکر ان من خالف فی ذلک من الامامیۃ والحشویۃ لایعتد بخلافھم۔ فان الخلاف فی ذلک مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث نقلوا اخبارا ضعیفۃ ظنوا صحتھا لایرجع بمثلھا عن المعلوم المقطوع علی صحتہ۔ یعنی قرآن مجید تو حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ میں ہی اسی عنوان پر جمع کرلیا اور تالیف دے دیا گیا تھا جس طرح وہ اب ہے اور اس دعوے پر اس بات سے استدلال کیا گیا ہے کہ اوس زمانہ میں قرآن مجید کا باقاعدہ درس ہوتا تھا اور پورا قرآن حفظ کیا جاتا تھا اور صحابہ کی ایک خاص جماعۃ قرآن مجید کے یاد کرانے کے کام پر مقرر کی گئی تھی اور یہ قرآن حضرت رسولخدا صلعم پر پیش کیا جاتا اور حضرتؐ کے سامنے صحابہ اسے پڑھکر سناتے تھے۔ اور صحابہ کی ایک جماعۃ مثلاً عبداللہ بن مسعود وابی بن کعب وغیرہ نے تو حضرت رسولخدا صلعم کے سامنے اس کو کئی بار ختم کیا تھا۔ یہ کل باتیں ادنیٰ تامل سے اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ قرآن مجید مجموع اور مرتب تھا نہ ناقص تھا نہ پراگندہ۔ اور ذکر کیا ہے کہ اس عقیدہ میں امامیہ وحشویہ سے جو لوگ مخالف ہیں ان کے اختلاف کا لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف اصحاب حدیث سے اس جماعۃ کی طرف منسوب ہے جنھوں نے ضعیف حدیثیں نقل کی ہیں اور ان کی صحت کا گمان کیا ہے۔ حالانکہ ضعیف حدیثوں کی بنیاد پر کسی صحیح اور یقینی الثبوت امر کو بدلا نہیں جاسکتا ہے (تفسیر مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۵) (۳) علامہ مرزا ابوالقاسم علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے اختلفوا فی وقوع التحریف والنقصان فی القرآن وعدمہ فعن اکثر الاخبار ییین انہ وقع فیہ التحریف والزیادۃ

والنقصان وهو الظاهر من الكلينى وشيخه على ابن ابراهيم القمى والشيخ احمد بن ابى طالب الطبرسى صاحب الاحتجاج - وعن السيد والصدوق والمحقق الطبرسى و جمهور المجتهدين عدمه یعنی اس میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید میں تحریف یا نقصان واقع ہوا یا نہیں - اکثر اخبار ین سے منقول ہے کہ اس میں تحریف و زیادتی و نقصان واقع ہوا اور یہی رائے جناب شیخ کلینی اور ان کے شیخ علی ابن ابراہیم قمی اور شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی صاحب احتجاج کی بھی ظاہر ہوئی ہے مگر جناب سید مرتضی علم الہدے - جناب شیخ صدوق - جناب محقق طبرسی اور جمہور مجتہدین شیعہ کی تحقیق ہے کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی ہے (قوانین الاصول مطبوعہ ایران جلد ۱ باب ۶ بحث کتاب ص۳۱۵ ، (۴) اور جناب علامہ ملا فتح اللہ کاشانی طاب ثراہ نے لکھا ہے - قرآن مصئون است و محفوظ از زیادت و نقصان - اما عدم زیادت مجمع علیہ علماء امت است - و اما عدم نقصان - جمعے از اصحاب ما وحشویہ عامہ بر آنند کہ در قرآن تغیر و نقصان ہست وصحیح در مذہب ، خلاف این است و علم الہدے در مسائل طرابلسیات استیفاء این مبحث کردہ و تنقیح آں نمودہ و از آں جملہ آوردہ کہ علم بصحت نقل قرآن ہم چو علم است بلدان و حوادث کبار و وقائع عظام و کتب مشہورہ و اشعار مسطورہ یعنی ہمچناں کہ شبہ نیست در وجود بلدان و حوادث و وقائع عظیمہ و کتب و اشعار مشہورہ معروفہ ہمچنیں خفاے نیست در آں کہ قرآن ہماں طریق ست کہ از نزد خدا بسید انبیاء نازل گشتہ بدون شوب زیادت و نقص - عنایات و دواعی متوافر است برنقل و حراست آں چہ قرآن معجزہ نبوی است و ماخذ علوم شریعۃ و احکام دینیہ - قرآں مجید زیادتی اور کمی سے محفوظ و مصئون ہے - زیادتی کے بارے میں تو علمائے شیعہ کا اجماع ہے کہ ہرگز نہیں ہوئی (یعنی اس میں کوئی حرف خدا کے سوائے کسی کا نہیں ہے) کمی کے بارے میں البتہ بعض فردوں اور فرقہ حشویہ کے عوام کا خیال ہے کہ واقع ہوئی یعنی قرآن مجید میں کچھ تغیر اور کچھ نقصان ہوا ہے - مگر ہمارے مذہب میں صحیح قول اس کے خلاف ہے (کچھ کمی بھی نہیں ہوئی) چنانچہ جناب سید مرتضے علم الہدے علیہ الرحمہ نے اس بحث میں پوری تفصیل و تحقیق و تنقیح کر دی ہے - جو دلیلیں اس دعوے پر پیش کی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی صحۃ نقل کا علم ایسا ہی ہے جیسا شہروں بڑے حادثوں عظیم الشان واقعات مشہور کتابوں اور عجیب اشعار کا علم و یقین ہے - اسی طرح اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ قرآن مجید جس طرح خدا کے پاس سے حضرت سید انبیاء صلعم پر نازل ہوا تھا اوسی طرح اب بھی موجود ہے اس میں ذرہ برابر بھی

زیادتی یا کمی کا شائبہ نہیں ہے۔ غرض قرآن کے محفوظ اور صحیح و کامل رہنے کی دلیلیں اور قرائن بہت کثرت سے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ قرآن مجید ہمارے پیغمبر صلعم کا معجزہ اور علوم شرعیۃ و احکام دینیہ کا ماخذ ہے (تفسیر منہج الصادقین جلد ا مقدمہ کتاب صہ۵ مطبوعہ ایران)

(۵) اور علامہ شیخ الطائفہ محمد بن الحسن طوسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اما الکلام فی زیادتہ و نقصانہ فمما لایلیق بہ لان الزیادۃ فیہ مجمع علی بطلانھا۔ والنقصان منہ فالظاہر ایضا من مذھب المسلمین خلافہ یعنی قرآن مجید کی زیادتی اور کمی کے بارے میں گفتگو کرنا کسی طرح مناسب ہی نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی زیادتی کے باطل ہونے پر تو اجماع قائم ہے۔ رہا کمی کا واقع ہونا تو اس میں بھی ظاہر یہ ہے کہ شیعوں کا مذہب قطعاً اسکے خلاف ہے دھو الالیق بالصحیح من مذھبنا وھو الذی نصرہ المرتضیٰؒ وھو الظاہر فی الروایات غیرانہ رویت روایات کثیرۃ من جھۃ الخاصۃ والعامۃ بنقصان کثیر من آئ من القرآن ونقل شیٔ منہ من موضع الی موضع طریقھا الاحاد التی لا یوجب علما فالاولے الاعراض عنھا وترک التشاغل بھا لانہ یمکن تاویلھا ولو صحت لما کان ذلک طعنا علے ما ھو موجود بین الدفتین، فان ذلک معلوم صحتہ لا یعترضہ احد من الامۃ ولا یدفعہ وروایاتنا متناصرۃ بالحث علے قراءتہ والتمسک بما فیہ ورد ما یرد من اختلاف الاخبار فی الفروع الیہ وعرضھا علیہ فما وافقہ عمل علیہ وما خالفہ یجتنب ولم یلتفت الیہ۔ وقد ورد عن النبی صلے اللہ علیہ وآلہ روایۃ لا یدفعھا احد انہ قال انی مخلف فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی وانھما لن یفترقا حتے یردا علے الحوض وھذا یدل علے انہ موجود فی کل عصر لانہ لا یجوز ان یامرنا بالتمسک بما لا نقدر علے التمسک بہ کما ان اھل البیت ومن یجب اتباع قولہ حاصل فی کل وقت۔ واذا کان الموجود بیننا مجمعا علے صحتہ فینبغی ان نتشاغل بتفسیرہ وبیان معانیہ وترک ماسواہ۔ یعنی یہی بات (کہ قرآن مجید میں نہ کمی ہوئی نہ زیادتی) ہمارے مذہب صحیح کے مناسب بھی ہے اور اسی عقیدہ کی تائید جناب سید مرتضےٰ علم الہدےٰ نے بھی فرمائی ہے اور حدیثوں میں بھی یہی بات ظاہر ہے۔ ہاں بعض روایتیں خاصہ وعامہ کے ہاں ایسی بھی ملتی ہیں جن سے قرآن مجید میں کچھ آیتوں کی کمی یا ایک جگہ سے دوسرے مقام پر کسی آیۃ کا درج ہو جانا

ثابت ہوتا ہے لیکن وہ روایتیں بہ طریق احاد مروی ہیں جن کے ذریعہ سے علم قطعی نہیں حاصل ہوتا پس انسب یہ ہے کہ ان روایتوں کی طرف توجہ نہ کی جائے اور ان کے ساتھ اشتغال ترک کر دیا جائے کیونکہ ایسی روایتوں کی تاویل بھی ممکن ہے۔ لیکن اگر ہم ان کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تو جو قرآن موجود ہے اس کا قرآن نہ ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جو قرآن اس وقت دونوں فریقوں کے درمیان موجود ہے اس کا صحیح ہونا اس درجہ یقینی ہے کہ اس پر امت رسولؐ سے کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا اور نہ اس سے انکار کر سکتا ہے۔ چنانچہ ہمارے مذہب کی روایتیں اس باب میں ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں کہ اس قرآن مجید کی تلاوت کی جائے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے تمسک کیا جائے۔ اور جو خبریں فروع میں وارد ہوئی ہیں ان کو قرآن کی طرف رد کیا جائے یا اور وہ سب قرآن مجید ہی پر منطبق کی جائیں اگر وہ اس قرآن کے مطابق ہوں تو ان پر عمل کیا جائے اور اگر قرآن کے خلاف ہوں تو چھوڑ دی جائیں اور ان سے اجتناب کیا جائے۔ اور روایۃ مسلمہ بین الفریقین (سنی و شیعہ) میں جس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا یہ امر وارد ہوا ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے بیان فرمایا کہ اے مسلمانو! میں تم لوگوں میں اپنے بعد دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب۔ دوسری میری عترت۔ جب تک تم ان دونوں سے تمسک کرتے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں بھی آپس میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگی جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہ ہوں۔ یہ مبارک اور مہتم بالشان حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ قرآن مجید ہر زمانہ میں موجود ہے اور رہیگا کیونکہ یہ امر جائز نہیں ہے کہ ہم پر اس چیز سے تمسک کرنا واجب کیا جائے جس پر ہم قادر ہی نہ ہوں۔ اس لئے دونوں قرآن واجب التمسک ہوگا جو موجود ہے اور ہمارے ہاتھوں میں رہ گیا ہے جس طرح سے معصوم اور وہ شخص جس کے قول کا اتباع کیا جائیگا۔ ہر زمانہ میں موجود ہے اور جب وہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے اسکی صحت پر اجماع ہے تو ہمارے لئے یہی امر لائق و زیبا ہے کہ ہم اسکی تفسیر بیان معانی میں مشغول ہوں (کتاب التبیان)

مولوی صاحب ۔ یہ تو تم نے بڑی دلچسپ اور مفید عبارت پڑھ دی تمہارے ان مجتہد صاحب نے تو پوری توضیح سے کل باتوں کو حل کر دیا۔ بے شک اب تو اس کا موقع ہی نہیں۔ حدیث ثقلین سے تمسک کی دلیل تم لوگوں کے پاس بہت زبردست ہے۔ واقعی اس کے ساتھ قرآن مجید کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ جب حدیثوں کے بارے میں یہ حکم آگیا کہ جو قرآن

کے مطابق ہو اس پر عمل کیا جائے اور جو اس کے خلاف ہو وہ رد کر دی جائے تو معلوم ہوا کلام قرآن پر تم لوگوں کے مذہب کا مدار ہے۔ اس کے مقابلہ میں کسی چیز کو تم لوگ نہیں مانتیں۔

ہدایت خاتون - ہمارے ایک اور بزرگ مجتہد مولانا سید دلدار علی صاحب قبلہ طاب ثراہ کا بیان بھی سن لو کہ تحریر فرماتے ہیں۔ ومنها الرواية المستفيضة بل المتواترة المعنى فانها بتفاوت يسير ما ثورة فى اكثر كتب الاصول ففى كتاب الكافى بسند موثوق عن ابى عبد الله قال قال رسول الله ص ان على كل حق حقيقة وعلى كل صواب نورا - فما وافق كتاب الله فخذوه وما خالف كتاب الله فدعوه وهكذا فى الامالى وفى الكافى والمحاسن عن ايوب بن الحارث قال سمعت اباعبد الله يقول كل شئ مردود الى الكتاب والسنة وكل حديث لا يوافق كتاب الله فهو زخرف - وايضا فيهما عن ابن ابى يعفور قال سالت اباعبد الله عن اختلاف الحديث يرويه من يوثق به ومنهم من لا يثق به - فقال اذا ورد عليكم حديث فوجدتم له شاهدا من كتاب الله عز وجل او من قول رسول الله ص - والا فالذى جاءكم به اولى به - وهكذا وردت باسناد آخر يطول ذكره - اور من جملہ اُن کے ایک روایت مستفیض بلکہ متواتر المعنے ہے کیونکہ وہ حدیث کچھ خفیف فرق کے ساتھ کتب اصول میں مروی ہے۔ چنانچہ کتاب کافی میں بسند معتبر حضرت ابو عبد اللہؑ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ہر حق کے اوپر ایک حقیقت ہوتی ہے اور ہر صواب پر ایک نور ہوتا ہے۔ پس جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اوسے قبول کرو اور جو قرآن مجید کے خلاف ہو اوسے چھوڑ دو۔ اور ایسا ہی کتاب امالی میں ہے۔ اور نیز کتاب کافی اور محاسن میں ایوب بن حارث سے مروی ہے کہ اونھوں نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ ہر چیز کتاب و سنت سے ملائی جائے۔ پھر جو حدیث کتاب اللہ کے موافق نہ ہو وہ جھوٹی ہے۔ اور پھر انھیں دونوں کتابوں میں ابن ابی یعفور سے مروی ہے کہ اونھوں نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اختلاف حدیث کے بارے میں دریافت کیا کہ بعض حدیثوں کو معتبر لوگ روایت کرتے ہیں اور بعض کو نامعتبر لوگ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ جب کوئی حدیث تم کو ملے اور تم قرآن مجید و قول رسولؐ سے اسکی تائید پاؤ تو بہتر ورنہ جو شخص اس حدیث کو تمہارے پاس لایا ہے وہی اوس کے ساتھ زیادہ سزاوار ہے۔ یہ حدیث اس طرح بہت سندوں سے مروی ہے جن کے ذکر کرنے میں بہت طول ہوگا

(اساس الاصول ص ــــــ)

مولوی صاحب - تمہارے مذہب کے علماء نے بھی بڑے بڑے کام کئے ہیں - قرآن شریف پر عمل کرنے کی تاکید کردی اور اسکے متعلق اعتقاد رکھنے پر کس قدر زور دیا ہے۔

ہدایت خاتون - کیا تمہارے مذہب میں بھی کسی عالم نے قرآن مجید کے متعلق اتنا اہتمام کیا اور اس کی تحریف سے اسی تصریح کے ساتھ انکار کیا ہے جس تفصیل سے ہمارے علماء کرام نے تحریر فرما دیا ہے۔

مولوی صاحب - واہ ہمارے علماء کے کارناموں کو کون بیان کر سکتا ہے - میں نے تمہارے علماء کی تعریف کردی تو اس پر تم شیر ہو گئیں اور سمجھنے لگیں کہ میں اپنے مذہب کے علماء سے بدظن ہو گیا ہوں۔

ہدایت خاتون (مسکرا کر) نہیں تم اپنے علماء سے بدظن نہ ہو بلکہ ان سے حسن ظن رکھو - اسی پر فریفتہ رہو۔

مولوی صاحب - دیکھو اب تم شرارت کرنے لگیں - یہ باتیں اچھی نہیں ہیں۔

ہدایت خاتون (ہنس کر) میں نے شرارت کیا کی - تم نے اپنے علماء سے بدظن ہونے کا انکار کیا - میں نے ان سے حسن ظن رکھنے کی تاکید کردی اور اس پر فریفتہ رہنے کی فرمائش کی تو کیا بیجا کیا۔

مولوی صاحب - تم نے لفظی فائدہ اٹھا کر چوٹ کردی - یوں تو رہی ہو حسن ظن مگر تمہارا تیور اور تمہارا لہجہ کہتا ہے کہ تمہارا مقصود حسن ظن نہیں بلکہ طعن زن ہے - کیا خوب - میں کیا تمہاری ان میٹھی میٹھی چٹکیوں کو سمجھتا نہیں ہوں ؟

ہدایت خاتون - یہ تو تمہارے ذہن کا فعل ہے - اچھا اگر میں نے کوئی بیجا بات کی تو مجھے جو سزا چاہو دو میں حاضر ہوں - تمہاری خوشی ہی میں میری آبادی اور زندگی ہے۔

مولوی صاحب - کیا کہوں اگر کہیں زعفران و مشک کی چھڑی ملتی تب تمہیں سزا دینے کا لطف ملتا - اور تم بھی اس سزا کو یاد رکھتیں۔

ہدایت خاتون - بہتر ہے کشمیر کی کسی کمپنی میں فرمائش بھیج دو کہ تمہارے لئے ایسی چھڑی بنا کر بھیجدے - مجھے یہ سزا خوشی سے منظور ہے - خدا کرے چھڑی مل جائے

مولوی صاحب - جب کسی ایسی کمپنی کا پتا معلوم ہو تب تو لکھا جائے -

ہدایت خاتون - کوئی کمپنی نہ معلوم ہو تو اخباروں میں اشتہار دے دو کہ ایک ایسی چھڑی کی

ضرورت ہے مگر اس میں یہ بھی لکھ دینا کہ مذہبی بحث میں ایک مولوی صاحب اپنی بی بی سے عاجز آگئے ہیں۔ اس سے کھسیانے ہو کر اس کو سزا دینے کے لئے ایسی چھڑی تلاش کی جاتی ہے۔

مولوی صاحب۔ واہ سونے پر سہاگا۔ میں خود ہی اعلان کر دوں کہ تم سے مناظرہ میں ہار گیا؟ پھر اس اشتہار سے میری کتنی ذلت ہوگی۔ یہ تو اولٹی میری ہی سزا کا تم سامان بتانے لگیں۔ چاہتی ہو کہ اپنی شکست کا خود ہی ڈھنڈھورا پیٹوں؟

ہدایت خاتون۔ تم اپنا نام نہ دینا۔ کسی ایرے غیرے کی طرف سے چھپوا دو۔

مولوی صاحب۔ معاف کرو۔ میں اس چھڑی سے باز آیا اور تمہیں سزا دینے کے خیال سے توبہ کرلی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ میرے علماء اعلام نے اسلام کی جو عظیم الشان خدمتیں کی ہیں ان کو آسمان و زمین پکار کر کہتے اور آفتاب و ماہتاب ان کا اشتہار دے رہے ہیں۔ عقائد کے متعلق بھی اونھوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ گو اس وقت میرے پیش نظر خاص یہ مضمون نہیں ہے کہ اونھوں نے تحریف قرآن سے انکار کرنے میں اس شد و مد کی عبارت لکھی ہو جیسی تمہارے علماء نے لکھی ہیں مگر ان لوگوں نے بھی ضرور لکھا ہوگا اور تم لوگوں سے زیادہ عظمت و اہتمام سے اس کو بیان کیا ہوگا۔

ہدایت خاتون۔ تم تو اپنی مذہبی معلومات کے سمندر بے پایاں ہو۔ ہزاروں کتابیں دیکھ چکے اور دن رات اسی شغل میں ڈوبے رہتے ہو۔ مجھے بتا دو کہ کن کتابوں میں تم لوگوں کے اس عقیدہ کو تلاش کروں۔ ہو سکتا ہے تمہارے علماء نے اس سے زیادہ زور دیا ہو۔ ان کا مقابلہ ہم غرباء و فقراء کیا کر سکتے ہیں۔ دنیا میں ان کی تعداد زیادہ۔ انکی حکومت۔ انکی بادشاہت رہی دولت بے حساب پر قبضہ رہا۔ غرض پوری دنیا تم لوگوں ہی کی تھی۔ اور اب بھی ہے۔ پھر تمہارے علماء کے کارناموں سے کوئی انکار کیسے کر سکتا ہے۔ مگر مجھے ان کتابوں کے نام بتاؤ تاکہ میں بھی دیکھ کر اطمینان کرلوں۔

مولوی صاحب۔ بہت سی ہیں۔ مثلاً شرح عقائد تفتازانی۔ شرح فقہ اکبر۔ شرح مقاصد۔ شرح مواقف۔

ہدایت خاتون۔ یہ کتابیں تو غالباً میرے پاس بھی ہیں اور شاید میں سب کو دیکھ چکی ہوں اگرچہ ان کتابوں کو دیکھے ہوئے ایک زمانہ ہوگیا ہو سکتا ہے ان میں اس عقیدہ کو بھی واضح طور پر لکھا ہو اور میں بھول گئی ہوں۔ اچھا میں ان کو نکال لاؤں۔

ہدایت خاتون اوٹھ کر گئیں اور دیر تک چند الماریوں میں کچھ کتابیں تلاش کرتی رہیں پھر تین چار کوسلے کر آئیں تو اس طرح باتیں ہونے لگیں۔

ہدایت خاتون۔ دیکھو یہ شرح عقائد تفتازانی مطبوعہ استنبول ہے اس میں صفحہ پر قرآن مجید کے متعلق عقائد کا ذکر شروع کیا ہے۔ لکھتے ہیں والقرآن کلام اللہ تعالے غیر مخلوق۔ قرآن اللہ تعالے کا کلام غیر مخلوق ہے۔ اس میں تو کسی مسلمان کو شبہ نہیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے مگر اس کے غیر مخلوق ہونے کا ذکر اشاعرہ کے عقیدہ کی تائید اور معتزلہ کی رد کے لئے کیا گیا ہے۔

مولوی صاحب۔ ہاں معتزلہ کو تو اس کا بڑا اہتمام ہے کہ قرآن مجید کو مخلوق کہا جائے مگر تم آگے بھی تو دیکھو۔ ضرور تحریف کے بارے میں بھی لکھا ہوگا کہ نہ اس میں کوئی کمی ہوئی نہ زیادتی نہ کسی قسم کا تغیر۔

ہدایت خاتون۔ اس جملہ کی شرح کرنے کے بعد متن کی یہ عبارت ہے مکتوب فی مصاحفنا محفوظ فی قلوبنا۔ مقروء بالسنتنا۔ مسموع باذاننا غیر حال فیہا۔

مولوی صاحب (بات کاٹ کر) تم کیا پڑھنے لگیں۔ اس سے آگے دیکھو۔ ضرور تحریف قرآن کا مسئلہ بھی لکھا ہوگا۔

ہدایت خاتون۔ پھر تمہارے ہاتھ میں کیا مہندی لگی ہے؟ خود ہی کیوں نہیں وہ مسئلہ نکال دیتے۔ مجھے تو اس سے آگے صفحہ ۱۷۰ میں شرح کی یہ عبارت ملتی ہے کان الافضل هو القرآن ثم التوراۃ ثم الانجیل ثم الزبور کما ان القرآن کلام اللہ تعالے واحد لا یتصور فیہ تفضیل

مولوی صاحب نے کتاب لے لی اور دیر تک ادھر ادھر ورق اولٹتے رہے۔ کبھی شروع میں دیکھیں کبھی آخر میں پہونچ جائیں۔ کبھی درمیان میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تلاش کرنے لگیں۔ غرض دیر تک کوشش کرتے رہے مگر ان کے مطلب کی کوئی عبارت نہ ملی تو بولے بڑے تعجب کی بات ہے یہ عقائد اہلسنت کی مشہور اور نہایت مقبول کتاب ہے جو علماء کے درس و تدریس میں برابر رہتی ہے کم کوئی بڑا مدرسہ ہوگا جس میں یہ پڑھائی نہ جاتی ہو۔ پھر اس میں اس مسئلہ کا ذکر کیوں نہیں کیا۔

ہدایت خاتون۔ اسی وجہ سے نہیں کیا کہ تم لوگ قرآن کے غیر محرف ہونے کا عقیدہ ہی نہیں رکھتے ہو۔ اسی وجہ سے تحریف کی اتنی دلیلیں تمہاری کتابوں میں بھری ہیں۔ اگر یہ علماء عقائد

کی کتابوں میں عدم تحریف قرآن کے مسئلہ کو لکھتے تو حدیث و تفسیر کی کتابوں میں تحریف قرآن کی جو ہزاروں دلیلیں بھری ہوئی ہیں ان کو کیا کرتے؟

مولوی صاحب۔ تعجب تو یہ ہے کہ توراۃ انجیل زبور سے قرآن کے افضل ہونے کا ذکر کیا مگر یہ نہیں لکھا کہ جس طرح وہ کتابیں محرف ہو گئیں اس طرح قرآن شریف محرف نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی شخص اس میں تحریف کر سکتا ہے۔

ہدایت خاتون۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ کیوں اس کتاب میں قرآن مجید کے غیر مخلوق اور توریت و انجیل و زبور سے افضل ہونے پر اس قدر زور دیا۔ مگر اس کے غیر محرف ہونے کی طرف معمولی اشارہ تک نہیں کیا۔

مولوی صاحب۔ لطف تو یہ ہے کہ یہ لکھ دیا ہے ان الکتب قد نسخت بالقرآن تلاوتہا وکتابتھا و بعض احکامھا (قرآن مجید کی وجہ سے سابق آسمانی کتابوں کی تلاوت۔ کتابت اور ان کے بعض احکام منسوخ ہو گئے) مگر تحریف کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ عجب تماشہ ہے کہ اس کتاب میں فرقہ معتزلہ اور یہود و نصاریٰ کے جواب کا پورا سامان کر دیا ہے لیکن رافضیوں کے مقابلہ میں تحریف کے متعلق کوئی بات لکھی ہی نہیں جس سے ہم لوگ بھی دعوے کر سکتے کہ اہلسنت تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں۔ اور شیعوں کا یہ اعتراض غلط ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کیسی ضروری کتاب ہے۔ اس کے متعلق تفصیل سے اور ہر پہلو پر گفتگو کرنے کی شدید ضرورت تھی۔

ہدایت خاتون۔ مجھے تمہارے تعجب پر حیرت ہو رہی ہے۔ یہ بتاؤ کہ اگر وہ لوگ اس کے متعلق کچھ لکھتے تو ان روایتوں کا کیا جواب دیتے جن میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کا بڑا حصہ غائب ہو گیا۔ فلاں بڑی بڑی سورتیں چھوٹی ہو گئیں۔ اس کے حروف میں سے سات لاکھ حروف آج تک لاپتہ ہیں۔ کیا تمہارے علما کی نظر سے تفسیر در منثور و اتقان وغیرہ یا ان کے ماخذ پر نہیں پڑی ہوگی۔ پھر وہ ان مضامین سے اپنی آنکھیں کیسے بند کر لیتے۔

مولوی صاحب۔ خیر اس میں تو عدم تحریف کے عقیدہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے اور کتابوں میں ہو۔ تم شرح فقہ اکبر نکالو۔ اس میں ضرور اس کو لکھا ہوگا۔ وہ عقائد کی نہایت معتبر اور جامع کتاب ہے۔ اور ہم لوگوں کے مذہب کا جوہر اس میں کھینچ دیا گیا ہے۔

ہدایت خاتون۔ میں شرح فقہ اکبر بھی لیتی آئی ہوں۔ لو تم ہی اس میں وہ مضامین نکالو۔ میں بھی دیکھتی رہوں گی۔ ورنہ تم گھبرانے لگو گے۔

مولوی صاحب۔ خدا خیر کرے۔ تمہارے ان جملوں سے کچھ تردد کی بو آ رہی ہے۔ کہیں اس مضمون سے یہ کتاب بھی تو خالی نہیں ہے؟

ہدایت خاتون۔ اس وقت تو میں نے ابھی یہ کتاب کھولی بھی نہیں ہے۔ پہلے ہی کیسے کہہ دونگی کہ اس میں وہ مسئلہ ہے یا نہیں۔ خیر اب تو کتاب ہی موجود ہے اگر ہے تو ابھی مل جائیگا۔ لیکن اگر اس میں بھی نہیں ہے تو خدا ہی حافظ ہے۔ پڑھکر بتادو۔

مولوی صاحب۔ نہیں۔ میں تو دن رات کتابیں دیکھتا اور پڑھتا پڑھاتا ہی رہتا ہوں لیکن تمہاری زبان سے عربی مشکل کتابوں کی عبارتیں روانی کے ساتھ صحیح صحیح سنتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا اور دماغ تو عرش پر پہونچ جاتا ہے اور اپنے کمرے کے متعلق بے ساختہ میری زبان سے یہ شعر نکل جاتا ہے ؎

اگر فردوس بروئے زمین است ؛ ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

ہدایت خاتون۔ اب اتنے نخرے کی باتیں تو نہ کیا کرو کہ لوگ کہیں تم اپنی مولویت سے بھی گزر گئے۔

مولوی صاحب۔ لوگ کہیں گے تو کہا کریں۔ میں اپنے دلی جذبات کیسے روک سکتا ہوں انصاف سے بتاؤ میری ایسی حور شمائل علامۂ دہر بی بی کسی کو بھی ملی ہے۔ ایسی نعمت ملنے کے بعد بھی کوئی بڑا سے بڑا مولانا اپنے زہد و تقدس پر باقی رہے تب جانوں۔ اور پھر اپنی بی بی کی سچی قدر کرنا بھی تو مولویت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

ہدایت خاتون۔ اُنہ۔ اب اِن ڈھکوسلوں کو ہٹاؤ۔ صاف کہو کہ شرح فقہ اکبر میں تم پڑھوگے یا نہیں۔ یہ باتیں تمہارے منہ سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔

مولوی صاحب۔ تمہارے سامنے تو نہیں پڑھوں گا بلکہ تم ہی پڑھو اور میں سُننے کا لطف اُٹھاتا رہوں۔ میری اس زیادتی کو معاف کرنا۔ تمہارا احسان عظیم ہوگا۔

ہدایت خاتون۔ اچھا میں ہی پڑھتی ہوں۔ بہلات میں کیوں۔ وقت ضائع ہونے دوں دیکھو یہ شرح فقہ اکبر علامہ علی القاری کی ہے جو مطبع حنفی میں چھپی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۹ میں ایک عبارت یہ ہے المسمٰی بالقرآن المرکب من الحروف یعنی وہ کتاب جس کا نام قرآن اور جو حروف سے مرکب ہے۔ اس میں تو تحریف کے ذکر کا کوئی موقع ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۲۹ پر قرآن کے عقیدہ

کے بارے میں لکھتے ہیں والقرآن فی المصحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الالسن مقروّ وعلی النبیؐ منزل ولفظنا بالقرآن مخلوق وکتابتنا له وقرائتنا له مخلوق والقرآن غیر مخلوق۔ قرآن مجید مصحفوں میں لکھا جاتا۔ دلوں میں یاد کیا جاتا۔ زبانوں سے پڑھا جاتا اور حضرت رسولخدا صلعم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور ہم لوگ قرآن کا جو تلفظ کرتے ہیں یہ مخلوق ہے اور اس کو جو لکھتے ہیں اور اس کو پڑھتے ہیں یہ لکھنا اور پڑھنا سب مخلوق ہے۔ لیکن خود قرآن غیر مخلوق ہے۔ پھر لکھتے ہیں والقرآن کلام اللہ تعالیٰ اور قرآن اللہ تعالےٰ کا کلام ہے (ص۲۳)

مولوی صاحب ۔ یہ سب تو وہی مشہور مسئلہ خلق وعدم خلق قرآن کی بحث ہے جو فرقہ اشاعرہ و فرقہ معتزلہ کا مشہور میدان جنگ ہے۔ ان چیزوں کو چھوڑو۔ اس کی تحریف یا عدم تحریف کے ذکر کو نکالو۔

ہدایت خاتون ۔ جو چیز اس میں ہے اس کو تو میں پڑھ سکتی ہوں۔ ابھی تحریف کی بحث ہی نہ ملے تو کیا کروں۔ اسی وجہ سے تو میں شروع ہی سے دیکھتی اور پڑھتی چلتی ہوں تاکہ وہ مسئلہ چھوٹنے نہ پائے۔ اور دوبارہ کتاب کی ورق گردانی نہ کرنی پڑے۔

مولوی صاحب ۔ اچھا آگے دیکھو۔ غالباً ضرور وہ بحث بھی ہوگی۔

ہدایت خاتون (بہت دیر تک اوراق کو اولٹنے اور اوسکے مضامین پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد) یہ دیکھو قرآن مجید کے متعلق پورا بیان مل گیا ص۱۲۵ پر لکھتے ہیں والقرآن منزل علی رسول اللہ صلعم وھو فی المصحف مکتوب وفیه ایماء الی ان ما بین الدفتین کلام اللہ علی ماھو المشہور وآیات القرآن کلھا فی معنی الکلام مستویة فی الفضیلة والعظمه (اور قرآن مجید حضرت رسولخدا صلعم پر نازل کیا گیا۔ اور وہ مصحف میں مکتوب ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں دفتیوں کے درمیان جو چیز ہے وہ بنا بر مشہور کے خدا کا کلام ہے۔ اور قرآن کی کل آیتیں معنے کلام میں فضیلت وعظمت کے اعتبار سے برابر ہیں)

مولوی صاحب ۔ تم بھی خوب مذاق کرتی ہو۔ ان باتوں کو کون نہیں جانتا جو تم پڑھنے لگیں یہ مضمون نکالو کہ قرآن مجید کامل ہے یا ناقص۔ محرف ہے یا غیر محرف۔ اور مسلمانوں کو اس کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔

ہدایت خاتون - اب تک جو باتیں تھی گئیں میں پڑھتی گئی۔ آگے دیکھتی ہوں۔ اگر کچھ ہوگا تو مل ہی جائے گا (پھر دیر تک ورق اولٹنے کے بعد بولیں) صفحہ ۲۰۲ میں بھی قرآن مجید کا ذکر ملا۔ لکھتے ہیں من قرء القرآن علی ضرب الدف والقضیب۔ اس کا ترجمہ میں نہیں کرسکتی۔

مولوی صاحب - جانے دو آگے دیکھو شاید تحریف کا مضمون بھی نکل آئے۔

ہدایت خاتون (آخر تک اس کتاب کے اوراق اولٹنے اور اچھی طرح مضمون مذکور تلاش کرنے کے بعد) اب مجھے نہیں ملتا۔ بہتر ہے تم ہی تلاش کرو میں تو تھک گئی۔

مولوی صاحب - اچھا لاؤ ذرہ مجھے بھی دو۔ اتنی مفصل کتاب میں بھی قرآن مجید کے کامل یا ناقص ہونے کا کچھ ذکر نہیں ہے تو بڑی قیامت ہے۔

مولوی صاحب دیر تک اس کو دیکھتے اور قرآن مجید کے متعلق عقیدہ تحریف یا عدم تحریف کو تلاش کرتے رہے۔ مگر جب کچھ بھی نشان نہ ملا تو بولے "اب کسی کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ایک ثالث شخص نو۔جی کہے گا کہ تمہارا مذہب میرے مذہب سے بہتر ہے کہ تم لوگوں نے قرآن شریف کے متعلق من اعتقاد کا اظہار کر دیا۔ ہمارے علماء نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

ہدایت خاتون - پھر تم کو مذہب شیعہ قبول کر لینے میں کیا عذر ہے؟

سولہواں باب ۱۶

کیا قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان ممکن ہی ہے؟

مولوی صاحب - مگر ہمارے علماء کا دعویٰ تو یہ بھی ہے کہ قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان ہو ہی نہیں سکتا۔ ممکن ہی نہیں ہے۔

ہدایت خاتون - ہاں ٹھیک ہے اللھم صل علی محمد و آل محمد ایسے دعووں پر تو ہزاروں مرتبہ درود پڑھنا چاہئے۔

مولوی صاحب - میں مذاق نہیں کرتا۔ خدا کی قسم اس زمانہ میں لکھنؤ وغیرہ کے بعض علماء اہلسنت نے (جو مذہبی اخبار بھی نکالتے ہیں) یہ دعوےٰ شروع کیا ہے کہ شیعوں کا ایمان قرآن مجید

پر نہ ہے نہ اس کا ہونا ممکن ہے۔

ہدایت خاتون ۔ تم اپنے علماء کی نہ کہو۔ ایک صاحب نے تو امام حسینؑ کی شہادت ہی سے انکار کر دیا جو اسلام کا اختلافی مسئلہ بھی نہیں بلکہ دنیا کا عظیم الشان تاریخی واقعہ ہے۔ پنجاب میں ایک صاحب پیدا ہوئے جو مدعی ہو گئے کہ حضرت رسولخدا صلعم پر نبوت و رسالت ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ خود بھی پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ بہت سے لوگ اس خیال کے پیدا ہو گئے کہ کل حدیثیں آگ لگا دینے کے قابل ہیں۔ مسلمانوں کو صرف قرآن مجید رکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ غرض تم لوگوں کے کارنامے کہاں تک بیان کئے جائیں۔

مولوی صاحب ۔ مگر لکھنوی اڈیٹر صاحب کا دعوے کہ "قرآن شریف پر شیعوں کا ایمان ممکن ہی نہیں"۔ بڑا زبردست ہے۔

ہدایت خاتون ۔ خیر دعوے کر دینا تو آسان ہے۔ سوفسطائی فرقہ والے بھی تو دنیا ہی میں ہوئے ہیں۔ جن کی مختصر تعریف یہ ہے "سفسطہ۔ جھوٹا قیاس جو وہمی باتوں سے مرکب ہو اور اوس سے غرض احقاق حق نہ ہو بلکہ خصم کو خاموش کرنا اور دھوکا دینا مقصود ہو۔ سفسطی اور سوفسطائی وہ شخص جو اپنے قیاسات لگائے۔ سوفسطائیہ وہ فرقہ جو محسوسات اور بدیہیات کو نہیں مانتا" (انوار اللغۃ پ۱۱ ص۸۳) اگر کوئی شخص یہی کہنے لگے کہ مسلمانوں کا ایمان ایک خدا پر نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے تو کیا اسکی زبان پکڑ سکتے ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید سے اسلام کا حق ہونا ثابت ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ تو کوئی شخص فہم اور منظور کر سکتا ہے؟

مولوی صاحب ۔ مگر ان اڈیٹر صاحب کی دلیل تو جاندار ہے۔ اس کو کیا کرو گی۔

ہدایت خاتون ۔ ہر باطل مذہب والا اپنے مذہب کی حقیت کی دلیل کو جاندار ہی سمجھتا ہے۔ یہ بتاؤ کہ جس وقت دنیا میں قرآن مجید آیا سنی شیعے تھے یا نہیں۔

مولوی صاحب ۔ اوس وقت یہ لوگ کہاں تھے۔ کافروں کا زمانہ تھا۔ بت پرست۔ یہود و نصاریٰ سے عرب بھرا ہوا تھا۔

ہدایت خاتون ۔ تو خدا نے قرآن مجید کو کس کی ہدایت کے لئے نازل کیا؟

مولوی صاحب ۔ دنیا بھر کے لوگوں کے لئے۔ خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے۔ یورپ کے ہوں یا ایشیا کے

ہدایت خاتون ۔ اور صرف اوسی زمانہ کے لوگوں کی ہدایت اس سے مقصود تھی یا قیامت تک جس قدر آدمی پیدا ہوں گے سب ہی کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا؟

مولوی صاحب - نہیں جب تک دنیا قائم ہے جس قدر لوگ پیدا ہوتے جائیں گے سب کی ہدایت کے لئے یہ نازل کیا گیا ہے۔

ہدایت خاتون - اب بتاؤ شیعہ بھی اس دنیا میں رہتے ہیں یا نہیں - یہ بھی کافہ ناس میں داخل ہیں یا خارج ؟

مولوی صاحب - اس سے تو پاگل بھی انکار نہیں کرسکتا۔

ہدایت خاتون - پھر قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان ممکن کیوں نہیں ہے - بت پرستوں کا ایمان ممکن - یہودیوں کا ایمان ممکن اور نصاریٰ کا ایمان ممکن - لیکن شیعوں کا ایمان غیر ممکن - اگر شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر ممکن نہیں تو میں بھی دعوے کرتی ہوں کہ خدا کا سچ بولنا بھی ناممکن ہے۔

مولوی صاحب - ارے یہ کیا کہنے لگیں - کیا اب لڑائی کا ارادہ ہے - بندوق منگا دوں - یا تیر اور تلوار کی ضرورت ہے ؟

ہدایت خاتون - میں لڑتی نہیں ہوں نہ یہ بات غصہ میں کہتی ہوں بلکہ عقل کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر ممکن نہیں ہے تو خدا کا صادق القول ہونا بھی ممکن نہیں بلکہ اس کا قادر ہونا بھی محال ہو جائے گا - خدا نے فرمایا ہے ھذا بیان للناس یہ کتاب دنیا بھر کے لوگوں کے لئے بیان ہے (پ ۴ ع ۱۴) یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا - لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل آچکی اور ہم نے تم پر ایک روشن نور بھیجا (پ ۶ ع ۲۴) قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین - اے آدمیو یقینا اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا ہے اور قرآن جو بیان کرنے والا ہے (پ ۶ ع ۴) - وھذا کتاب انزلناہ مبارک مصدق الذی بین یدیہ ولتنذر ام القریٰ ومن حولھا اور یہ کتاب ہم نے اتاری برکت والی - اگلی کتابوں کو سچ بتانے والی اس لئے کہ تو مکہ اور اس کے گرداگرد تمام جہان کے لوگوں کو ڈرائے (پ ۷ ع ۱۱) یا ایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور - لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت (یعنی کتاب مجید) آئی اور دلوں میں جو بیماریاں ہیں ان کی دوا (پ ۱۱ ع ۱۶) قل یا ایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا وما انا علیکم بوکیل اے پیغمبر یہ دو کہ

لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق (قرآن مجید) آچکا - پھر جو کوئی راہ پر لگ جائے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے راہ پر لگتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں (پ ۱۱ ع ۱۱) انا انزلناہ قرآناً عربیاً لعلکم تعقلون ہم نے اس کو عربی قرآن اتارا تاکہ تم لوگ سمجھو (پ ۱۲ ع ۱) - کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور یہ کتاب ہم نے تم پر اس لئے اُتاری کہ تم لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاؤ (پ ۱۳ ع ۱) هذا بلاغ للناس ولینذروا به یہ قرآن سب لوگوں کو نصیحت کے لئے ہے اور اس لئے کہ سب لوگ اس سے ڈرائے جائیں (پ ۱۳ ع ۷)

مولوی صاحب - میرا دل گھبرانے لگا - تم اتنی آیتیں کیوں پڑھنے لگیں -

ہدایت خاتون - ابھی چپکے سب سنتے جاؤ - میں آخر میں اپنی غرض بیان کروں گی وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس - اور قرآن کے ہم نے حصے حصے کر دیئے تاکہ تم اسے لوگوں کو سناؤ (پ ۱۵ ع ۱۲) ولقد صرفنا فی هذا القرآن للناس من کل مثل ہم نے اس قرآن میں سب لوگوں کے لئے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں (پ ۱۵ ع ۸) ان هو الا ذکر للعالمین قرآن مجید تو سارے جہان کے لئے نصیحت ہے (پ ۲۳ ع ۵) انا انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق اسے رسول ہم نے دنیا بھر کے لوگوں کے سمجھانے کے لئے تم پر یہ سچی کتاب اُتاری (پ ۲۳ ع ۴) هذا بصائر للناس یہ قرآن دنیا بھر کے لوگوں کے لئے معرفت کے خزانے ہیں (پ ۲۵ ع ۲) - وما هو الا ذکر للعالمین - قرآن مجید سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے (پ ۲۹ ع ۲) ان هو الا ذکر للعالمین - یہ قرآن تو دنیا بھر والوں کے لئے نصیحت ہے (پ ۳۰ ع ۱)

مولوی صاحب - للہ ختم کرو - قرآن شریف تلاوت کرنے کا دوسرا وقت ہوتا ہے - خواہ مخواہ اتنی آیتیں پڑھنے کی کیا ضرورت تھی -

ہدایت خاتون - اچھا میں ختم کرتی ہوں - ان کل آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ اُس نے قرآن مجید کو دنیا بھر کے لوگوں کی ہدایت - ارشاد نصیحت - موعظت - روشنی تعلیم - نفع کے لئے نازل کیا ہے - اگر اس میں تم کو کوئی عذر ہو تو ابھی کہہ دو -

مولوی صاحب - نہیں ان باتوں میں کون عذر ہو سکتا ہے - یقیناً قرآن شریف ہر شخص

یعنی ہر بڑے چھوٹے مرد عورت مسلم۔ کافر۔ یہود۔ نصرانی ۔ بت پرست اور لا مذہب کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے۔

ہدایت خاتون ۔ خدا تمہارا بھلا کرے ۔ اب بتاؤ جب قرآن مجید کی اتنی آیتیں پکار کر کہتی ہیں کہ یہ کتاب دنیا بھر کے لوگوں کی ہدایت و ارشاد و تعلیم و موعظہ کے لئے نازل کی گئی تو دنیا کی کس جماعت کے بارے میں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اس کا ایمان قرآن پر ممکن نہیں ہے؟ پھر اس کا مطلب یہی تو ہوگا کہ خدا جھوٹ بولتا ہے اور سچ نہیں بول سکتا کیونکہ وہ کہتا یہ ہے کہ اس کتاب پر دنیا بھر کے لوگ ایمان لا سکتے ہیں ۔ ہر شخص اس سے ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ کل انسانوں کو اس سے نصیحت حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایک جماعت ایسی ہے جو اس پر ایمان لا ہی نہیں سکتی اور اس پر اس کا ایمان لانا محال ہے ۔ گویا ان لوگوں کو قرآن مجید پر ایمان لانے کا حکم دینا تکلیف مالا یطاق ہے۔ حالانکہ خدا نے بار بار اس مضمون کو ظاہر کر دیا ہے کہ وہ کسی کو اسکی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتا۔

مولوی صاحب ۔ یہ تو تمہاری زبردستی ہے کہ شیعوں کے الزام سے خدا پر الزام قائم کرنے لگیں ۔ کہاں کی بات تھی اس کو کہاں پہونچا دیا اور وہ بھی کس خوبصورتی سے !!!

ہدایت خاتون ۔ اگر میری زبردستی ہے تو تم میری تشفی کر دو ۔ دیکھو یہ کہنا آسان ہے کہ قرآن مجید پر فلاں جماعت ایمان رکھتی ہے ۔ فلاں نہیں رکھتی ۔ فلاں نے اس سے ہدایت پائی ۔ فلاں نے نہیں لی ۔ فلاں ملک والوں نے اس کو قبول کیا ۔ جیسے کہیں کہ اس پر اہل اسلام ایمان لائے ۔ یہود و نصاریٰ ایمان نہیں لائے ۔ مسلمانوں نے اس سے ہدایت پائی ۔ بت پرستوں اور کافروں نے ہدایت نہیں اختیار کی ۔ لیکن کس عقل سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں کا ایمان قرآن مجید پر ہو ہی نہیں سکتا ۔ اس کا اس پر ایمان لانا محال ہوگا ۔ اگر ایسا ہو تو خدا کو چاہیئے تھا کہ عام قول کو مستثنیٰ کر کے کہتا کہ اس کتاب پر ہر جماعت ایمان لا سکتی ہے سوائے فلاں جماعت کے ۔ تو کیا اس قسم کا استثناء کسی آیۃ سے بتا سکتی ہو؟

مولوی صاحب ۔ مگر شیعوں کے ایمان نہ لا سکنے کی جو دلیل ہے وہ بھی تو بہت زبردست ہے

ہدایت خاتون ۔ ابھی تم نے وہ دلیل بیان کی ہی نہیں کہ میں اس کو بھی سمجھوں ۔ جب بتاؤ گے تو اس کا حال بھی معلوم ہی ہو جائے گا ۔ مگر ابھی تو عام گفتگو ہے کہ جب قرآن مجید اسی لئے نازل

ہی کیا گیا کہ ہر شخص اس پر ایمان لائے - ہر شخص اوس سے ہدایت حاصل کرے - ہر شخص اسکے ذریعہ گمراہی سے نکل کر نور کی دنیا میں پہونچ جائے تو اب یہ کہنا کہ فلاں قوم اس پر ایمان نہیں لا سکتی - فلاں جماعة کا اس پر ایمان لانا ناممکن ہے خود خدا کی تکذیب اور قرآن مجید کا جھٹلانا ہی ہو گیا یا نہیں - آج تمہارے علماء جو اس امر کا دعوے کرتے ہیں کہ شیعوں کا ایمان قرآن مجید پر ہو ہی نہیں سکتا - وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ اس قول سے ان کے ایمان کی کیا حالت ہو گئی - کیونکہ خدا کو انھوں نے جھٹلایا - قرآن مجید کو انھوں نے غلط گو بتایا - رسول ؐ کی غرض بعثت کو انھوں نے مٹی میں ملا دیا - انہوں نے شیعوں کی عداوت میں اپنے دین و اسلام کو بھی برباد کر دیا - برائے شگون کے لئے اپنی ناک کٹوانا اسی کو کہتے ہیں - سچ ہے چاہ کن را چاہ درپیش شیعوں کی مخالفت میں انھوں نے ایسی بات ایجاد کی جس سے ان کو خدا سے بھی الگ ہونا پڑا - قرآن مجید بھی چھوڑنا ہوا - اور رسول ؐ سے بھی علیحدگی ہو گئی -

مولوی صاحب - میں بہت دنوں سے اس اعتراض کو سنتا تھا اور سمجھتا تھا کہ رافضیوں کے شکست دینے کے لئے یہ بڑا زبردست آلہ ہے مگر تم نے تو ایسا گہرا مضمون بیان کیا جس نے آنکھوں پر کے پردے ہٹا دیئے - واقعاً یہ کہنا کہ "فلاں جماعة قرآن مجید پر ایمان لا ہی نہیں سکتی یا اس کا ایمان قرآن پر ہو ہی نہیں سکتا" خدا کو غلط گو اور قرآن شریف کو مجموعہ کذب و بطلان قرار دینا ہے - سچ ہے من حفر بیرا لاخیه وقع فیه - جو شخص اپنے بھائی کے لئے کوئی گڈھا کھودتا ہے اس میں خود ہی گر پڑتا ہے - خواہ مخواہ ایک بات ایجاد کر دی کہ شیعوں کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہو سکتا - سبحان اللہ وہ اذان دیں - نماز پڑھیں - اپنی نماز میں سورہ الحمد و توحید و انا انزلنا وغیرہ پڑھتے رہیں - قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں - اس کے ترجمے شائع کریں - اپنی ہر مذہبی کتاب میں قرآن کے مطالب بھریں - اپنے ہر دینی مسئلہ پر قرآن مجید سے استدلال کریں - اور پھر ہمارے علماء دین میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو آنکھ بند کر کے کہنا شروع کر دیں کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآن شریف پر ہے نہ ہو سکتا ہے - واقعاً یہ لوگ بھی اونھیں لوگوں کی طرح ہیں جو نیا مذہب ایجاد کرنے کے خبط میں مبتلا ہیں - جب دیکھا کہ دوسروں نے نبوت کا دعوے کر کے اپنا کاروبار پھیلا دیا - اپنی دنیا بنالی - اپنی شہرت حاصل کر لی - یا حدیث سے انکار کر کے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنالی - تو یہ بیچارے بھی دنیوی جاہ و

جلال کے خواب دیکھنے لگے۔

ہدایت خاتون۔ پیٹ کا مسئلہ بہت مشکل اور خطرناک ہوتا ہے۔ اس کے لئے انسان جب چوری کرتا۔ ڈاکا ڈالتا۔ خونریزی کرتا۔ فتنہ و فساد کرتا ہے تو مذہب ایجاد کرنے یا مذہبی مسئلہ تراشنے میں کس کی پروا کر سکتا ہے۔ مشہور ہے چندیں شکل برائے اکل۔

مولوی صاحب مگر علمائے کرام کی شان میں ایسی باتیں پیش کرنی چاہئیں۔

ہدایت خاتون۔ کیا خوب۔ جو لوگ محض دنیا کمانے کے لئے مذہب کی تجارت بنائیں اُنکے بارے میں کچھ نہ بولا جائے؟ خیر اب ذرہ اُن مولوی صاحب کی (جو لکھنؤ کے کسی مذہبی رسالہ یا اخبار کے ایڈیٹر بھی ہیں) دلیل تو سناؤ جس سے انھوں نے یہ عقل کا حیران کرنے والا مسئلہ ایجاد کیا ہے کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآن پر ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب۔ بہت دنوں سے انھوں نے اس کا شور وغل بلند کر رکھا ہے شیعوں کے سیکڑوں اعتراضات ہمارے مذہب پر ہوتے رہتے ہیں۔ دن رات ان کے علماء و واعظین اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے اور کبھی اصول اور کبھی فروع کے متعلق اپنے دلائل پیش کر کے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر یہ لکھنوی مولوی صاحب نے ان سب کا جواب چھوڑ کر بس اسی ایک بات کو پکڑ رکھا ہے کہ شیعوں کا ایمان نہ قرآن پر ہے نہ ہو سکتا ہے۔

ہدایت خاتون۔ کیا خوب۔ اسی کو کہتے ہیں ہارے گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ خیر اب ذرہ ان مولوی صاحب کی دلیل تو مجھے سناؤ۔

مولوی صاحب۔ سنو۔ اُن مولوی صاحب کا نام ہے مولوی عبدالشکور صاحب ایڈیٹر النجم۔ انھوں نے لکھنؤ میں کسی شیعہ طالب علم سے جون ۱۹۱۱ء میں ایک مناظرہ کیا تھا۔ اس کا روداد انھوں نے ایک الگ رسالہ کی صورت میں شائع کیا جس کا نام ہے "روداد مباحثہ شیعہ و سنی"۔ اس میں لکھتے ہیں "میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ شیعہ اہلسنت کے درمیان کیا اختلاف ہے۔ اصل اختلاف دو باتوں میں ہے۔ اول یہ کہ اہلسنت قرآن مجید کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن اپنی امت کو دیا تھا وہ یہی ہے۔ اُن کے بعد اس قرآن میں نہ کمی ہوئی نہ بیشی۔ نہ تغیر

تبدل نہ ترتیب کی اُلٹ پلٹ۔ اور قرآن شریف پر حضرات شیعہ ایمان نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ یہ سب خرابیاں قرآن شریف میں رسول اللہ صلعم کے بعد ہوئیں۔ میں اپنے اس دعوے کی بابت مختصر اور قطعی دلیل پیش کرتا ہوں کہ یہ قرآن شریف جمع کیا ہوا خلفاء ثلثہ کا ہے اور اس امت کو انھیں کے ہاتھوں سے ملا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرات شیعہ خلفاء ثلثہ کو منافق اور کافر اور بے دین اور خدا جانے کیا کیا سمجھتے ہیں جسکی بابت تقریر کا پہلا سلسلہ چل بھی رہا ہے۔ ان دونوں باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ ایسے ہوں انکی دی ہوئی اور ان کی جمع کی ہوئی کتاب پر ہرگز اعتبار نہیں ہو سکتا۔ پھر گویا اسکی توضیح اس طرح کرتے ہیں" اول دلیل جو نہایت مختصر ہے وہ یہ کہ قرآن شریف جمع کیا ہوا خلفاء ثلثہ یعنی حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کا ہے اور امت محمدیہ میں یہ دولت جسے نصیب ہوئی ہے اونھیں کی بدولت اور اونھیں کے ہاتھ سے ملی ہے۔ اور حضرات شیعہ ان حضرات خلفاء کو دشمن دین اسلام اور کافر و منافق و مرتد فرماتے ہیں۔ ان دونوں باتوں کے ملانے سے یہ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن موجودہ پر حضرات شیعہ کا ایمان نہیں ہو سکتا جو شخص ان برائیوں کے ساتھ موصوف ہو جس کا اوپر ذکر کیا گیا اوسکی دی ہوئی اور جمع کی ہوئی کتاب بلکہ اس کے کسی کام پر جو متعلق اس دین کے ہو جس کا وہ دشمن ہے ہرگز کسی طرح اعتبار نہیں ہو سکتا۔ یہ بات محتاج دلیل نہیں ہے مگر تبرکاً مالک عرش و کرسی کے کلام سے استیناس اس امر کا کیا جاتا ہے۔ قولہ تعالے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا اے ایمان والو اگر لائے تمہارے پاس کوئی فاسق (یعنی خلاف شرع کام کرنے والا) کسی خبر کو تو تحقیق کرو یعنی بغیر تحقیق نہ مانو۔ معلوم ہوا کہ جب فاسق کی خبر کا یہ حکم ہے کہ بغیر تحقیق نہ مانی جائے خواہ کسی درجہ میں اس کا فسق ہو تو جو کافر ہو اور دشمن دین ہو اسکی لائی ہوئی خبر جمع کی ہوئی کتاب پر یقین لانے کی ممانعت بدرجہ اولےٰ ہوگی" (ص ۱۱ و ۱۲)

ہدایت خاتون۔ بس یہی دلیل ہے یا اور بھی کچھ ہے

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ::. جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

مولوی صاحب۔ نہیں بس اسی قدر ہے۔ اسی کو مختلف لباس پہنا کر ادا کرتے رہتے ہیں

ہدایت خاتون۔ دونوں تقریریں ایک نہیں ہیں۔ پہلی میں اونھوں نے اپنے متعلق یہ دعوے کیا ہے کہ" اہلسنت قرآن مجید کو مانتے ہیں اور رکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم نے جو قرآن اپنی امت

کو دیا تھا وہ یہی ہے اُن کے بعد اس قرآن میں نہ کمی ہوئی نہ بیشی نہ تغیر نہ تبدل نہ ترتیب کی اُلٹ پلٹ"۔ تو سوال یہ ہے کہ یہ سب محض دعوے ہی ہے یا اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟ ابھی شرح عقائد تفتازانی، شرح فقہ اکبر وغیرہ کتابیں نکالی گئیں اور اس عقیدہ کو تلاش کیا گیا مگر ایک حرف بھی اس کے متعلق نہ ملا تو مولوی صاحب ممدوح سے سوال کرنا چاہئیے کہ آپ کس دلیل سے یہ بیان کرتے ہیں کہ اہلسنت قرآن مجید کو مانتے ہیں اور یہ کہ اس میں نہ کمی ہوئی نہ بیشی۔ یہ دعوے تو بالکل شیعوں کا ہے کہ "ہم قرآن مجید کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے جو قرآن اپنی امت کو دیا تھا وہ یہی ہے"۔ چنانچہ اپنے علماء کرام اور جلیل القدر کتابوں کی عبارتیں بھی پہلے میں نے سُنادی ہیں۔ لیکن تمہارے علماء نے بھی اگر قرآن مجید کے متعلق یہ عقیدہ رکھا ہو تو بتاؤ۔ اس کے بعد تمہارے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ "ان کے بعد اس قرآن میں نہ کمی ہوئی نہ بیشی نہ تغیر تبدل نہ ترتیب کی اُلٹ پلٹ"۔ تو میری گزشتہ تقریروں میں اس کے ہر حرف کا جواب موجود ہے۔ کمی کے متعلق پوری بحث کر چکی ہوں [1] تمہارے مولوی عبدالشکور صاحب تو یہ دعوے کر رہے ہیں۔ مگر تمہارے مقدس پیشوا۔ حضرت رسولخدا صلعم کے محترم صحابی اور حضرت عمر خلیفہ دوم کے فرزند رشید حضرت عبداللہ ابن عمر تاکید فرماتے تھے کہ لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کله ۔ ما یدریه ما کله قد ذهب منه قرآن کثیر ولکن لیقل قد اخذت ما ظهر منه ۔ خبردار کوئی یہ نہ کہے کہ مجھے پورا قرآن مل گیا۔ کسی کو کیا معلوم کہ پورا قرآن کس قدر تھا۔ اس میں سے قرآن کا بڑا حصہ جاتا رہا۔ البتہ یہ کہو کہ اب قرآن کا جس قدر ظاہر ہے وہی میں نے لیا (تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۱۰۹ و اتقان جلد ۲ ص ۲۵ وغیرہ)

مولوی صاحب ۔ اس روایت کو تو تم پہلے بھی بیان کر چکی ہو۔

ہدایت خاتون ۔ اس کو کیا۔ میں تو بیسوں روایتیں بیان کر چکی ہوں۔ اب بتاؤ کہ مولوی عبدالشکور صاحب کا دعوے مانوگے یا حضرت عمر کے فرزند کا کیا عبداللہ ابن عمر مسلمان نہیں تھے؟ کیا وہ صحابی رسول نہیں تھے! کیا وہ اہلسنت سے نہیں تھے؟ کس قول کو اختیار کرتے ہو۔

مولوی صاحب ۔ حضرت عبداللہ بن عمر تو اسلام اور اہلسنت کے اتنے زبردست

---

[1] دیکھو جوہر قرآن کا صفحہ ۱۸۵ سے ۱۹۸ تک ۱۲ منہ

رکن تھے کہ ہزاروں علماء بھی ان کی جوتیوں کی خاک کے درجہ تک نہیں پہونچ سکتے۔ ان کا قول سند اور حجت ہے۔ دنیائے اہلسنت میں کون شخص ایسا ہے کہ اس کا قول حضرت ممدوح کے قول کے مقابلہ میں تسلیم کیا جائے۔ لوگ سمجھتے ہیں بکا کریں۔ یا تو ان کتابوں کو جھٹلایا جائے یا حضرت ابن عمر کی تکذیب کی جائے یا اس زمانہ کے پیشہ ور مولویوں کو دشمن اسلام و اہلسنت کہا جائے۔ اس کے سوا اسے تو کوئی چارہ نہیں ہے۔

ہدایت خاتون۔ دوسرا دعوےٰ ان کا یہ ہے کہ "اس میں بیشی بھی نہیں ہوئی" تو میں بیشی کے متعلق بھی پہلے تقریر کر چکی ہوں [1] تغیر و تبدل اور ترتیب کی الٹ پلٹ سے انکار کرنا تو کمال درجہ اپنی عقل کی داد دینا ہے۔ قرآن مجید میں مکی سورتوں کے پہلے مدنی سورتوں کا اور مدنی سورتوں کے بعد مکی سورتوں کا ہونا کوئی چھپی ہوئی بات ہے؟ اور میں نے بھی پہلے پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اگر تم سے ممکن ہو تو جواب دو یا انھیں لکھنوی مولوی صاحب سے سب کا جواب منگوا دو۔

مولوی صاحب۔ لاحول ولاقوۃ۔ وہ کیا چیز ہیں۔ جب اُن دلیلوں کا جواب مجھ سے نہ ہو سکا تو وہ کیا دے سکیں گے۔ بولو بات بنانے اور خواہ مخواہ انکار کرنے کا تو کسی کے پاس علاج نہیں ہے۔ قادیانی فرقہ والوں کا جواب سیکڑوں علماء دیتے ہی رہتے ہیں مگر وہ نہیں مانتے تو کیا کیا جائے بت پرستوں کو اہل اسلام ہر طرح سمجھاتے اور بت پرستی کی مذمت دکھاتے ہیں۔ لیکن وہ نہیں مانتے تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ عیسائیوں آریوں کے اعتراضات کس درجہ بیجا اور قابل مضحکہ ہوتے ہیں۔ اور اُن سب کا جواب ہماری طرف سے برابر دیا جاتا ہے۔ اب وہ نہیں مانتے تو کسی کا کیا زور چلتا ہے۔ اسی طرح تم نے تحریف قرآن کے کل اعتراضات کا پورا اور تشفی بخش جواب دے دیا ہے۔ اگر کوئی نہ مانے تو کیا علاج ہے۔ خیر یہ تو اہلسنت کے عقیدہ کے متعلق گفتگو ہے۔ اس پر تم مفصل بحث کر چکی ہو اور میرے خیال میں کتب اہلسنت سے قرآن مجید کی تحریف یقیناً ثابت ہے۔ البتہ تمہارے اور برادرں نے جو اعتراض کیا ہے کہ "قرآن مجید خلفاء ثلثہ کا جمع کیا ہوا ہے جس کو شیعہ منافق اور کافر اور بے دین اور خدا جانے کیا کیا سمجھتے ہیں تو جو لوگ ایسے ہوں اور ان کی دی ہوئی اور ان کی جمع کی ہوئی کتاب پر ہرگز اعتبار نہیں ہو سکتا۔

[1] دیکھو جوہر قرآن صفحہ ۲۲ وغیرہ

اس کا جواب دو۔ مگر جواب ایسا ہو کہ جلد بات ختم ہو جائے زیادہ وقت نہ صرف ہو۔

ہدایت خاتون۔ یہ اعتراض تو ایسا ہے کہ ہر شخص جو جاہل بھی ہو آسانی سے رد کر دے گا اور صرف جواب ہی نہیں دے گا بلکہ اس پر زور سے قہقہہ بھی لگائیگا۔ کوئی صاحبِ عقل تو یہ اعتراض نہیں کر سکتا۔

مولوی صاحب۔ اس سے کام نہیں چلے گا۔ تم مفصل جواب بیان کرو۔

ہدایت خاتون۔ اگر تمہاری عقل اس اعتراض کو واقعاً اعتراض سمجھے تو میری رائے ہے کہ تم حضرت اعلےٰ سے کہو کہ سرکار کے کتب خانہ میں جس قدر علوم و فنون کی کتابیں یورپ۔ بیروت وغیرہ کی چھپی ہوئی ہیں۔ سب میں آگ لگوا دیں یا دریا میں ڈلوا دیں۔

مولوی صاحب۔ یہ کیا؟ اس سے کیا شیعوں کا ایمان قرآن پر ثابت ہو جائیگا؟

ہدایت خاتون۔ ثابت ہو یا نہ ہو مگر تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ ان کتابوں کو جلد از جلد کتب خانہ سے نکلوا کر کہیں پھکوا دو۔

مولوی صاحب۔ تمہارا دماغ صحیح ہے؟ اب کیسی باتیں کرنے لگیں اس کا مطلب کیا ہوا؟

ہدایت خاتون۔ اس کا مطلب یہی کہ تاریخ طبری۔ طبقات ابن سعد۔ تاریخ یعقوبی۔ کتاب الملل و النحل وغیرہ جو ہزاروں کتابیں علماء اسلام کی لکھی ہوئی ہیں چونکہ ان سب کو یورپ کے عیسائی لوگوں نے چھاپ کر شایع کیا۔ کسی مسلمان کا ہاتھ ان میں نہیں لگا۔ لہذا غیروں کی چھاپی اور شائع کی ہوئی کتابوں پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نول کشور پریس لکھنؤ میں بھی عربی فارسی کی جس قدر کتابیں علماء اسلام کی چھپی اور برابر چھپتی رہتی ہیں ان سب کے بارے میں اشتہار دلوا دو کہ کل مسلمان اپنے مکانوں سے نکال کر پھینک دیں کیونکہ ہندو دُن کا کیسے اعتبار ہو سکتا ہے کہ وہ صحیح کتابیں چھاپیں گے۔ بلکہ یہ بھی اعلان کرو دو کہ اب کوئی ریل پر نہ سوار ہوا کرے۔

مولوی صاحب۔ ارے ریل نے کیا قصور کیا کہ اس کی سواری سے روک دوں۔

ہدایت خاتون۔ اس لئے کہ ریل کا ٹکٹ بھی تو غیر مسلموں ہی کا چھپوایا ہوتا ہے اور تمہارے اصول کے مطابق جو لوگ ایسے ہوں ان کے دیئے ہوئے ٹکٹ پر اعتبار نہیں ہونا چاہیئے پھر انجن کا گارڈ اگر غیر مسلم ہے تو معلوم نہیں وہ کہاں لے جائے۔ دہلی کا ٹکٹ ہو اور بمبئی پہونچا دے کیونکہ

اسس اصول کے مطابق اس پر اطمینان نہیں ہو سکتا۔ کسی ٹیکسی پر جس کا ڈرائیور غیر مسلم ہو کوئی سوار نہ ہو کیونکہ اس اصول کے مطابق اعتبار نہیں ہو سکتا۔ کسی بینک سے کوئی انگریزیا ہندو نوٹ دے تو وہ بھی نہ لینا چاہیئے کیونکہ وہ سب غیر مسلم ہیں ان کے دیئے ہوئے نوٹ پر کیسے اعتبار ہو گا۔ کسی ہندو یا سکھ یا پارسی یا انگریز ڈاکٹر کے ہاں سے دوا بھی نہیں لینی چاہیئے کیونکہ اس اصول کے مطابق اس دوا پر ہرگز اعتبار نہیں ہو سکتا۔ یہ اشتہار بھی دے دینا چاہیئے کہ اب کوئی شخص حج کو نہیں جایا کرے کیونکہ انگریزی کپتان پر کیسے اعتبار ہو گا کہ یہ اوسی جگہ پہونچا دیتے۔ کسی بننے سے کپڑا بھی نہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس اصول کے مطابق کیسے اعتبار ہو گا کہ اس سے مارکین مانگی جائے گی تو مارکین ہی دے گا۔

مولوی صاحب - یہ کیا مہملات تم بکنے لگیں۔ مارکین آدمی اپنی آنکھ سے دیکھکر لیتا ہے یا بزاز کے کہنے

ہدایت خاتون - پھر قرآن مجید کو بھی مسلمانوں نے ان خلفاء سے دیکھکر۔ خود پہچان کر اور خدا کا کلام سمجھ کر لیا تھا یا اُن کے کہنے سے؟

مولوی صاحب - اس مثال کو تم نہیں پیش کر سکتیں۔ یہ اس پر چسپاں نہیں ہوتی۔

ہدایت خاتون - اور یہ دلیل چسپاں ہوتی ہے کہ چونکہ خلفاء بقول شیعہ بے دین تھے لہذا ادنکے جمع کئے ہوئے قرآن مجید پر شیعوں کا ایمان نہیں ہو سکتا؟

مولوی صاحب - کیا کہوں میری سمجھ میں نہ یہ آتا ہے نہ وہ۔ لیکن تم ذرہ تفصیل سے گفتگو کرو۔

ہدایت خاتون - ایسی واضح بات کی تفصیل کی کیا ضرورت ہے۔ اچھا اس مناظرہ کی کارروائی میں دیکھو شیعہ مناظر نے کیا جواب دیا۔

مولوی صاحب - وہ تو اس طرح لکھا ہے "میں اپنے کلام میں اوسی آیت سے ابتدا کرتا ہوں جس کو مولوی صاحب نے پیش کیا ہے کہ فاسق کی خبر بدون تحقیق قابل قبول نہیں ہے یہیں سے یہ معلوم ہو گیا کہ بعد التحقیق خبر فاسق قابل اعتبار ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ آیہ کلام مجید اس بات پر دال ہے کہ ہم بعد التحقیق خبر فاسق پر اعتماد کریں... نفس قرآن میں کہ جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں جسکو خدا کی کتاب جانتے ہیں اور نزول اوس کا رسول اللہؐ پر تسلیم کرتے ہیں اوس کے جمع کرنے سے اون حضرات ثلثہ کے کوئی خرابی نہیں لازم آتی اس لئے کہ یہ جمع کرنا کتاب اللہ کو انکی ذات کی طرف نہیں منسوب کرتا یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قرآن مجید جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں

یہ اون حضرات کا قرآن ہے اور جمع کرنے میں جو تغیرات جمع کرنے والے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں اس تغیر سے وہ کتاب یا وہ کلام اپنے متکلم یا اپنے مصنف سے نہیں خارج ہو جاتی ہے لہذا ان تمام دلیلوں سے یہ بات واضح و روشن ہوگئی کہ یہ کلام مجید کہ جو خدا کی کتاب ہے اس پر حضرات شیعہ کا ایمان ہے اور جمع کرنے سے اون حضرات کے کوئی خرابی لازم نہیں آتی ہے تاکہ کلام ہمارا قابل رد و قدح قرار پائے - میں مختصر سی تمثیل اس مقام پر پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مثلاً میں کسی کتاب کی تصنیف کروں اور اوس کو متعدد ورقوں میں بدون ترتیب متفرق طریقے سے چھوڑ جاؤں اور بعد میرے کوئی جامع اوس کو جمع کرے تو یہ بات ظاہر و واضح ہے کہ وہ کتاب اس جمع کرنے والے کی کتاب نہ ہوگی عام اس بات سے کہ وہ جمع کرنے والا کسی مرتبہ کا کیوں نہ ہو - اور یہ لکھی ہوئی کتاب جب اہل تحقیق کے سامنے پیش کیجا دے گی جو حالات متکلم و مصنف سے واقف ہیں تو وہ ہرگز اس کے جواب میں یہ نہ کہیں گے کہ یہ تمہاری جمع کی ہوئی کتاب ہے لہذا قابل تسلیم نہیں - پس معلوم ہو گیا کہ جامع کے جمع کرنے سے نفس شے میں کوئی خرابی نہیں ہوسکتی اور نہ یہ خبر بعد اس تحقیق کے قابل رد قرار پاسکے گی"۔

ہدایت خاتون - بس یا اور بھی کچھ لکھا ہے۔

مولوی صاحب - اس تقریر میں تو اور کچھ نہیں ہے مگر اس رسالہ کے جواب میں شیعوں کی طرف سے جو ایک رسالہ "شیعہ و سنی کے مناظرے پر تحقیقی نظر" چھپا ہے اس میں کچھ تفصیلی بحث کی ہے - لکھتے ہیں :-

"**تنقیح اول** :- یہ بات کہ قرآن جمع کیا ہوا خلفاء ثلثہ کا ہے اور اونھیں کے ہاتھوں امت محمدیہ کو ملا ہے اور خلفاء ثلثہ شیعوں کے نزدیک کافر اور دشمن اسلام تھے - بس شیعوں نے کس دلیل سے اس بات کا یقین کر لیا کہ خلفاء ثلثہ نے خیانت نہیں کی -

جواب :- اسکے تفصیلی جواب کے قبل میں مولوی عبدالشکور صاحب سے استفسار اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ امت محمدیہ وہ ہے جو قرآن کے جمع ہونے کے بعد پیدا ہوئی یا وہ بھی امت محمدیہ میں سے تھے جو جمع قرآن کے پہلے موجود تھے ؟ اگر وہ لوگ جو جمع قرآن سے پہلے موجود تھے امت محمدیہ میں نہ تھے تو درست ہے کہ اونھیں کے ہاتھوں سے امت محمدیہ کو ملا ہے - مگر آپ ثابت فرمائیں کہ جمع کرنے کے پہلے قرآن منزل قرآن نہ تھا اور امت محمدیہ امت محمدیہ نہ تھی - اور اگر وہ بھی امت محمدیہ

میں سے بنتے تو کسی طرح بھی یہ قول صحیح نہیں کہ امت محمدیہ کو اونھیں کے ہاتھوں ملا۔
دوسری یہ بات کہ قرآن جمع کیا ہوا خلفار ثلثہ کا ہے۔ اس میں اتنی اصلاح اور دیجئے کہ یہ قرآن جو ہمارے ہاتھوں میں ہے ورنہ قرآن کے جامع وہ بھی تھے جن کا قرآن آپ کے خلفاء کو ناپسند ہوا اور رد کیا گیا۔ کیوں حضرت آپ نے کچھ تحقیق کی ہے کہ کیوں نہ لیا گیا۔ کیا کچھ اس میں تحریف آپکے ہاں ثابت ہوئی تھی یا فقط علیؑ کی دشمنی کی وجہ سے؟ اگر تحریف تھی تو بھلا ایسے شخص کو مرتبہ ایسے پر خلیفہ تسلیم کرنا ایک عجیب بات ہے باوصفے کہ تحریف تو جب ثابت ہوتی جب اوسے لینے کے پہلے دیکھ تو سہی کہ اس میں ہے کیا۔ وہ تو یونہیں واپس کر دیا گیا۔
ہم نے مانا کہ قرآن مجید خلفار ثلثہ کا جمع کیا ہوا ہے۔ مگر آپ کو معلوم تو ضرور ہی ہوگا کہ کیونکر جمع ہوا یہ نسبت اونکی طرف ویسی ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ خلفاء عباسیین نے معقولات وحکمت یونان کا ترجمہ عربی میں کیا۔ کیا آپ اس نسبت کو صحیح سمجھیں گے؟ فقط اتنی بات تسلیم کرنے کے قابل ہے کہ خلفاء عباسیین نے حکم دیا۔ علمار نے اس کی تعمیل کی۔ علم سے علمار نے کام لیا۔ خلفار عباسیین نے حکم دیا۔ اسی طرح آپ کے خلفار ثلثہ کی بھی حالت ہے۔ وہ فقط اس بات کا حکم مرحمت فرماتے تھے کہ مسجد کے دروازے پر بیٹھو اور جو شخص گزرے اوس سے دریافت کرکے قرآن کو لکھ لو۔ یا حکم دیا کہ فلاں شخص کا مصحف چھین لاؤ۔ عبداللہ ابن مسعود کو مارو۔ حفصہ سے ان کا مصحف چھینو۔ قرآن کو جلا دو اسی قبیل احکام صادر فرمایا کرتے تھے۔ فقط جمع کرنے میں ان خلفار کو اتنی ہی مدخلیت تسلیم کی جاتی ہے۔ آپ فخر سے فرماتے ہیں کہ قرآن جمع کیا ہوا انھیں خلفار ثلثہ کا ہے اسی وجہ سے یعنی چونکہ جمع کرنے سے مراد یہ ہے کہ جمع کرنے کا حکم دیتے تھے اتقان میں فصل ثانی عشر میں روایۃ ابن ابی داؤد میں فقرہ فکان اول من جمعہ یعنی حضرت عمر نے پہلے قرآن جمع کیا۔ تفسیر سیوطی نے لکھا ہے والمراد بقولہ فکان اول من جمعہ اے استار جمعہ یعنی اول جامع ہونے سے مراد یہ ہے کہ اونھوں نے پہلی مرتبہ اسکے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس روایۃ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کا اس جمع میں کوئی حصہ نہ تھا ورنہ حضرت عمر کے لئے اولیت نہ ثابت ہوگی۔ حالانکہ بریدہ نے بیان کیا ہے اول من جمع القرآن فی مصحفہ سالم مولے ابی حنیفہ پہلا وہ شخص جس نے اپنے مصحف میں قرآن کو جمع کیا وہ سالم تھا۔ اس روایۃ نے حضرت عمر سے بھی وہ اولیت سلب کر لی ... ہم مانے لیتے ہیں کہ ہم نے خلفار ثلثہ کے ہاتھوں قرآن پایا تو آپ اس سے کیا چاہتے ہیں؟

تفصیل حسابات آمدنی و اخراجات بذریعہ انجمن تنظیم المومنین کجھوا ضلع سارن
بزمانہ ایجی ٹیشن از ابتداے اپریل ۱۹۳۹ء تا ستمبر ۱۹۳۹ء

آمدنی — (۱) فیس ممبری [illegible] (۲) چندہ اعانت از مومنین کجھوا [illegible] (۳) چندہ اعانت مخصوص براے تار واسطے دریافت احوال لکھنؤ بزمانہ گفتگوے صلح در اواخر زمانہ ایجی ٹیشن و دریافت خیریت اسیران فتحگڈھ جیل جنکے بھوک ہڑتال کی خبر ملی تھی [illegible] — میزان کل آمدنی [illegible]

اخراجات — (۱) خرچ ڈاک لفافہ پوسٹ کارڈ و اخراجات رجسٹری و فیس منی آرڈر معرفت خاص سکریٹری و معرفت خزانچی انجمن [illegible] (۲) خرچ تار واسطے دریافت حالات لکھنؤ وغیرہ [illegible]

(۳) کفالت عیال اسیران تبرا ساکن کجھوا ضلع سارن (بہار) [illegible]

(۴) ارسال بخدمت جناب سرکار ناصر الملت دام ظلہ العالی براے ریلیف بار اول تار [illegible]

(۵) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 بار دوم [illegible]

(۶) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 بار سوم [illegible]

(۷) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 براے اسٹ ضمانت فنڈ [illegible]

(۸) 〃 〃 منیجر صاحب سرفراز واسطے ضمانت فنڈ سرفراز پریس [illegible]

(۹) صرفہ خریدگی اخبارات براے انجمن [illegible]

(۱۰) اخراجات سفر بعض مجاہدین اسیران تبرا از کجھوا تا لکھنؤ [illegible]

(۱۱) ادائیگی زر نیلام جو پولیس کو بہرام صاحب اسیر تبرا کا مال چھڑانے میں دیا گیا [illegible]

(۱۲) دیگر اخراجات متفرق متعلقہ دفتر (کاغذ اجرت وغیرہ) [illegible]

میزان کل اخراجات	[illegible]	باقی کچھ نہیں
میزان کل آمدنی	[illegible]	

خادم قوم سید علی مظفر نقوی سکریٹری انجمن تنظیم المومنین کجھوا ضلع سارن مورخہ ۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء

(سید غازی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھپوا کر شائع کیا)

اصلاح

نمبر ۱ | ماہ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ | جلد ۴۳

مدیر

جناب مولانا سید ابن علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم



دار الاشاعۃ

کھجوا (صوبہ بہار)

(مکتبہ اکبر حسین جون پوری)

چندہ سالانہ خاص ہمدردوں سے پانچ روپیہ محصول ڈاک

چندہ سالانہ عام خریداروں سے تین روپیہ بیرون ہند پانچ روپیہ

مکرر پرچہ نہیں جا سکتا

بعض ہمدردان اصلاح اپنے پرچوں کی پوری حفاظت نہیں کرتے اور سال ختم ہونے پر دفتر اصلاح میں شکایت کرتے ہیں کہ اتنے نمبر نہیں ملے مکرر فوراً بھیج دیجئے۔ ان کل حضرات سے التماس ہے کہ جس وقت رسالہ پہونچا کرے پڑھکر اگر صندوق یا الماری میں مقفل کرکے بند کردیا کریں تو کوئی نمبر ضائع نہ ہو۔ ہاں ایک نمبر پہونچنے پر اگر ہمیں معلوم ہوگا کہ قبل کا نمبر نہیں ملا تو وہ مکرر روانہ کردیا جائیگا مگر دو تین نمبر کے بعد قبل کا نمبر طلب کیا جائیگا تو نہیں جا سکتا۔ مثلاً نمبر [illegible] پہونچنے پر اگر لکھا کہ نمبر [illegible] نہیں ملا تھا تو مکرر بھیجدیا جائیگا لیکن اگر نمبر [illegible] طلب کیجئے گا تو وہ نہیں جا سکتا۔ بلکہ اس کے لئے فی نمبرہ قیمت آپ کو بھیجنی پڑے گی اس کا خیال رکھیں۔

جو لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل جاتے ہیں

وہ فوراً دفتر اصلاح میں بھی اپنے جدید پتے کی اطلاع دیدیا کریں ورنہ انکا رسالہ اصلاح سابق پتے پر جاتا رہیگا اور پھر دفتر سے مکرر نہیں بھیجا جائیگا اکثر حضرات اسکی پابندی نہیں کرتے جس سے دفتر کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

۱۳۵۸ھ ہجری چندہ کا اصلاح

۱۳۵۷ھ و ۱۳۵۸ھ ہجری کا چندہ اصلاح جن حضرات نے ابتک نہیں بھیجا وہ فوراً بذریعہ منی آرڈر روانہ کرکے شکرگزار کریں ورنہ آیندہ نمبر ضرور وی پی روانہ کیا جائیگا جس میں آپکا ۳ر پیسہ فضول خرچ ہو جائیگا۔ بہت حضرات وی۔پی پہونچنے پر شکایت کرتے ہیں کہ وی۔پی کیوں بھیجدیا خط لکھکر چندہ کیوں نہیں طلب کیا۔ ان سب کی خدمت میں التماس ہے کہ دفتر میں اتنے محرر نہیں ہیں کہ ہر شخص کو طلب چندہ کا خط لکھا کریں اور نہ اتنا مال ہے کہ ہر شخص کو شکریہ کا پوسٹ کارڈ بھیجا جایا کرے۔ پس اس اطلاع کو آپ حضرات کارڈ خیال کرکے فوراً اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت فرما دیں کہ وی۔پی بھیجنا ہمارے لئے بڑی مصیبت ہے۔

ناول جمع قرآن و سوانح عمری حضرت عمر

دفتر اصلاح کے مشہور دلچسپ ناول تصویر عزا کے ختم ہونے پر برابر فرمائشیں آرہی ہیں مگر ہم بھیجنے سے مجبور اور وہ حضرات اسکے دیکھنے کے لئے بیچین ہیں۔ اسی طرح جو حضرات اسی وقت سے رسالہ اصلاح کے خریدار نہیں ہونگے اور ناول جمع قرآن و سوانحعمری خلیفہ دوم ختم ہونے پر طلب کرینگے تو بہت افسوس کرینگے پس جلد علم دوست حضرات اصلاح کے خریدار ہو جائیں۔

ہندو پنڈت کا رسالہ خلافت

ایک ہندو پنڈت ہرنام صاحب نے مسئلہ خلافت و امامت پر وہ زبردست تحریر شائع کی ہے جس سے بھی مذہب شیعہ کی حقیت مثل آفتاب روشن ہوئی ہے اس رسالہ نے برادران اہلسنت میں زلزلہ ڈال دیا۔ رسالہ اصلاح کو جدید خریدار دیکر یہ کتاب مفت طلب کیجئے

المشتھر:۔ منیجر اصلاح کھجوا (بہار)

اردو تفسیر قرآن

نہایت تحقیق و جامعیت سے شایع ہو رہی ہے۔ آج تک ایسی تفسیر اردو زبان میں نہیں چھپی تھی۔ صرف دو روپیہ سالانہ میں ۴۰ صفحہ ماہوار آپ کے پاس پہونچتی رہیگی۔ جلدی طلب کیجئے ورنہ دوبارہ اس کا چھپنا دشوار ہوگا۔ المشتھر:۔ مدیر دائرہ تحقیق کھجوا

فہرست مضامین اصلاح محرم ۱۳۵۹ ہجری نمبر ۱ جلد ۴۳

عالیجناب نواب [illegible] سالار جنگ بہادر [illegible] [illegible] الرحیم [illegible] سے سال گزشتہ

حیدرآباد دکن کا اصلاح [illegible] [illegible] ۱۳۵۸ھ [illegible] ریاست حیدرآباد دکن

[illegible] مشہور و معروف [illegible] عالی جناب نواب

سر سالار جنگ بہادر [illegible] اصلاح کی [illegible] میں مبلغ ایک سو پچیس روپیہ عنایت فرما کر

اس رسالہ کی زندگی کو [illegible] مستحکم کیا۔ اس کے بیان کے [illegible] الفاظ نہیں ملتے۔ خدائے کریم

ممدوح کی عزت و شان و جاہ و جلال میں [illegible] آپ کے وجود ہی جود سے دین

و ملت کو بڑی قوت حاصل ہے۔ اور [illegible] سے ہمارے [illegible] سیراب ہوتے رہتے ہیں۔

انصار اصلاح حسب [illegible] اس سال [illegible] رسالہ کو جدید خریدار عنایت فرما کر کمال [illegible] دوسرے حضرات بھی جلد توجہ فرمائیں۔ (۱) جناب سید

شاہ علی امام اشرف صاحب [illegible] انسپکٹر [illegible] انچارج [illegible] ۳۔ ممدوح نے تینوں

حضرات سے پیشگی چندہ [illegible] روانہ فرمایا ۲، جناب سید نذیر حسین صاحب

[illegible] امین گو.کھیو (۳) [illegible] سید [illegible] علی [illegible] (۴)، جناب سیٹھ فقیر محمد حاجی

صاحب [illegible] (۵) [illegible] پولیس ضلع مظفر گڈھ

(۶)، جناب سید [illegible] حسن صاحب [illegible] السیداہ [illegible] (۷)، جناب سید امیر حسین شاہ صاحب

راولپنڈی (۸)، جناب منشی مظفر علی خاں صاحب سب انسپکٹر پولیس فیروز پور (باقی آیندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح

نمبر ۱ | ماہ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ | جلد ۴۳

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین ابی القاسم محمد و آلہ الطیبین الطاہرین۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ لقد عظمت الرزیۃ وجلت المصیبۃ بک علینا وعلےٰ جمیع اہل الاسلام۔ وجلت وعظمت مصیبتک فی السماوات والارض۔ فلعن اللہ امۃ اسست اساس الظلم والجور علیکم اہل البیت عظم اللہ اجورنا واجورکم بمصابنا بالحسین وجعلنا وایاکم من الطالبین بثارہ مع ولیہ الامام المہدی من آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام

الحمد للہ والشکر لہ کہ محض اسی منعم حقیقی کے بے حد و پایان فضل و کرم سے اس کے دین حق اور صراط مستقیم کے خادم رسالہ اصلاح کی جلد ۴۲ مکمل ہو گئی اور اسی قادر مطلق نے اسکی زندگی کا تینتالیسواں سال شروع کیا۔ وہ آئندہ بھی اس کو اپنی توفیق و تائید سے سرفراز کرتا رہے۔ اور اسکی خدمات کو قبول فرمائے

نور خدا کے بجھانے کی اسلام سوز کوشش محرم ۵۸ھ شروع ہوتے ہی دشمنانِ خدا و رسولؐ نے عزاداری پر گولہ باری کی ابتدا کردی۔ اور حامیان مدح صحابہ پہلے سے زیادہ طاقت کے ساتھ اس بدعۃ کے جاری کرنے کی کوشش پر آمادہ ہو گئے لکھنؤ میں مدح صحابہ پڑھکر جیل بھر رہے ہیں۔ چونکہ یو۔ پی حکومت میں بھی کئی وزیر سنی ہیں اہلسنت کی دلیری بہت بڑھ گئی۔ سمجھتے ہیں اب ہم جس بدعۃ کو چاہیں جاری کرا دیں۔ پس امام مظلوم کے جان نثارو! تمہارے امتحان کا وقت بھی آپہونچا۔ یاد رکھو تم حیدر کرار غیر فرار کے شیعہ ہو۔ اپنی ہمت، استقلال اور ایثار سے دنیا والوں کو مبہوت کردو۔ بالکل مظلوم بنے رہو مگر اپنی جان اپنا مال اپنی اولاد تک کو اپنے مولا پر فدا کر دینے کا عزم مستحکم کرلو۔ پھر قدرت خدا کا تماشہ دیکھو۔ یقیناً تم فتحیاب ہو کر رہو گے اور مدح صحابہ کا فتنہ دنیا سے اوسی طرح مٹا دو گے جس طرح اسیران کربلا نے اپنی مظلومیت کے جوہر دکھا کر یزیدی سلطنت کی نیو تک کھود ڈالی اور ایک شخص بھی اوس کا مدح کرنے والا باقی نہیں رہا

احسانات حسین علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علے محمد و آل محمد

حمد اور تعریف اُس خدائے عزوجل کے لئے زیبندہ ہے جس کی مدح و ثنا کی حقیقت کو اچھے اچھے زبان دانوں کی گویائی نہیں پہونچ سکتی محاسب اور شمار کرنے والے اُس کی نعمتوں اور بخششوں کے شمار کرنے سے عاجز اور بڑے بڑے کوشش کرنے والے اُس منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں وہ خداوند بزرگ و برتر ایسا ہے جس کو ہمتیں، ارادے اور عزم نہ پا سکتے ہیں اور نہ دانائیوں، زیرکیوں اور عقلوں کی گہرائیاں اُس کی تہ تک پہونچ سکتی ہیں۔ بس پروردگار عالم نے اپنے لطف و کرم سے حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نبی رحمت مبعوث فرمایا جو تمام انبیاء کی شہادت دینے والے اور دو عالم کے لئے بشیر و نذیر تھے۔ اے پروردگار اپنے بندہ اور رسول محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اپنی تکریمات اور تحیات شریفہ اور برکات کو قائم و برقرار کر دے جو خاتم انبیاء، علوم سربستہ کے فاتح اور نہایت سچائی و حق کے ساتھ امر حق کا اعلان کرنے والے۔ باطلوں کے جوش کے دافع اور بڑی بڑی سطوت و جبروت والے گمراہوں کا مغز پاش پاش کرنے والے ہیں پروردگار تو ہی اُن پر درود بھیج۔

تمہید

شاہ است حسین و بادشاہ است حسین :: دین است حسین و دین پناہ است حسین

سرداد نہ داد دست در دست یزید :: حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے صوفی باصفا اور روحانی فلاسفر نے چار مصرعے حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شان مبارک میں نظم فرمایا تھا۔ یہ چار مصرعے ایسے ہیں کہ ان کی تفسیر اگر لکھی جائے اور اُن کی توضیح پوری طور سے کی جائے تو بہت بڑے وقت کی ضرورت ہوگی۔ اس پر بھی جتنا چاہیئے اور جو اس کا حق ہے پورا نہ ہوگا۔ حضرت خواجہ صاحب موصوف کی ذات سے ہندوستان کا

بچہ بچہ واقف ہے۔ اور آپ کے علم و فضل و بزرگی و روحانیت کا شہرہ عام ہے۔ لہذا یہ مصرعے بھی ان سب وجوہ سے ویسے ہی ہوں گے اور ان کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں ہے اور نہ ظاہر بین نگاہیں ان کی گہرائیوں کو پہونچ سکتی ہیں اور اگر ناواقف شخص کے سامنے یہ مصرعے پڑھے جائیں تو ان کے ظاہرا معنی پر متعجب ہوگا لیکن اگر کچھ غور و فکر سے کام لیا جائے تو ان مصرعوں کے معنی و معرفت کس قدر خیال میں آسکتے ہیں۔ کیوں نہ ہو یہ مصرعے بھی تو ایسی مہتم بالشان ہستی کی تعریف و معرفت میں ہیں کہ جس کا وجود دین اسلام کے واسطے ابدی حیات کا سبب ہے۔ جو راکب دوش نبیؐ ہے۔ وہ جس کی محبت مسلمانوں پر واجب قرار پائی۔ اور جو جوانان جنت کا سردار ہے۔ اور جس نے قرآن پاک کا عملی نمونہ پیش کر کے حق و باطل کا فیصلہ ہمیشہ کے واسطے کر دیا اور عمدہ مثالیں پیش کر دیں۔

امابعد۔ حقیر نے یہ ارادہ کیا کہ ان مصرعوں کی کچھ تفسیر لکھے۔ گرچہ یہ کام نہایت مشکل اور اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کی وجہ سے نہایت دشوار ہے لیکن بھروسہ پر خدائے پاک کے اسکی ہمت کیا۔ اب دعا خدائے پاک سے ہے کہ بطفیل جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اس عاجز سے یہ کام اختتام کو پہونچا دے اور مقبولیت کا درجہ عطا فرمائے۔ ان مصرعوں کے معنی ظاہر بظاہر تو بہت سادہ ہیں۔ لیکن نظر غور سے اگر اس کے مضمون کی تلاش کی جاوے تو بہت شاندار ہیں۔ اب اس جگہ تھوڑی سی حالت دین کی لکھنا ضرور ہے تا یہ امر ظاہر ہو جاوے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے بعد دین کی کیا حالت ہوگئی تھی اور کیسے کیسے آلام میں مبتلا تھا۔ وھو ھذا

خاندان بنی امیہ کو باستثناء چند اسلام سے سخت دشمنی تھی۔ اور اگر خاندان بنی امیہ کا قدم اسلام کے اندر نہ ہوتا تو اس میں شک نہیں کہ اسلام کو اس قدر نقصان اٹھانا نہ پڑتا۔ اور اگر میں تاریخی واقعات اور بادشاہان بنی امیہ کے حالات کو مفصل اس مختصر رسالہ میں لکھوں تو بہت طول ہو جائے گا۔ مختصر یہ کہ رسول اسلام کی آنکھیں بند ہوئی تھیں کہ عالم اسلام میں فتنہ و فساد کی آندھیاں چلنے لگیں۔ اسلام کے مقابلہ میں وہ کینۂ دیرینہ جواب تک بنی امیہ کے دلوں میں آتش زیر خاک کی طرح چھپی ہوئی تھی شعلہ ور ہوگئی۔ مولفۃ القلوب منافقین جن کو رسول اللہؐ نے مصالح ظاہری کے خیال سے مال و زر کی بوچھار سے اب تک موافق رکھا تھا رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اپنے دلی مقاصد کے

سرانجام کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور ان کے دل میں اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے
کے منصوبے بندھ گئے۔ دوسری طرف بنی ہاشم کی ممتاز فردیں جنگ بدر و اُحد کے کفار
ومشرکین کے خون کی ذمہ دار تھیں اور اب تک اسلامی ترقیوں کا سہرا بڑی حد تک انکے
سر تھا۔ اسی کی وجہ سے مقتول کفار کے ورثہ کے دلوں میں ظاہری اسلام لانے کے بعد
بھی ان کا بغض و عناد جگہ کئے ہوئے تھا۔ حیات رسول اللہؐ میں پوری کوشش کی گئی
کہ ان افراد کی اہانت و تذلیل کی جائے۔ مگر وحی کا نہ ٹوٹنے والا سلسلہ اور رسولؐ کی
نہ چپ رہنے والی زبان اُن کی مدح و ثنا کے دفتر کھولے ہوئے دشمنوں کی محنتوں پر
پانی پھیرتی رہتی تھی۔ بلکہ یہاں تک خدائے پاک نے حکم دے دیا کہ اے رسولؐ اپنی
رسالت کی خدمت کا عوض کچھ اور مسلمانوں سے نہ مانگو بلکہ صرف محبت اور خلوص اپنے
اقرباء کے ساتھ طلب کرو" قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ۔ بنی"
اہلبیتؑ سے دشمنی، بغض و حسد اور اس کے ساتھ اسلام کی دشمنی و عناد نے عجیب عجیب
صورتیں اختیار کیں جس کے ساتھ ملک و دولت اور نظم و نسق عالم کی طمع نے سونے پر سہاگہ
کا کام کیا۔ اسلام اور اُس کے خاموش محافظوں کے برخلاف مخالفت کا وہ طوفان برپا
ہو گیا کہ العظمت للہ۔ مگر وہ حکیم اسلام خاموش طرز عمل سے اسلام کی حفاظت کر رہا تھا ورنہ
اسلام مٹ چکا تھا اور صفحۂ دنیا اس وقت شریعت اسلامیہ کے نقش سے سادہ نظر آتی۔
بنی امیہ نے جن کی عداوت اسلام کے لئے ضرب المثل ہے اور رسول اللہؐ کو جن کے ہاتھوں
سے سخت ترین مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ خلافت اول کے زمانہ میں اسلام کے مٹانے
کے لئے مکر و تزویر کا جال پھیلا دیا۔ یعنی ابو سفیان جو اُس وقت اسی گروہ کا بزرگ
خاندان تھا۔ وہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے پاس آکر کہنے لگا "بڑے افسوس
کی بات ہے کہ خلافت کے بارے میں تم لوگوں پر سب سے رذیل خاندان قریش کا غالب
آگیا۔ خدا کی قسم میں تمہاری مدد کے لئے زمین حجاز کو سوار و پیادہ سے بھر دوں گا" (دیکھو
استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف جلد اول ص ۳۴۵) یہ وہ سمیت آمیز اور زہریلا کلمہ تھا
کہ اگر چل جاتا تو اسلام کا خاتمہ ہی تھا کیونکہ وہ اعراب جو اسلامی تعلیمات و اخلاق سے ابھی
نئے نئے آشنا ہوئے تھے اور اس کو بار گراں سمجھتے تھے کسی غیر معمولی سی خانہ جنگی کے بعد فوراً
اسلام کو خیر باد کہہ دیتے۔ تھوڑے بہت جو مسلمان باقی رہتے وہ طرفین کے جنگ و جدال

میں کام آتے اور اسلام کا آج دنیا میں کوئی نام لینے والا نہ ہوتا۔ لیکن امیرالمومنینؑ کی بصیرت افروز نظر متکلم کے کلام سے پہلے اس کے ضمیر کو دیکھ رہی تھی لہذا جواب میں وہ سخت لہجہ اختیار کیا کہ دوبارہ ایسے کلام کی جرأت نہ ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ تو ہمیشہ اسلام کا دشمن رہا ہے اور ہو میرے سامنے سے (بنی امیہ کی اس سازش سے ان کے سچے اور خالص ہمدرد اسلام ہونے کا پتہ چلتا ہے) تاریخوں کا دفتران تمام واقعات سے بھرا پڑا ہے یہ بات تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حسینؑ کا اسلام سے گہرا تعلق حسینؑ کو اسلام سے کس قدر گہرا تعلق تھا۔ اور پیغمبر اسلام کی نگاہ میں آپ کی کیا وقعت تھی اور قرآن و احادیث سے کس قدر عظمت و بزرگی آپ کی ثابت ہے۔ اس کے بعد ان مصرعوں کی تفسیر خود بخود سمجھ میں آجائے گی جس کو بہت بڑے روحانی فلاسفر نے لکھا ہے۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی رسالہ مناقب سادات میں اہلبیتؑ کی محبت و مودت کے باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی محبت بے حد اور ان کی پہلے درجہ کی تعظیم و تکریم قرآن مجید اور احادیث رسول کریمؐ سے ثابت ہے۔ دیکھئے حق سبحانہ تعالےٰ فرماتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربےٰ۔ یعنی اے رسول کہدو کہ میں تبلیغ احکام میں تم سے کچھ بھی مزدوری نہیں چاہتا۔ ہاں اپنے قرابت مندوں کی محبت کہ انھیں تم لوگ دل سے دوست رکھو۔ اس آیت پاک کی تفسیر میں صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ نے عرض کی۔ اے رسولخداؐ آپ کے قرابت مند کون ہیں جن کی محبت و تعظیم و تکریم ہم پر واجب کی گئی ہے۔ فرمایا علیؑ و فاطمہؑ اور اُن کے دونوں بچے (یعنی حسنؑ و حسینؑ)۔ کشاف کی ایک اور روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اپنے پیارے خدا کو پیار کرو تاکہ صبح کو خدا کی نعمت کا شکر ادا ہو اور مجھے خدا کی دوستی کی وجہ سے دوست رکھو اور میری اولاد کو میری محبت کی وجہ سے پیار کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعوےٰ کرے اُسے آپ کی خوشنودی کے لئے ضرور ہے کہ آپ کے فرزندوں کو دل وجان سے دوست رکھے۔ صاحب کشاف زاہد یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اہلبیتؑ کو پیار کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اُن کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے تو خدا اُسے رحمت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ کشاف کے دوسرے موقع

میں یوں منقول ہے کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ اے لوگو ہوشیار ہو محمدؐ کی اولاد کی محبت پر جو کوئی مرے گا اُس کا خاتمہ ایمان کامل پر ہوگا ۔ جو شخص اولاد محمدؐ کی دوستی پر جان دیگا وہ ثابت قدمی کے ساتھ گزرے گا ۔ محمدؐ کی اولاد کی دوستی پر مرنا شہادت کا ذریعہ ہے جو اولاد محمدؐ کی دوستی پر جان و مال قربان کرے گا اُسے جنت میں ایسے بناؤ سنگار کے ساتھ بھیجیں گے جیسے دولھن کو آراستہ کر کے شوہر کے گھر بھیجتے ہیں ۔ تم میں سے جو کوئی محمدؐ کے فرزندوں کی محبت میں مرے گا اہلسنت والجماعت کے طریقہ پر مرے گا۔

کتاب اشرف النبوت میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسنؑ و امام حسینؑ کو پکڑ کر فرمایا کہ جس نے مجھے اور ان دونوں بچوں اور انکے ماں باپ کو دوست رکھا وہ قیامت کے روز ضرور میرے ساتھ بہشت میں داخل ہوگا۔

اشرف النبوۃ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میں چار قسم کے لوگوں کا ضرور شفیع ہوں گا۔ اگرچہ تمام اہل زمین کے گناہ اپنے ہمراہ لے کر آدیں۔ پہلا وہ گروہ جو میری اولاد کی محبت و تعظیم کرے ۔ دوسرا جو اُن کو دل و جان سے زیادہ دوست رکھے اور مصابیح وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں اپنے بعد چھوڑے جاتا ہوں (۱) خدا کی کتاب (۲) اپنی عترت ۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے ۔ کشاف اور اشرف النبوۃ سے نقل کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے اہلبیتؑ پر ستم کیا اور میری اولاد پر ایذارسانی کا درپے ہوا اُس پر یقیناً جنت حرام ہے ۔ شواہد النبوۃ میں وارد ہے کہ ایک دن رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسینؑ کو اپنے دائیں ران پر اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو بائیں ران پر بٹھائے ہوئے تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ آئے اور سلام کے بعد عرض کی کہ خدا تعالےٰ آپ کے لئے ان دونوں کو جمع نہ کرے گا۔ ضرور ان میں سے ایک کو آپ سے لے لیگا ۔ اب آپ ان دونوں میں سے جسے چاہیں اپنے پاس رکھنا پسند و اختیار کریں ۔ آپ نے خیال فرمایا کہ حسینؑ کے فوت ہونے سے صرف مجھ ہی کو سوز و گداز نہ ہوگا بلکہ مجھ سے زائد اُن کے فراق میں علیؑ و فاطمہؑ بیزار ہوں گے ۔ اور ابراہیم کے انتقال سے زیادہ میری ہی رگ جان کو نشتر الم ہوگا ۔ پس میں نے اپنے رنجونم کو علیؑ و فاطمہؑ کے غم و الم پر ترجیح دے کر حسینؑ کو اختیار کیا ۔ چنانچہ اس واقعہ کے تیسرے دن حضرت ابراہیم کا

انتقال ہو گیا۔ یوں تو ہزارہا حدیث و واقعات جناب امام حسین علیہ السّلام کی شان پاک میں وارد ہوئے ہیں۔ مگر بنظر اختصار یہ چند حدیثیں بطور نمونہ کے بیان کی گئیں۔ اب ناظرین کرام کو پوری طور سے جناب امام حسین علیہ السلام کے حالات پر روشنی پڑتی ہے کہ اس ذات پاک کو آنحضرت سرور کائنات فخر موجودات اور اسلام سے کیا تعلق تھا۔ قرآن پاک میں بہت سی جگہ خداوند قدوس نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ بندہ کو کسی باطل قوت کا خوف دل میں نہیں لانا چاہئے اور نہ کسی شخصیت سے مرعوب ہونا چاہیے۔ اگر خوف کھانے اور ڈرنے کے لائق سب تو وہی خداوند قدوس ہے اور ہر مصیبت میں صبر و شکر کے ساتھ راضی برضا رہنا چاہئے۔ خداوند کریم نے ایک جگہ یوں فرمایا ہے کہ ہم اپنے بندوں کو آزماتے ہیں خوف و بھوک اور نقصانِ مال و تلفِ نفس اور اولاد کی موت سے لیکن جو بندے کہ صابر و شاکر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سب چیز اللہ کی ہے اور اوسی کی طرف لوٹ جانے والی ہے۔ خدا کی طرف سے ان کو بشارت ہو۔ آیت پاک یہ ہے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ناظرین غور فرمائیں کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے کیا اس آیۃ پاک کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا؟

یزید کا کفر

اب اس جگہ پر یزید کی بدکاریوں اور کفر کا تذکرہ کرنا واقعات کے اصلی پہلو پر پہونچنے کے لئے ضروری ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ ایسے وقت میں حضرت امام حسین علیہ السّلام پر اپنی جان قربان کرکے اسلام کو بچانا ضروری و لازمی تھا۔ مورخین کے بیان کے مطابق یزید ایک نہایت بداخلاق اور سیہ کار شخص تھا۔ اوس کی بوالہوسیوں اور عیاشیوں کے واقعات ایسے ہیں کہ انھیں دیکھ کر اور سُن کر تہذیب آنکھیں بند کر لے۔ اور شرافت کانوں میں انگلیاں دے لے۔ اس کا نہ کوئی مذہب تھا اور نہ کسی اخلاقی اصول کا وہ پابند تھا وہ علانیہ شراب کے جام ڈھالتا۔ بربط و طنبور سے دل بہلاتا۔ بلا تکلف ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے چمنستان حسن میں گلچینی کرتا۔ کتوں اور بندروں کو اعزاز و تکریم کی مسندوں پر بٹھاتا۔ مولانا مفتی اکرام اللہ بن نبیرۂ جناب مولانا عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے کتاب سعادت کونین میں یزید کی بد اخلاقیوں اور کفر کی بحوالہ کتاب مناقب سادات یوں تصویر کھینچی ہے کہ یزید نے زنا اور لواطت، شرب خمر و معاصی کو مباح کر دیا۔

بھائی بہنوں ۔ ان بیٹوں میں تزویج جائز کر دی ۔ اصول کا یہ مسئلہ ہے کہ جو شخص اللہ کے حرام کو حلال کر دے یا رسولؐ کے احکام کو استخفافاً ترک کرے یا ان پر کسی قسم کا طعن و تمسخر کرے وہ جملہ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک کافر ہو چکا ۔ اور حضرت خواجہ حسن نظامی اپنی کتاب محرم نامہ میں یزید کے بد اخلاقیوں کی یوں تعریف اس کے تخت نشینی کے باب میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی تمنی پیدا کردہ بادشاہت یزید ابن معاویہ کو مل گئی بنی امیہ کا سب سے بڑا نامور بادشاہ تخت پر بیٹھ گیا ۔ یہ وہ سلطان ہے جس نے اپنے بوڑھے باپ معاویہ سے عہد کی تھی کہ میں قرآن و سنت کے سوائے اور کسی کی پیروی نہ کرونگا ۔ تم اس کو مرحبا کہو یہ بڑا معتقد قرآن سنت ہے ۔ دیکھو زنا کرتا ہے شراب پی لیتا ہے اور جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے ان کو اپنے لئے حلال سمجھتا ہے ۔ تم کو نماز کا حکم دیتا ہے مگر خود نہیں پڑھتا ۔ اس سے زیادہ سنت کی پیروی کیا ہوگی ۔ بڑا با کمال ہے ۔ بڑا متوالا ہے سیر و شکار میں زندگی بسر کرتا ہے ۔ کیوں نہ ہو بنی امیہ کے گھر کا گو ہر سب چراغ ہے ایک بڑے باپ کا بیٹا ہے جس نے حضرت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب سے تیغ زنی کی ۔ ایک شہرہ آفاق دادا کا پوتا ہے جس نے سرور کائنات رسول عرب و عجم کو ہمیشہ آزار پہونچائے ۔ آفرین کہو کہ یہ آدم خور ہندہ کا پرورش یافتہ ہے ایسے مجموعہ صفات نیر درخشاں کو لوگ ملعون کہتے ہیں ۔ پلید کہتے ہیں ۔ تم نہ کہو کہ دوزخ کے سب سے بڑے شہریار کی شان میں تم کو زبان کھولنے کا حق نہیں ہے ۔ یہ ہیں یزید کے افعال ، اور یہی یزید چاہتا ہے بیعت لینا جناب امام حسین علیہ السلام سے ۔ اور اس کو ہے دعوائے خلافت ۔ یہ مردود خلیفہ و نائب رسولؐ ہونے کا مدعی ہے ۔ اور اسلامی حکومت و خلافت کی باگ ایسے کے ہاتھ میں ہے کہ حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؓ تو بے شک یہ کوئی شاعری نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے ۔ کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قوم کا بادشاہ یا خلیفہ یا سردار جس طریقہ کو اختیار کرتا ہے اور عملی نمونہ پیش کرتا ہے عوام بھی زیادہ تر اسی کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور اوسی کی پیروی کرتے ہیں ۔

حسینؓ کا احسان اسلام پر

اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر حسینؓ اس فعل پر یزید کے معترض نہ ہوتے اور یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا اسلام کا وجود باقی رہ سکتا؟ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں ۔ اس لئے حسینؓ نے اپنی جان دے کر اسلام کو زندہ کیا ۔ اور کلمۂ توحید

کو ہمیشہ کے واسطے قائم کر دیا ورنہ ایسی مہتم بالشان قربانی کی ضرورت حضرتؑ کو نہ ہوتی۔ حسینؑ کے ہر فعل و عمل سے قرآن پاک کے احکامات کی روشنی نمایاں تھی۔ اس لئے خواجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ "دین است حسینؑ"۔ اور یہ عام بات ہے کہ جب کوئی شخص خوف و آلام میں گرفتار ہوتا ہے تو کسی ایسے آغوش میں پناہ گزیں ہوتا ہے جس سے کہ اُسے نجات کی امید ہوتی ہے۔ اس لئے اُس وقت اسلام مصیبت و پریشانی کی حالت میں جناب امام علیہ السلام کے آغوش میں پناہ گزیں تھا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ "دین پناہ است حسینؑ"، چونکہ یزید لعین یہ جانتا تھا کہ میری ان بد افعالیوں پر جناب امام حسینؑ معترض ہیں۔ اس لئے انھوں نے میری بیعت نہیں کی۔ یہ ایسا کانٹا ہے جس کو نکالنا چاہیئے یا کم سے کم کسی طور سے جناب امام علیہ السلام میرے نقش قدم پر چلنے کو طیار ہو جاویں۔ چنانچہ اس کے واسطے بہت بڑا اہتمام کیا گیا۔ گزشتہ تاریخ اور اسلام کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے ہر بالبصیرت شخص سمجھ سکتا ہے کہ علی مرتضیٰؑ کا فرزند اور رسولؐ کے خاندان کا سب سے بزرگ مرتبہ شخص اگر ان حالات کی موجودگی میں یزید کی بیعت کر لیتا تو کیا اسلام کا نام بھی عالم میں باقی رہ سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ حسینؑ کی غیرت و حمیت و اسلامیت کبھی اس کو گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے رسولؐ کے دین کو برباد ہوتے ہوئے دیکھیں اور سکوت کریں۔ حسینؑ کا فعل کتنے گہری سیاست اور عقلمندی پر مبنی تھا چنانچہ کربلا کے واقعہ نے یزید کے کفر و فسق و فجور کو طشت از بام کر دیا اور امام علیہ السلام کی شہادت نے عالم کی آنکھیں کھول دیں۔ کربلا میں مظالم کا خاتمہ ہوا۔ ایک طرف شام و کوفہ کے لشکر کی بے رحمی۔ وحشیانہ برتاؤ اور ننگ انسانیت افعال۔ دوسری طرف حسینؑ اور ان کے انگلیوں پر شمار کر لینے کے قابل رفقاء کا صبر و تحمل۔ ثبات قدم، وفاداری اس نے دنیا کے سامنے حق و باطل کو علیحدہ علیحدہ کر کے پیش کر دیا۔ غفلت و لاعلمی کے وہ گہرے پردے جو آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے ایک مرتبہ اٹھ گئے اور حقیقت کا چہرہ صاف نظر آنے لگا۔ اہل اسلام اس وقت جس فضا میں پرورش پا رہے تھے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ شریعت اسلام کا نام و نشان تک باقی نہ رہتا اور دنیا کے سامنے حقیقت کے واضح ہونیکا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ جو حسینؑ نے اختیار کیا۔ اور کربلا میں عورتوں کو بچوں کو اپنے ساتھ لانے کا فلسفہ یہ تھا کہ اگر تنہا حسینؑ قتل کر دیئے جاتے تو حقیقت کی وہ تبلیغ جو

بصورت موجودہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی۔ لیکن اہلبیت رسولؐ کی اسیری اور ان کو ہر کوچہ و بازار میں پھرائے جانے اور اس پر ان کے صبر و ضبط، حلم و غضب اور عجائب معارف و حقائق سے مملو خطبوں نے حقائق اسلام پر ایک عالمگیر روشنی ڈال دی اس لئے خواجہ صاحب نے فرمایا "سر داد نہ داد دست در دست یزید، حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ"

اے حسینؑ ابن علیؑ میرا اسلام آپ پر ہو۔ آپ نے جان و مال، آبرو ہر چیز کو اسلام پر فدا کر دیا۔ آپ نے اپنے نانا کی شریعت کے مقابل میں کسی چیز کو عزیز نہیں کیا۔ آپ نے دنیا کو حقیقی توحید نہ بھولنے والا سبق یاد دلایا آپ بظاہر خود مٹ گئے مگر اسلام کو زندہ کر گئے۔ آپ کے ہر خون کا قطرہ جو کربلا کی زمین پر گر رہا تھا شریعت میں ایک روح پھونک رہا تھا۔ مذہب آپ کا رہین منت ہے اور اسلام آپ کے احسان سے سر نہیں اوٹھا سکتا۔ خدا آپ کے سامنے ہماری طرف سے درود کا تحفہ پیش کرے۔ فقط

اب یہ عاجز بہ امید مغفرت بزرگوں کے چند مصرعوں پر خاتمہ کرتا ہے

الٰہی بحق بنی فاطمہ ؞ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی در قبول ؞ من و دست و دامان آل رسولؐ

یارب برسالت رسول الثقلین ؞ یارب بغزا کنندۂ بدر و حنین
عصیان مرا دو حصہ کن در عرصات ؞ نیمے بہ حسنؑ بخش و نیمے بہ حسینؑ

ناچیز:۔ عبدالمجید رشیدی ماہ پوری

شیعوں کی گالیاں

تبرا۔ لعنت اور قرآن مجید

برادران اسلام! آج چند شیعوں کی ضد میں تبرا اور لعنت کو سنی بھائیوں کی طرف سے گالی کہا جاتا ہے اور یہ کہنے والے ان پڑھ جاہل نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے مولوی، مولانا اور سنی اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان ہیں جو دنیا کے محض تھوڑے سے فائدے کے لئے تمام مسلمانوں کی عافیت کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔ سنی اور حنفی بھائیوں کے لئے یہ نہایت شرم اور افسوس کی بات ہے کہ وہ صرف تھوڑے سے شیعوں کی ضد میں اللہ پاک۔ رسول مقبول اور سیدنا حضرت ابراہیم دجن کی ملت حنیف میں اللہ پاک نے تمام مسلمانوں کو قرار دیا ہے اور جن کی سنت کے اتباع کا تمام مسلمانوں کو قرآن پاک میں حکم دیا ہے، سیدنا حضرت داؤدؑ۔ سیدنا حضرت عیسٰیؑ سب کو گالی بکنے والا قرار دیں۔ اور معاذ اللہ معاذ اللہ قرآن پاک کو گالیوں کی کتاب کہیں

کیونکہ قرآن شریف میں پچاسوں جگہ اللہ تعالےٰ نے خود بھی لعنت فرمائی ہے اور اپنے ملائکہ سے بھی لعنت بھجوائی ہے اور اپنے پیغمبروں اور تمام بندوں سے لعنت کرائی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تبرا قرآن شریف میں کئی جگہ موجود ہے (دیکھو پ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۴۔ آیت ۱۱۴) جس میں سے کچھ مقامات قرآن پاک سے چھانٹ کر معہ حوالہ پارہ و سورہ و رکوع و آیت مولانا شاہ حضرت اشرف علی صاحب تھانوی۔ قادری چشتی دام ظلہ کے ترجمہ کے ساتھ ذیل میں پیش کرنے کے بعد نام نہاد اور گندم نما جو فروش مولوی صاحبان و اڈیٹران اخبار ۴ کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ اگر تبرا اور لعنت گالی ہے تو آپ کا خدا۔ آپ کے پیغمبر۔ آپ کے فرشتے اور آپکی کتاب (جس پر آپ ایمان رکھتے ہیں اور جس کا آپ روز کلمہ پڑھتے ہیں) کیا معاذاللہ یہ سب کے سب گالیاں بکنے والے ہیں؟ یہ مولوی صاحبان آج سنی بھائیوں کو ورغلا کر کچھ ٹکے کما لیں لیکن کل خدا اور رسولؐ کو کیا منہ دکھائینگے اور اس کا کیا جواب دینگے جب خود قرآن پاک میں ایک پورا سورہ تبرے کا موجود ہے جس کا دوسرا نام سورہ توبہ ہے اور قرآن پاک کی وہ سورۃ جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یعنی سورہ محمدؐ۔ اس میں بھی اللہ پاک نے منافقوں پر لعنت بھیجی ہے (دیکھو پ ۲۶۔ سورہ محمد رکوع ۳۔ آیت ۲۴) اگر لعنت گالی ہوتی تو پھر قرآن پاک میں یا محمدؐ (رسول اللہ صلعم) کے نام سے جو سورہ موسوم ہے اسمیں وہ لفظ ہو سکتا تھا؟

برادران اسلام! اگر تم خود پڑھے لکھے نہیں ہو تو تمہاری قوم میں خدا کے فضل سے حافظوں کی کمی نہیں ہے۔ تم ان سے دریافت کرو کہ جن آیتوں کا حوالہ اور ذکر کیا جا رہا ہے وہ قرآن شریف کی آیتیں ہیں یا نہیں۔ برادران اسلام! آج تم نے ایک نئی بات کی ابتدا کر کے بظاہر بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ لیکن ذرا اس کے نتیجہ پر تو غور کرو کہ جو بات آج تک کبھی ہندوستان میں کیا تمام دنیا میں نہیں ہوئی تھی وہ ان مولوی صاحبان کی بدولت صفحہ تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ثبت ہو گئی۔ اگر صرف ایک ہی مرتبہ کے لعنت پڑھنے پر ایک ایک شیعہ جیل بھیجدیا گیا ہے جب بھی تین ہزار مرتبہ پیشوایان دین کو محض ان مولوی صاحبان کی بدولت علانیہ معاذاللہ لعنت بھیجی گئی۔ اور ۶۔ سُنّی اور مشہور عالم حاجی شاہ محمد مسلم صاحب جون پوری۔ عبدالمنان صاحب جون پوری۔ عبدالصمد صاحب جون پوری۔ حاجی محمد صوفی صاحب اور ایک انگریز یہ سب شیعہ ہو گئے اور فوراً ہی جیل روانہ ہو گئے۔ یہ سب واقعات اور حقیقتیں ہیں جو نہ چھپائی

جا سکتی ہیں اور نہ جن پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔ یہ سب انھیں مولوی صاحبان کی برکات ہیں اور آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

برادران اسلام! چونکو اور ہشیار ہو۔ ایسے مولویوں کا بالکل بائیکاٹ کرو جن کو کبھی اسکی فکر نہیں ہوئی کہ جاپان چین کے مسلمانوں کو تباہ کر رہا ہے۔ اٹلی یورپ کی واحد اسلامی سلطنت البانیہ کا خاتمہ کئے دیتا ہے۔ انگریز فلسطین کے مسلمانوں کو رات دن گولیوں کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ خود ہندوستان میں حیدر آباد کی اسلامی سلطنت پر اغیار چڑھائی کر رہے ہیں۔ شہید گنج کی مسجد۔ اجودھیا کی شاہی مسجد پر کتنے مظالم ہوئے۔ خاص تمہارے صوبہ میں بعض مقامات پر گائے کی قربانی تا نوناً بند ہو گئی۔ لیکن ان مولوی صاحبان کو ذرا فکر نہ ہوئی۔ لیکن مدح صحابہ اور تبرے بازی میں کتنے جیل خانہ بھر دیئے گئے۔

کیا رسولؐ پاک۔ اہلبیت اطہار۔ اصحاب کبار انصار ابرار کی پاک روحیں ان مولویوں کی بے وقت کی شہنائی سے ناخوش ہوکر یہ نہ کہتی ہونگی کہ تم لوگ ہم کو شہادت کے بعد بھی چین نہیں لینے دیتے اور کفار و مشرکین سے بھی زیادہ ہمارے دشمن ہو۔ برادران اسلام! زمانہ کی حالت اور اپنے بھائیوں کی ذہنیت کو دیکھتے ہوئے آخر میں آپ سے یہ گزارش بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن پاک کی آیتیں اور اوس کے الفاظ جس کو آج کل معاذ اللہ گالی کہا جا رہا ہے اُن کا مرتبہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اتنا ہے کہ بغیر طہارت اور وضو اسکو چھونے کا بھی حکم نہیں لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (پ ۲۷ سورہ واقعہ آیت ۸۰ رکوع ۴) ترجمہ: "اس کو وہی شخص چھوئے جو طاہر ہو اور وضو کئے ہوئے ہو" لھذا اس پرچہ کو پڑھنے کے بعد بے احتیاطی سے نہ ڈال دیجئے جس سے اللہ پاک کے کلام شریف کے ساتھ بے ادبی ہو۔ ورنہ مواخذہ وار آپ ٹھہریں گے ہ والسلام راقم آپ کا ہمدرد بھائی مظفرؔ الہ آبادی

لہ گر ہمیں مذہب وہمیں ملا۔ کار امت خراب خواہد شد

ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری چشتی حنفی	عبارت آیت (قرآن مجید)	نمبر آیت	رکوع	نام سورہ	پارہ	نمبر شمار
بلکہ اُنکے کفر کے سبب اُن پر خدا کی مار ہے سو بہت ہی تھوڑا سا ایمان رکھتے ہیں[۲۰]	لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ	۸۸	۱۱	بقرہ	۱	۱
سو خدا کی مار ہو ایسے منکروں پر[۲۱]	فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ	۸۹	۱۱	۲	۱	۲

نمبر شمار	پارہ	سورۃ	رکوع	آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب۔ تھانوی قادری۔ چشتی۔ حنفی
۳	۲	بقرہ	۱۹	۱۵۹	أُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ	ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت فرماتے اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ص ۳۰
۴	۲	بقرہ	۱۹	۱۶۱	أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ	ایسے لوگوں پر لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی بھی سب کی ص ۳۰
۵	۲	〃	〃	۱۶۶	إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ	جبکہ وہ لوگ اُن لوگوں سے صاف الگ ہو جاویں گے
۶	〃	〃	〃	۱۶۷	فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا	ہم بھی اُن سے صاف الگ ہو جاویں جیسا کہ یہ ہم سے صاف الگ ہو بیٹھے ص ۳۱
۷	۳	آل عمران	۶	۶۱	فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِينَ	پس جو شخص آپ سے عیسیٰؑ کے باب میں حجت کرے آپ کے پاس علم آئے ہوئے بعد تو آپ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں اُن پر جو ناحق ہوں ص ۸۹ و ۹۰
۸	۳	آل عمران	۹	۸۷	أُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ	ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی۔ ص ۹۶
۹	۵	نساء	۷	۴۶	وَلٰكِنْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ	مگر ان کو خدا نے ان کے کفر کے سبب اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور

نمبر شمار	پارہ	نام سورہ	رکوع	نمبر آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری چشتی حنفی
۹	۵	نساء	۷	۴۶	اِلَّا قَلِيْلًا	اب وہ ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑے سے آدمی ص ۱۳۵
۱۰	۵	نساء	۷	۴۷	اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا اَصْحٰبَ السَّبْتِ	یا اُن پر ہم ایسی لعنت کریں جیسی لعنت اُن ہفتہ والوں پر کی تھی
۱۱	۵	نساء	۸	۵۲	اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا	یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے اور خدا جس کو ملعون بنادے اس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے ص ۱۳۶
۱۲	۵	نساء	۱۳	۹۳	وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا	اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہنا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے اور اس کے لئے بڑی سزا کا سامان کریں گے۔ ص ۱۴۷
۱۳	۵	نساء	۱۸	۱۱۸	لَعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا	جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے اور جس نے یوں کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے اپنا مقررہ حصہ اطاعت کا لے لوں گا
۱۴	۶	مائدہ	۳	۱۳	فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً	تو صرف اُن کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ص ۱۷۴

نمبر شمار	پارہ	سورۃ	رکوع	آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری چشتی حنفی
۱۵	۶	مائدہ	۹	۶۱	قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ	آپ کہئے کہ کیا میں تم کو ایسا طریقہ بتلاؤں جو اس سے بھی خدا کے یہاں پاداش ملنے میں زیادہ بُرا ہو۔ وہ اُن اشخاص کا طریقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کردیا ہو اور اُن پر غضب فرمایا ہو۔ ص۱۸۶
۱۶	۶	مائدہ	۹	۶۴	وَ قَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَ لُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ	یہود نے کہا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہوگیا ہے۔ ان ہی کے ہاتھ بند ہیں اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت سے دور کردیئے گئے۔ بلکہ ان کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں ص۱۸۸
۱۷	۶	"	۱۱	۷۸	لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُودَ وَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَ كَانُوا يَعْتَدُونَ	بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے اُن پر لعنت کی گئی تھی داؤدؑ اور عیسٰیؑ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے ص۱۹۱
۱۸	۸	اعراف	۴	۳۸	كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا	جس وقت بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کریگی۔ ص۲۴۵
۱۹	۸	"	۵	۴۴	فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ	ایک پکارنے والا دونوں (اہل جنت و اہل دوزخ) کے درمیان میں پکاریگا کہ اللہ کی مار ہو اُن ظالموں پر ص۲۴۵

نمبر شمار	پارہ	نام سورۃ	رکوع	آیت	عبارت آیت قرآن مجید	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ قادری چشتی حنفی
۲۰	۱۰	توبہ	۱	۱	بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ	اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اُن مشرکین سے دست برداری ہے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا ص ۲۹۷
۲۱	۱۰	"	۹	۶۸	وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ	اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اُن کو عذاب دائمی ہوگا۔ ص ۳۱۴
۲۲	۱۱	"	۱۴	۱۱۴	فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ	پھر جب اُن (حضرت ابراہیم) پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے واقعی ابراہیم بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے۔ ص ۳۲۶
۲۳	۱۲	ہود	۲	۱۸	أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ	سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ ص ۳۵۵
۲۴	۱۲	"	۵	۶۰	وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ	اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت میں بھی ص ۳۶۳
۲۵	۱۲	"	۹	۹۹	وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ	اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ رہی ہے اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔ ص ۳۷۰

نمبر شمار	پارہ	سورة	رکوع	آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری چشتی حنفی
۲۶	۱۳	رعد	۳	۲۵	وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ	اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو انکی پختگی کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور خدا نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے اُن کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اُس جہان میں خرابی ہوگی ص ۴۰۴
۲۷	۱۴	حجر	۳	۳۴ و ۳۵	قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ	ارشاد ہوا تو آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو مردود ہوگیا اور بے شک تجھ پر لعنت رہیگی قیامت کے دن تک۔ ص ۴۲۰
۲۸	۱۸	نور	۱	۷	وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ	اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۔ ص ۵۵۶
۲۹	۱۸	نور	۳	۲۳	اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ	جو لوگ تہمت لگاتے ہیں اُن عورتوں کو جو پاک دامن ہیں۔ ایسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور اُن کو بڑا عذاب ہوگا۔ ص ۵۵۹
۳۰	۲۰	قصص	۴	۴۲	وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ	اور دنیا میں بھی ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگادی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔ ص ۶۲۰

ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی - قادری چشتی - حنفی	عبارت آیت (قرآن مجید)	نمبر آیت	رکوع	نام سورۃ	پارہ	نمبر شمار
پھر قیامت میں تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہو جاویگا اور ایک دوسرے پر لعنت کریگا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ صفحہ ۶۳۴ و ۶۳۵	ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ	۲۵	۳	عنکبوت	۲۰	۳۱
بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اسکے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ صفحہ ۶۷۷	اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا	۵۷	۷	احزاب	۲۲	۳۲
وہ بھی پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاویگی۔ صفحہ ۶۷۸	مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا	۶۱	۸	″	۲۲	۳۳
بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور ان کے لئے آتشِ سوزاں تیار کر رکھی ہے۔ صفحہ ۶۷۸	اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا	۶۴	″	″	۲۲	۳۴
اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انھوں نے ہم کو راستہ سے گمراہ کیا تھا اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔ صفحہ ۶۷۸	وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا	۶۷ و ۶۸	″	″	۲۲	۳۵

نمبر شمار	پارہ	نام سورۃ	رکوع	آیت	عبارت آیت (قرآن مجید)	ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قادری۔ چشتی۔ حنفی
۳۶	۲۳	ص	۵	۷۷و ۷۸	قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ	ارشاد ہوا تو آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو مردود ہو گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک۔ صـ ۲۸
۳۷	۲۴	مومن	۶	۵۲	يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ	جس دن کہ ظالموں کو ان کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور اُن کے لئے لعنت ہوگی اور اُن کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی صـ ۵۱
۳۸	۲۶	محمد	۳	۲۳	أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ	یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ صـ ۵۰۸
۳۹	۲۶	فتح	۱	۶	وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا	اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے ہیں۔ ان پر بُرا وقت پڑنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور اُن کو رحمت سے دور کر دیگا اور اُن کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے

فقط منقول از اشتہار مطبوعہ فیض آباد



میرے پیارو! میرے دلارو!! میری آنکھ کے تارو!!! میں بڑے افسوس اور نہایت قلق سے دیکھ رہا ہوں کہ جب سے یو۔پی گورنمنٹ نے مدح صحابہ کے متعلق السپ کمیٹی کا فیصلہ شائع اور اپنا حکم نافذ کیا ہے تم لوگ ٹھنڈے ہوگئے ہو۔ تعجب ہے کہ میرے پیرو ہو کر حکومت کے غلط اور مہمل فیصلہ پر تم سب خاموش ہو گئے پگیٹ کمیٹی ہو یا السپ کمیٹی دونوں ہی کا فیصلہ نا قابل تسلیم ہے کیونکہ دونوں ہی انگریز تھے جن کے لئے میں نے اپنے زمانہ حکومت میں خاص احکام جاری کر دیئے تھے۔ نور چشم دلخت جگرم مولوی شبلی صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ نے جو میری سوانح عمری لکھی ہے اس میں تم نے پڑھا ہوگا[1] غرض تم لوگوں نے کیوں انگریزوں کی بات مان لی؟ تم سب جانتے ہو کہ میں نے اکثر موقعوں پر اپنی رائے کے مقابلہ میں کسی کی کوئی پرواہ نہیں کی جس طرح آج تم لوگ محکوم ہو اور تمہارے اوپر دوسرا حاکم ہے۔ اسی طرح میں بھی ایک زمانہ میں محکوم تھا۔ مگر جب حکومت کی کوئی غلطی دیکھتا ٹوک دیتا اور وہ نہ مانتی تو میں اپنی عقل ہی کے مطابق عمل کرتا۔ انسان کو چاہیئے کہ اس کے دل میں جو جذبات پیدا ہوں ان پر فوراً عمل شروع کر دے

---

[1] مولوی صاحب نے تاریخی کتابوں سے خلاصہ کر کے ان احکام کو اس طرح لکھا ہے۔ "حضرت عمر نے ذمیوں کے حق میں یہ حکم دیا کہ وضع اور لباس وغیرہ میں کسی طرح مسلمانوں کا تشبہ نہ کرنے پائیں۔ کمر میں زنار باندھیں۔ لمبی ٹوپیاں پہنیں۔ گھوڑوں پر کاٹھی کسیں۔ نئی عبادت گاہیں نہ بنائیں۔ شراب اور سور نہ بیچیں۔ ناقوس نہ بجائیں صلیب نہ نکالیں بنو تغلب کو یہ بھی حکم تھا کہ اپنی اولاد کو اصطباغ نہ دینے پائیں۔ ان سب باتوں پر یہ مستزاد کہ حضرت عمر نے عرب کی وسیع آبادی میں ایک یہودی یا عیسائی کو نہ رہنے دیا۔ اور بڑے بڑے قدیم خاندان جو سیکڑوں برس سے عرب میں آباد تھے جلاوطن کر دیئے" (الفاروق جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)۔ اس کے ساتھ حضرت عمر نے جزیہ بھی قائم کر دیا تھا جزیہ وہ ٹیکس ہے جو حاکم اسلام کافروں پر لگاتا ہے کہ سال بھر کا فی نفر دینار بیت المال میں داخل کرے" (انوار اللغۃ پ ۵ صفحہ ۴۱)

اور دوسروں کے خیالات یا احکام کی پروا نہ کیا کرے۔ یہی آزادی کا حقیقی معنے ہے۔
۔ خدا نے عقل و فہم کا مادہ ہر شخص میں اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ جس بات کو وہ مناسب سمجھے اس کے انجام دینے میں کسی بڑی سے بڑی ہستی کا بھی کوئی لحاظ نہ کرے۔
دیکھو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت رسول خدا صلعم نے مجھے بلا کر کہا کہ تم قریش کے پاس جاؤ کہو کہ رسول اللہؐ تم سے لڑنے کو نہیں بلکہ حج کے ارادہ سے آئے ہیں مگر میری عقل نے کہا کہ حضرتؐ کی یہ رائے ٹھیک نہیں ہے تو میں نے صاف کہہ دیا اور حضرتؐ کے حکم کی تعمیل نہیں ہی کی۔ صلح کے وقت بھی میں نے حضرتؐ کے فعل کو مناسب نہیں سمجھا تو صاف کہہ دیا کہ آپ اسلام کی عزت مٹاتے ہیں کفار سے لڑتے کیوں نہیں؟ پھر حضرتؐ نے انجام معاہدہ کے بعد ہدی ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہیں سے قربانی کرکے اور بال منڈوا کر مدینہ واپس چلو۔ تین مرتبہ حضرتؐ نے ایسا ہی کہا لیکن میں نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی۔ پھر جب عبداللہ بن اُبی منافق مرگیا اور حضرت رسول خداؐ اوس کے جنازے پر نماز پڑھنے لگے تو میں نے حضرتؐ کا جامہ پکڑ لیا اور زبردست اعتراض کردیا کہ آپ منافق کی نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہیں؟ پھر حضرتؐ نے اپنی وفاۃ سے پہلے لشکر اسامہ کے ماتحت مجھے بھی مدینہ سے روانہ کرنا چاہا مگر میری عقل نے اس حکم کو مناسب نہیں سمجھا بلکہ اس میں میری ذلت نظر آئی۔ صریح نقصان بھی دکھائی دیا تو میں نے اسکی بھی تعمیل نہیں کی۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا بھی کہ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ۔ جو لوگ اسامہ کے ساتھ نہیں جاتے ان پر خدا لعنت کرے۔ مگر اب بھی میں نے مدینہ کا چھوڑنا خلاف عقل ہی سمجھا۔ پھر دنیا سے انتقال کے قریب حضرتؐ نے فرمایا مجھے کاغذ و قلم دوات لادو کہ میں تم کو ایسی وصیت لکھ دوں جس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہوگر میری عقل نے کہا کہ حضرتؐ کا یہ حکم مناسب نہیں لہذا میں نے اس حکم کی تعمیل نہیں ہونے دی۔
نورچشم مولوی شبلی رضی اللہ عنہ نے بہت درست لکھا ہے کہ "آپ نے وفات سے تین روز پہلے قلم اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں گا کہ تم آیندہ گمراہ نہ ہوگے اس پر حضرت عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا رسول اللہؐ بہکی باتیں کررہے ہیں... طرہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر ہی نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد

کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا" (الفاروق جلد ۱ صفحہ ۶۱) - غرض میں کہاں تک تفصیل دوں - پھر تم لوگ حکومت یو پی - کے فیصلہ پر کیوں راضی ہوگئے؟ دیکھو اب میرا یہ پوسٹ تمہارے لئے شائع کیا جاتا ہے - حکومت نے تم لوگوں کو مدح صحابہ گاتے پھرنے سے منع کیا ہے تو (تمہاری) نجات ہے تم لوگ اس کو ضرور گاؤ - آخر حکومت خود تمہاری طرف جھکیگی اور تم لوگوں ہی کی بات ہو کر رہیگی کیونکہ تم سواد اعظم ہو تمہارا مقابلہ کسی کے لئے آسان نہیں ہو سکتا - فقط بقلم ا - ج

تحفۂ بخاری

انشاء اللہ نہایت دلچسپ ناول ہوگا جس میں صحیح بخاری سے مذہب اہلسنت کا اطل اور مذہب شیعہ کا حق ہونا ثابت کیا جائیگا - اگر آپ اس ناول کو بھی دیکھنا چاہتے ہیں تو فوراً دو جدید خریدار عنایت فرمائیں جو سال گزشتہ ۱۳۵۷ھ لے اصلاح کی پوری جلد منگالیں تاکہ اون کے چندوں سے جو ہر قرآن فوراً تمام کرکے تحفۂ بخاری بھی شروع کردی جائے اگر خدا نے چاہا تو یہ ناول بھی عجیب و غریب ہوگا - اور دنیائے اسلام کو محو حیرت کر دے گا

اخبار غم

افسوس اس طرف پھر ہماری قوم میں بعض سخت حادثے ہوگئے مثلاً (۱) جناب سید تجمل حسین صاحب مرحوم پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ - مرحوم بڑی خوبیوں کے مجموعہ تھے - قومی ہمدردی آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی طلاب کے لئے آپ مجسم خیر تھے - اپنے پاس سے متعدد نادار طلبہ کو بکثرت وظیفہ دیتے (۲) جناب عمدۃ العلماء زبدۃ الفقہاء مولانا سید سبط نبی صاحب قبلہ مرحوم ساکن نوگانواں سادات و شیعہ ڈین مسلم یونیورسٹی علی گڈھ نے ۱۲ ذی (الحجہ) کو انتقال فرمایا - مرحوم اوصاف ائمہ طاہرین کے نمونہ اور ورع و تقدس و دیگر مکارم اخلاق کے نمونہ تھے - آپ کی ذات سے علمی فیوض بکثرت جاری تھے - خصوصاً نوگانواں سادات کا دینی مدرسہ آپ کے مساعی جمیلہ سے بہت ترقی کرتا جاتا تھا (۳) جناب مولوی محمد حسنین صاحب مرحوم ساکن حسین گنج ضلع سارن، جو ہمارے اعزہ سے تھے آپ نے ۸ محرم ۱۳۵۸ ہجری کو انتقال کیا آپ نے اپنی تمام عمر عبادت اور دینی خدمات میں بسر کی (۴) جناب آغا سید احمد رضا صاحب مرحوم رئیس و آنریری مجسٹریٹ سیتاپور - نے عشرہ محرم میں انتقال کیا - مرحوم بڑے خوش عقیدہ بزرگ ہمدرد قوم اور دینی اداروں کے خاص معین و قدر داں تھے (۵) جناب سید اسرار احمد صاحب مرحوم امین بٹوارہ گونڈا نے بھی انتقال کیا مرحوم بھی مذہبی امور کے رکن اور دینی خدمات میں بڑے سرگرم رہتے تھے - مومنین گونڈا میں بہت ہر دل عزیز تھے (۶) جناب مولوی شیخ محمد تقی صاحب - قرق امین پنشنر مرحوم ساکن دگمڑا شریف ضلع الہ آباد نے بھی انتقال کیا - مرحوم

بھی بڑی خوبیوں کے بزرگ اور مذہبی معلومات کے بڑے قدردان تھے۔ دینی رسائل و کتب سے خاص دلچسپی تھی۔ خدائے رحیم سب کے درجات عالی کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے مومنین سب کی روحوں کو سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب ایصال کرکے خود بھی مثاب ہوں۔

لکھنؤ کا فتنۂ مدح صحابہ

لکھنؤ میں اس سال شروع محرم سے پھر لکھنؤ کے اہلسنت حضرات نے مدح صحابہ کا فتنہ زندہ کیا ہے حالانکہ ابھی سال بھر بھی نہیں ہوا کہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۲۵ محرم ۱۳۵۷ ہجری کو گورنمنٹ گزٹ میں حکومت یوپی نے اس کا فیصلہ دوبارہ شایع کر دیا تھا جس میں صاف لکھ دیا تھا کہ "اگر باہمی گفتگو سے کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکا تو گورنر ایک مختصر غیر جانبدار اور بااختیار کمیٹی اس کام کے لئے معین کریں گے کہ وہ اس مسئلہ کی تحقیقات کرے اور اپنے سفارشات پیش کرے .... مدت تک کوشش کے بعد کوئی سمجھوتا نہیں نکلا لہذا ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو جسٹس السپ جج ہائی کورٹ الہ آباد و صدر کمیٹی اور مسٹر راج۔ ایس راس سینیر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ممبر کمیٹی پر مشتمل تھی... کمیٹی نے اپنا کام ۳ر اپریل ۱۹۳۷ء کو شروع کیا .... فریقین نے جو ثبوت دینا چاہے وہ سب قلمبند کئے گئے۔ کئی دنوں تک بحث سنی گئی۔ کمیٹی نے حسب ضابطہ اپنی رپورٹ پیش کی اور اب اطلاع عامہ کے لئے حکومت یوپی کے حکم کے ساتھ شایع کی جا رہی ہے کہ (۱) گورنمنٹ رزولیوشن مورخہ ۲۷ر جنوری ۱۹۰۹ء کے معینہ اصول اور پالیسی کسی ترمیم کی متقاضی نہیں ہیں اور (۲) حکام ضلع لکھنؤ میں جو طرز عمل اختیار کر رکھا ہے وہ کسی ترمیم کا متقاضی نہیں ہے ... سنیوں کا تینوں خلفاء کی پبلک یا پرائیوٹ طور پر مدح کرنے کا حق متنازع نہیں ہے۔ یہ حق وہ بے شک رکھتے ہیں۔ جو کچھ مابہ النزاع ہے وہ محض طریقہ کار اور وہ حالات ہیں جن کے ماتحت لکھنؤ میں اس قسم کی خوانندگی کی کوشش کی گئی۔ جب کہ مختلف جماعتوں کے اعتقادات و نقطۂ نظر میں تصادم ہو تو حکومت کے لئے مداخلت کرنا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ امن عامہ کا لحاظ کرے اور پبلک کی آسانیوں میں توازن برقرار رکھے۔ کمیٹی کا فیصلہ اسی مسلم الثبوت اصول پر مبنی ہے۔ حکومت یوپی کمیٹی کی اس توقع میں اپنے کو تہ دل سے شریک کرتی ہے کہ یہ مدتوں کا جھگڑا برطرف کر دیا جائیگا اور دونوں جماعتیں باہمی مفاہمت اور رواداری کے جذبے کے ساتھ اپنے اپنے معتقدات۔ بجا لائینگی۔ فرقہ دارانہ فسادات کے جاری رہنے سے دونوں جماعتوں کے افراد کے شہری حقوق اور عام احساسات مجروح اور تلخ ہو جاتے ہیں اور ان کا ناخوشگوار ردعمل پورے شہر لکھنؤ پر مترتب ہوتا ہے ... وہ لیڈروں سے تاکیداً کہتی ہے کہ وہ بالغ نظری سے کام لیں۔"

تجاوز فی قدر ان ابا بکر و عمر تجاوز فی قدر۔ ابو بکر و عمر قدر میں تجاوز کر گئے۔

عن جابر قال بینما رسول اللہؐ جالس فی ملاء من اصحابہ اذ دخل ابو بکر و عمر من ابواب المسجد، معھما فئام من الناس یتمارون وقد ارتفعت اصواتھما حتی انتھوا الی النبیؐ فقال ما ھذا۔ قال بعضھم یا رسول اللہ شئ تکلم فیہ ابو بکر و عمر فاختلفا لاختلافھما۔ فقال وما ذلک قالوا فی القدر قال ابو بکر یقدر اللہ الخیر ولا یقدر الشر۔ وقال عمر یقدرھما جمیعا دکنا نتمارے فی ذلک فقال الا اقضی بینکما بقضاء اسرافیل بین جبریل ومیکائیل فقیل وقد تکلم فیہ جبریل و میکائیل فقال والذی بعثنی بالحق انھم لاول اخلائق تکلما فیہ و ذکر الحدیث وفیہ یا ابا بکر ان اللہ لو شاء ان یعصی ماخلق ابلیس۔

جناب جابر سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت رسول خدا صلعم اصحاب کے مجمع میں بیٹھے تھے اتنے میں مسجد کے دروازوں سے وہاں حضرت ابو بکر و عمر بھی آتے ہوئے دکھائی دیئے اور ان کے ساتھ کئی گروہ لوگ تھے جو ایک دوسرے سے جھگڑتے اور ایک دوسرے پر اپنی آوازیں بلند کئے ہوئے تھے۔ اسی طرح بحث کرتے اور لڑتے ہوئے دونوں حضرت رسول خدا صلعم کے پاس پہونچ گئے تو حضرتؐ نے پوچھا یہ کیا قصہ ہے؟ اُن میں سے بعض نے کہا اے رسول خدا صلعم ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں حضرت ابو بکر نے بھی کلام کیا اور حضرت عمر نے بھی مگر دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف کہا۔ اسی وجہ سے دونوں اختلاف کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کس مسئلہ میں یہ نزاع پیدا ہو گئی؟ لوگوں نے کہا مسئلہ قضاو قدر[1]

---

[1] جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "القضاء المقرون بالقدر" قضا اور قدر دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں یعنی ایک پایہ کی طرح ہے اور دوسری عمارت کی طرح۔ قدر پہلے ہوتی ہے پھر قضا۔ قضا سے پیدا کرنا مراد ہے۔ بعضوں نے کہا قضا اُس حکم کلی کا نام ہے جو ازل میں اللہ تعالےٰ نے دیا اور قدر اس کی جزئیات تفصیلی۔ اس صورت میں قضا پہلے ہوگی۔ پھر قدر، واللہ اعلم (انوار اللغۃ

کے بارے میں حضرت ابو بکر کہتے ہیں کہ خدا خیر کی تقدیر کرتا ہے اور شر کو مقدر نہیں کرتا اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ خدا دونوں کی تقدیر کرتا ہے۔ ہم لوگ اسی بات میں اختلاف کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا کیا ہم تم لوگوں میں وہ فیصلہ نہ کر دیں جو اسرافیل نے جبریل و میکائیل کی نزاع کے بارے میں کر دیا تھا؟ لوگوں نے پوچھا کیا اس مسئلہ میں حضرت جبریل و میکائیل بھی مناظرہ کر چکے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا اس قادر مطلق کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے یقیناً وہی دونوں تمام مخلوقات میں پہلے وہ ہیں جنھوں نے اس مسئلہ میں بحث کی۔ اس کے بعد پوری حدیث ذکر کی۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے ابو بکر اگر خدا اس کو نہ چاہتا کہ لوگ اس کا گناہ کریں تو وہ شیطان کو پیدا ہی نہیں کرتا۔ اس کا راوی یحییٰ بن زکریا ہے جس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خبر باطل۔ اسکی یہ روایت بالکل غلط ہے (میزان جلد ۲ ص۵۷)

آپ کا بہشتی ہونا عن عبد اللہ مرفوعا ان عمر من اهل الجنة۔ جناب عبداللہ سے یہ مرفوع روایت ہے کہ یقیناً عمر بہشت والوں سے ہیں۔ اس کے راوی یحییٰ بن یمان کے بارے میں ہے قال احمد لیس بحجۃ۔ امام احمد کہتے تھے کہ یہ حجت نہیں ہے۔ و قال ابن معین و النسائی لیس بالقوی۔ ابن معین اور امام نسائی نے کہا کہ یہ شخص ٹھیک نہیں ہے (میزان جلد ۱ ص۹۷)

رسولؐ کا پیشاب کرنا عن عائشة ان رسول اللہ بال فاتبعه عمر بکوز فقال ما هذا یا عمر۔ قال ماء توضاء یا رسول اللہؐ۔ قال ما امرت کلما بلت ان اتوضأ ولو فعلت کانت سنة۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے پیشاب کیا تو حضرت عمر دوڑ کر ایک کوزہ پانی لے گئے۔ حضرتؐ نے پوچھا عمر! یہ کیا ہے؟

(بقیہ حاشیہ ص۱۶۱) (پ۱۲ ص۱۰۱) "القدر سر من الاسرار تقدیر اللہ تعالٰی کا ایک راز ہے جس کا سمجھنا دشوار ہے اور اس میں سوالات اور بحث کرنا منع ہے بس اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالٰی نے آدمیوں میں سے ایک گروہ کو بہشت کے لئے پیدا کیا اور ایک گروہ کو دوزخ کے لئے۔ و یہ عدل کے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہر مالک کو اپنے ملک میں جس طرح مناسب سمجھے تصرف کا اختیار ہے۔" (انوار اللغۃ پ۱ ص۳۷) ۔۱۲ منہ

کہاں پانی ہے۔ اس سے استنجا کر لیجئے[۱] حضرت نے فرمایا مجھے خدا نے اس کا حکم نہیں دیا ہے کہ جب پیشاب کروں تو استنجا بھی کروں۔ اگر میں ایسا کروں تو یہ بھی سنت سمجھ لیا جائیگا۔ اس کے راوی کے بارے میں لکھتے ہیں ضعفہ ابن معین۔ ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ صـ۵۹۷)

حضرت عمر کے فضائل آپکے فرزند حضرت عبداللہ کی زبانی اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے وہ فضائل بھی ذکر کئے جائیں جن کو صرف آپ کے فرزند نے بیان کئے ہیں یا آپ کے فرزند کی روایتیں نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱) قال کنا نعدّ و رسول اللہ حیّ واصحابہ متوافرون ابو بکر وعمر وعثمان ثم نسکت۔ حضرت عمر کے صاحب زادے فرماتے تھے کہ رسو لخدا صلعم کی زندگی میں جب صحابہ کثرت سے موجود تھے ہم لوگ صرف حضرت ابو بکر وعمر وعثمان کو شمار کرتے تھے پھر خاموش ہو جاتے تھے (یعنی اور صحابہ اس قابل بھی نہیں تھے کہ ان کا شمار تک ہو سکے۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صـ۱۴) (۲) قال کنا نقول فی زمن النبی رسول اللہ خیر الناس ثم ابو بکر ثم عمر۔ ولقد اوتی ابن ابی طالب ثلاث خصال لان تکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمر النعم زوجہ رسول اللہ ابنتہ وولدت لہ وسد الابواب الا بابہ فی المسجد واعطاہ الرایۃ یوم خیبر۔ ممدوح فرماتے تھے کہ ہم لوگ حضرت رسو لخدا صلعم کے زمانہ ہی میں کہتے تھے کہ رسول خدا صلعم سب آدمیوں سے بہتر ہیں پھر حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر۔ اگرچہ فرزند ابو طالب کو تین فضیلتیں ایسی حاصل ہیں جن سے اگر ایک بھی مجھے مل جاتی تو وہ مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ پیاری ہوتی۔ کہ حضرت رسو لخدا صلعم نے

---

[۱] یہاں توضاء سے استنجا کرنا ہی مقصود ہو سکتا ہے نہ وضو کرنا کیونکہ اگر حضرت کے پاس پانی موجود ہوتا اور حضرت اس سے استنجا کرتے تو حضرت عمر کو پانی لے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی پانی سے استنجا کرنے کے بعد آنحضرت وضو بھی کر لیتے۔ مگر حضرت عمر کا فوراً پانی لے جانا بتاتا ہے کہ آنحضرت نے بغیر پانی کے پیشاب کر لیا اور استنجا کرنا ضروری نہیں خیال کیا ۱۲ منہ

اپنی بیٹی کی شادی اون سے کی اور کلثوم بیٹی سے اولاد بھی ہوئی۔ اور حضرت
رسولخدا صلعم نے مسجد میں سب لوگوں کے دروازے بند کرا دیئے سوا حضرت علیؑ
کے دروازے کے کہ اس کو کھلا ہی رہنے دیا۔ تیسری فضیلت یہ کہ حضرت علیؑ ہی کو
جنگ خیبر میں آخری دفعہ لشکر کا علم عنایت فرمایا (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۶)۔ قابل غور یہ
امر ہے کہ باوجود حضرت علیؑ کی ان فضیلتوں کے حضرت ابن عمر وغیرہ یہی کہتے رہے کہ حضرت
رسولخدا صلعم کے بعد بہترین ناس حضرت ابوبکر و عمر ہیں۔ (۳) عن ابن عمر عن رؤیا
رسول اللہ صلعم فی ابی بکر و عمر قال رأیت الناس قد اجتمعوا فقام ابوبکر فنزع ذنوبا
او ذنوبین وفی نزعہ ضعف واللہ یغفر لہ ثم قام عمر فاستحالت غربا فما رأیت
عبقریا من الناس یفری فریہ حتی ضرب الناس بعطن۔ حضرت عمر کے صاحبزادے
بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوبکر و عمر کے بارے میں یہ خواب دیکھا
کہ لوگ جمع ہیں تو حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور ایک یا دو ڈول نکالے اور ان کے
نکالنے میں کمزوری[1] معلوم ہوئی اور اللہ ان کو بخش دیگا۔ پھر حضرت عمر نے نکالے تو وہ
ڈول پلٹ کر چرسا[2] ہو گیا تو میں نے ایسا سردار نہیں دیکھا جو ان کی طرح عمدہ کام کرتا ہو[3]
یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۸)۔ قابل غور یہ

---

[1] جناب مولوی وحید الزمان خان صاحب لکھتے ہیں "فنزع ذنوبا او ذنوبین اونھوں نے یعنی ابوبکر صدیق نے ایک دو ڈول نکالے۔ وہ بھی ناتوانی کے ساتھ۔ اس میں اشارہ ہے کہ خلافت کا زور شور اور رعب و داب اُن کے وقت میں نہ ہوگا۔ انکی خلافت دو برس تین مہینے رہی تو ہر سال کے نیچے ایک ڈول ہوا اور تین مہینے کو حساب میں نہیں رکھا۔ یہ راوی کی شک ہے کہ ایک ڈول فرمایا یا دو ڈول چونکہ انکی خلافت دو برس زیادہ رہی تو دو ڈول صحیح ہوئے" (انوار اللغۃ پ ۹ صفحہ ۲۹) [2] مولوی وحید الزمان خان صاحب لکھتے ہیں "فاخذ عمر الدلو فاستحالت غربا۔ حضرت عمر نے اوس ڈول کو لیا جس سے ابوبکر پانی نکال رہے تھے تو اون کے ہاتھ میں وہ چرسا ہو گیا بڑا ڈول جو بھینس یا بیل کی کھال سے بنایا جاتا ہے جس سے کھیت سینچتے ہیں" (انوار اللغۃ پ ۹ صفحہ ۱۹) [3] مولوی وحید الزمان خان صاحب لکھتے ہیں "فلم ار عبقریا یفری فریہ میں نے ایسا سردار نہیں دیکھا جو اُن کا سا کام کر سکتا ہو۔ مراد حضرت عمر ہیں۔ اصلی"

امر ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ایسا خواب دیکھا جس میں صرف حضرت ابوبکر و عمر کے
کارنامے تھے۔ اس خواب میں نہ حضرت عثمان اور آپ کے کارنامے دکھائی دیئے۔
حالانکہ وہ بھی خلفاء ثلثہ میں ہیں۔ اور ان کی خلافت کا زمانہ حضرت ابوبکر کی خلافت
سے بہت زیادہ تھا۔ آپ کے زمانہ میں بھی فتوحات ہوئیں۔ اور نہ حضرت علیؑ اور
آپ کے کارنامے دکھائے گئے۔ حالانکہ حضرت علیؑ نے اسلام کی اندرونی بغاوتوں
کو جس طرح فرو کیا یہ آپ ہی کا کام تھا۔ باوجود ایسے خواب کے حضرت رسول خدا صلعم
نے یہ اعلان نہیں کیا کہ اے مسلمانو! میں نے سنہ بعثت میں اپنا خلیفہ تم لوگوں کے لئے
علیؑ کو مقرر کر چکا تھا اور کہہ چکا تھا کہ یہی علیؑ میرے وزیر میرے وصی اور میرے
خلیفہ ہیں۔ تم سب لوگ ان کی بات ماننے اور ان کی اطاعت کرتے رہنا (تاریخ
طبری جلد ۲ صـ ۲۱۷ و کامل جلد ۲ صـ ۲۲ وغیرہ) اب اس حکم کو منسوخ کرتا ہوں میں نے
خواب میں ابوبکر و عمر کے متعلق ایسی باتیں دیکھی ہیں۔ اس وجہ سے تم سب کو مطلع
کرتا ہوں کہ اب میرے بعد تم لوگ ابوبکر کو خلیفہ اول اور عمر کو خلیفہ ثانی سمجھنا بلکہ
آنحضرتؐ نے اس کے عوض پھر آخری حج کے بعد مجمع عام میں من کنت مولاہ فھذا
علیؑ مولاہ کہہ کر حضرت علیؑ ہی کی خلافت کی تاکید کر دی۔ بلکہ اپنی طرح حضرت کو بھی
سب مسلمانوں کا مولےٰ بنا دیا۔ کس درجہ حیرت خیز امر ہے!!!

(۴) عن ابن عمر قال، خرج علینا رسول اللہؐ ذات غداۃ بعد طلوع الشمس
فقال رأیت قبیل الفجر کانی اعطیت المقالید والموازین فاما المقالید
فھذہ المفاتیح۔ واما الموازین فھی التی تزنون بھا۔ فوضعت فی کفۃ ووضعت

(بقیہ حاشیہ صـ ۱۶۴) عبقری ہر نادر چیز کو کہا کرتے تھے۔ پھر سردار اور قوم کے
بڑے شخص کو بھی کہنے لگے" (انوار اللغۃ پ۱۸ صـ ۱) فلم ار عبقریا یفری فریہ۔
میں نے اُن کا سا سردار نہیں دیکھا جو اُن کی طرح کام کرتا ہو۔ یہ آنحضرتؐ نے حضرت
عمر کی شان میں فرمایا" (پ۳ صـ ۶۱) "حتےٰ ضرب الناس بعطن۔ یہاں تک کہ
لوگوں نے اپنی اونٹنیوں کو پانی پلا کر پانی کے گرد بٹھا دیا۔ یعنی حضرت عمر کے وقت
میں اسلام پھیلے گا اور فتوحات اتنی بے شمار ہونگی کہ لوگ مال اور دولت سے سیراب ہو جائینگے (انوار اللغۃ پ۱ صـ ۶۱)

امتی فی کفۃ فوزنت بھم فرجحت ثم جیئ بابی بکر فوزن بھم فوزن۔ ثم جیئ بعمر فوزن ثم جیئ بعثمان فوزن بھم ثم رفعت۔ حضرت عمر کے صاحب زادے کہتے تھے کہ ایک روز صبح کو طلوع آفتاب کے بعد حضرت رسولخدا صلعم ہم لوگوں کی طرف تشریف لائے اور فرمایا صبح سے کچھ پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کچھ کنجیاں اور ترازو دیں دی گئی ہیں۔ تو میں ترازو کے ایک پلڑے میں اور میری امت اس کے دوسرے میں رکھی گئی اور دونوں تولے گئے تو میں بھاری نکلا۔ پھر ابوبکر لائے گئے اور امت کے ساتھ تولے گئے تو وہ وزنی نکلے۔ پھر عمر لائے گئے اور تولے گئے تو وہ بھی وزنی نکلے۔ پھر عثمان لائے گئے اور تولے گئے تو وہ ترازو ہی اٹھالی گئی (مسند احمد جلد ۲ صـ۷۶)۔ حضرت علیؑ کو اتنا درجہ بھی نہیں دیا گیا کہ کم ازکم آپ بھی تول لئے جاتے اگرچہ آپ کا وزن بہت کم دکھایا جاتا۔

(۵) عن ابن عمر کان رسول اللہؐ و ابوبکر وعمر وعثمان ینزلون بالابطح۔ حضرت رسولخداؐ اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان ابطح میں اترتے تھے (مسند جلد ۲ صـ۸۹)۔ مقصود یہ ہے کہ تینوں حضرات بالکل وہی کرتے جو حضرت رسولخدا صلعم کو کرتے دیکھتے تھے۔ اس میں بھی حضرت علیؑ کی طرف سے بالکل خاموشی اختیار کرلی گئی

(۶) یقول قال رسول اللہؐ بینا انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت منہ حتی انی لاری الری یخرج من اطرافی فاعطیت فضلی عمر بن الخطاب فقال من حولہ فما اولت ذلک یا رسول اللہ قال العلم۔ صاحب زادے فرماتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا اس حال میں کہ میں سوتا تھا خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ اس سے میں نے پیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ اسکی تری اور تازگی میرے اطراف سے نکلنے لگی۔ تب میں نے اس پیالہ کا باقی حصہ عمر بن خطاب کو دے دیا۔ حضرتؐ کے پاس جو صحابہ موجود تھے اونھوں نے پوچھا یا حضرت آپ نے اس کی تعبیر کیا دی؟ فرمایا وہ پیالہ علم کا تھا (مسند جلد ۲ صـ۱۳۰)

(۷) اطلع رسول اللہؐ علی اھل القلیب بدر ثم ناداھم فقال یا اھل القلیب ھل وجدتم ماوعدکم ربکم حقا۔ قال اناس من اصحاب یا رسول اللہؐ وتنادی ناسا امواتا فقال رسول اللہؐ ما انتم باسمع لما قلت لھم

حضرت رسولخدا صلعم غزوہ بدر کے کنوئیں پر تشریف لائے اور مقتولین سے جو لوگ اس میں ڈال دیئے گئے تھے ان کو پکار کر فرمایا اے کنوئیں والو! خدا نے تم سے جس بات کا وعدہ کیا تھا اس کو تم لوگوں نے سچ دیکھ لیا نہ؟ اس پر صحابہ سے کچھ لوگوں نے عرض کی اے رسولخدا آپ مردہ لوگوں کو پکارتے ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا میں نے جو بات ان لوگوں سے کہی اس کو تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو (مسند احمد جلد ۲ صلا ۱۳۱)۔ اس حدیث میں حضرت کے صاحب زادے نے آنحضرت پر اعتراض کرنے والے کا نام غائب کر دیا۔ حالانکہ مورخین نے تصریح کی ہے کہ یہ حضرت عمر ہی تھے۔ مثلاً علامہ دیار بکری نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان لوگوں سے فرمایا فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال عمر یا رسول اللہ ما تکلم من اجساد لا ارواح فیھا فقال رسول اللہ والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم۔ مجھسے میرے پروردگار نے وعدہ کیا تھا میں نے اوس کو حق پایا۔ کیا تم نے بھی اس بات کو حق پایا جس کا وعدہ تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ اس پر حضرت عمر نے کہا آپ ایسے جسموں سے کیا کلام کر رہے ہیں جن میں روح نہیں ہے؟ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا خدا کی قسم تم لوگ ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو (تاریخ خمیس جلد ۱ صلا ۴۴۲)۔ اسکی تفصیل آئندہ آئیگی انشاء اللہ۔

(۸) عن ابن عمر قال اول صدقۃ کانت فی الاسلام صدقۃ عمر۔ حضرت کے صاحب زادے فرماتے تھے کہ اسلام میں سب سے پہلا صدقہ حضرت عمر کا صدقہ تھا۔ (مسند جلد ۲ صلا ۱۵۷)

حضرت عائشہ کی روایات فضائل

حضرت عائشہ کو حضرت عمر کا جس درجہ خیال تھا اور جو ہونا بھی چاہیئے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس وجہ سے بعض ان روایتوں کا بیان کر دینا بھی مناسب ہے جو جناب معظمہ سے حضرت ممدوح کے فضائل میں منقول ہیں (۱) عن عائشۃ عن النبی قال قد کان فی الامم محدثون فان یکن من امتی فعمر۔ حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا دوسری امتوں میں محدث لوگ ہوئے ہیں اگر میری امت سے بھی کوئی ہوگا تو وہ عمر ہیں (مسند احمد جلد ۶ صلا ۵۵)۔ جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "اگلی امتوں میں محدث لوگ گزرے ہیں۔ اگر میری

امت میں بھی کوئی محدث ہو تو وہ عمر ہونگے۔ مُحَدَّثْ اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالے کیطرف
سے الہام ہوتا ہے یعنی روشن ضمیر۔ اس کا گمان صحیح نکلتا ہے۔ اسکی راے اکثر درست
پڑتی ہے" (انوار اللغتہ پ۶ ص۳۰) ۔ (۲) عن عائشۃ قالت قبض رسول اللہ ﷺ
ولم یستخلف احدا ولو کان مستخلفا احدا لاستخلف ابابکر وعمر۔
حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ حضرت رسولخدا صلعم دنیا سے تشریف لے گئے مگر کسی کو
اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا اور اگر کسی کو بھی خلیفہ کرتے تو وہ یا ابوبکر ہوتے یا عمر (مسند جلد
۶ ص۶۳) ۔ اس پر پڑھنے والے دریافت کر سکتے ہیں کہ جب حضرت رسولخدا صلعم نے
کسی کو خلیفہ کیا ہی نہیں تو آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ اگر حضرت ﷺ کسی کو خلیفہ کرتے تو
وہ حضرت ابوبکر و عمر کے سوا کوئی نہیں ہوتا؟ (۳) عن عائشۃ قالت کنت
عند النبی ﷺ فقال یا عائشۃ لو کان عندنا من یحدثنا۔ قالت قلت یا رسول اللہ
الا ابعث الی ابی بکر فسکت۔ ثم قال لو کان عندنا من یحدثنا۔ فقلت
الا ابعث الی عمر فسکت۔ قالت ثم دعا وصیفا بین یدیہ فسارہ فذھب
قالت فاذا عثمان یستأذن فاذن لہ فدخل فناجاہ النبی ﷺ طویلا۔ حضرت
عائشہ کہتی تھیں کہ میں حضرت رسولخدا صلعم کے پاس تھی تو حضرت ﷺ نے فرمایا اے عائشہ
کاش اس وقت کوئی میرے پاس ہوتا جو مجھ سے باتیں کرتا۔ میں نے عرض کی اے
رسولخدا ﷺ کیا میں حضرت ابوبکر کو بلا لاؤں؟ اس پر حضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔ پھر وہی بات
پائی کہ کاش کوئی ہوتا جس سے میں باتیں کرتا۔ اب میں نے کہا حضرت عمر کو بلا دوں؟ اب بھی
حضرت ﷺ خاموش رہے۔ پھر حضرت ﷺ نے خود ہی ایک غلام کو اپنے سامنے بلا کر اس کے کان میں
کچھ کہا تو وہ چلا گیا۔ کچھ دیر میں حضرت عثمان پہونچ گئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔
حضرت ﷺ نے اجازت دے دی اور وہ داخل ہو گئے۔ اُن سے دیر تک راز کی باتیں کرتے رہے
(مسند جلد ۶ ص۵۲)۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کو حضرت ابوبکر و عمر کا خیال
ہر وقت اور ہر امر کے لئے رہتا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ جو کچھ عزت و شرف و خصوصیت حاصل
ہو انھیں دونوں بزرگوں کو۔ (۴) قالت۔ احتضر رسول اللہ ﷺ و ابوبکر و عمر
قالت والذی نفس محمد بیدہ انی لاعرف بکاء عمر من بکاء ابی بکر وانا فی حجرتی
وکانوا کما قال اللہ عزوجل رحماء بینھم۔ حضرت عائشہ سے ایک لمبی روایت ہے

اسکے نقل میں طول ہوگا۔ اوس کا ایک ٹکڑا یہ ہے۔ ممدوحہ فرماتی ہیں کہ وہاں حضرت رسولخدا صلعم اور حضرت ابوبکر و عمر بھی آئے۔ خدا کی قسم میں حضرت عمر کے رونے کو حضرت ابوبکر کے رونے سے پہچانتی تھی اور میں اوس وقت اپنے حجرے میں تھی اور وہ لوگ بالکل خدا کی اس آیت کے مصداق تھے رحماء بینھم یعنی وہ لوگ آپس میں ایکدوسرے پر رحیم ہیں (مسند جلد ۶ صفحہ ۱۴۲)۔ (۵) عن عائشہ قالت قال النبیؐ فی مرضہ الذی مات فیہ مروا ابابکر یصلی بالناس قلت ان ابابکر اذا قام مقامک لم یسمع الناس من البکاء۔ قال مروا ابابکر۔ فقلت لحفصۃ قولی ان ابابکر لا یسمع الناس من البکاء فلو امرت عمر۔ فقال صواحب یوسف مروا ابابکر یصلی بالناس فقالت حفصہ لعائشۃ لم اکن لاصیب منک خیرا۔ جناب معظمہ ہی کا بیان ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اپنے مرض موت میں فرمایا تم لوگ ابوبکر سے کہو وہ ہی لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ میں نے عرض کی ابوبکر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو اس قدر روئیں گے کہ لوگوں کو ان کی نماز سنائی بھی نہیں دیگی۔ مگر پھر حضرتؐ نے یہی کہا کہ ابوبکر سے کہدو۔ اس پر میں نے بی بی حفصہ سے کہا بہن! تم کہدو کہ حضرت ابوبکر اپنی شدت گریہ سے لوگوں کو نماز سنا نہیں سکیں گے۔ آپ حضرت عمر کو کیوں نہیں حکم دیتے کہ نماز پڑھا دیں۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا تم سب

لہ فاضل معاصر شمس العلماء مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اس مقام کے متعلق جو لکھا ہے اس کا نقل کر دینا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ تحریر کرتے ہیں "رہ گئیں عائشہ تو ان کا ایک چرتر یہ تھا کہ پیغمبر صاحب .. نے عائشہ سے فرمایا کہ نمازی مسجد میں میرے منتظر ہیں۔ میں تو جا نہیں سکتا۔ اپنے باپ سے کہو میری جگہ امامت کریں۔ عائشہ بولیں کہ ابوبکر بڑے رقیق القلب ہیں ان سے آپ کی جگہ نماز پڑھاتے نہیں بن پڑیگی۔ عمر کو ارشاد ہو تو وہ امامت کریں۔ اس پر پیغمبر صاحب نے ناخوش ہو کر فرمایا انکن لصواحب یوسف نہیں، جیسا میں کہتا ہوں ابوبکر امامت کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا .. اب سوچنے کی بات ہے کہ پیغمبر صاحب نے یہ کیا فرمایا انکن صواحب یوسف .. سوچ کر ہم ہی نے مطلب نکالا کہ پیغمبر صاحب نے عائشہ کے مطلق چرتر کیطرف

یوسف والیاں ہو۔ ابو بکر ہی سے کہدو کہ نماز پڑھادیں۔ اس پر حفصہ میری طرف مخاطب ہو کر بولیں میں کبھی تم سے بھلائی نہیں پاتی (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۰۲)۔ قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت عائشہ آنحضرتؐ کی جگہ امامت کے لئے صرف حضرت عمر ہی کو کیوں تجویز کرتی ہیں؟ درصورتیکہ حضرت رسولخدا صلعم نے اس کے قبل کوئی مذہبی خدمت آپ کے متعلق نہیں کی۔ اس سے کچھ ہی قبل آنحضرت صلعم نے دو باتیں ایسی کی تھیں جن سے حضرت عائشہ بھی آسانی سے سمجھ گئی ہونگی کہ حضرت رسولخدا صلعم کی جگہ نماز پڑھانے یا اور کسی دینی خدمت کے سزاوار صرف حضرت علیؑ ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ سنہ ۹ ہجری کے آخر ماہ ذیقعدہ میں آنحضرتؐ نے حضرت ابو بکر کو حاجیوں کا سردار مقرر کرکے بھیجا اور سورہ برارۃ کی آیتیں حاضرین حج کو سنانے کا حکم دیا مگر فوراً جناب جبرئیل آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمدؐ یہ آپ نے کیا کیا؟ اس سورہ کو آپ کی جانب سے سوائے آپ کے یا اس شخص کے جو آپ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہونچا سکتا!! تب حضرتؐ نے ان کے پیچھے ہی حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ جلد جا کر ابو بکر سے ملو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۹) اشارہ کیا۔ قرآن میں زلیخا کے چرتر کو لفظ کید سے تعبیر کیا ہے ... ان کیدکن عظیم ... یہ بھی تم عورتوں کے چرتر ہیں ... زلیخا کا چرتر تو قرآن سے معلوم کر سکتے ہو۔ عائشہ کا چرتر یہ تھا کہ وہ دل سے تو باپ کی امامۃ اور خلافۃ بھی کچھ چاہتی تھیں اور پیغمبر صاحب کو معلوم تھا۔ اور اس وقت ظاہر میں تو باپ کو ناقابل امامۃ بتایا مگر بات ایسی کہی جس سے ظاہر ہو کہ ابو بکرؓ سے بڑھکر پیغمبر صاحب کا کوئی ہوا خواہ نہیں۔ اس کے یہ معنے کہ ابو بکر سے بڑھکر کسی کو امامت اور خلافت کا استحقاق نہیں۔ اور یہی تمام صحابہؓ سے افضل اور اولے بالامامۃ والخلافۃ ہیں ... ذم کے پیرایہ میں مدح من جا سے سنڈ یا ہلائے۔ اسی کو ہم چرتر کہتے ہیں اور اسی پر پیغمبر صاحب نے عائشہ کو زلیخا سے تشبیہ دی ... بھلا ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ فاطمہ اور علیؓ کے ساتھ خاطر مدارات سے پیش آتی ہونگی۔ مگر ہاں یوں کہو کہ پیغمبر صاحب کی زندگی میں اُن کی عنایت خاص کے ہوتے علیؓ اور فاطمہ رضؓ کو عائشہ کی یا کسی اور کی پروا ہی کیا تھی" (کتاب امہات الامۃ از صفحہ ۹ تا ۱۱۲)

سورہ برارۃ ان سے لے کر انھیں میرے پاس بھیج دو اور تم خود اس سورہ کو پہونچاؤ۔
حضرت علی نے ایسا ہی کیا جس پر حضرت ابوبکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر رونے
لگے۔ پھر پوچھا یا حضرت کیا میرے متعلق کوئی امر حادث ہوا؟ میں نے کیا جرم کیا جس سے
یہ خدمت مجھ سے چھین لی گئی؟ آنحضرت نے فرمایا یہی بہتر تھا کیونکہ دینی احکام کو میری
طرف سے سوائے میرے یا ایسے شخص کے جو مجھ ہی سے ہو کوئی اور شخص نہیں پہونچا سکتا
(صحیح بخاری پ ۱۹ ص ۱۹۴ مع شرح فتح الباری)۔ اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی
نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر دونوں اس کام پر مقرر ہوئے تھے پھر دونوں ہی
معزول ہوئے اور حضرت علی کے سپرد یہ کام ہوا (قرۃ العینین ص ۲۲۴)۔ اس سے
ثابت ہوا کہ حضرت رسول خدا صلعم کی نگاہ نے یہی کام کرنے کی قابلیت نہ حضرت
ابوبکر میں دیکھی نہ حضرت عمر میں۔ پھر بھی حضرت عائشہ نے بار بار حضرت عمر ہی کا نام لیا
اور حضرت علی کا ذکر بھی اتارہ تک نہیں کیا۔
دوسری بات حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلعم نے سب مسلمانوں سے فرما دیا تھا کہ من
کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ جس سے واضح تر کوئی دوسرا امر اس کے ظاہر کرنے کا ہو ہی نہیں
سکتا کہ حضرت رسول کے دینی کاموں کو بہترین طور پر انجام دینے کی صلاحیت حضرت علی
سے بہتر کسی میں نہیں تھی۔

جناب عبداللہ ابن عمر کے مختصر حالات اس مقام پر حضرت عمر کے فضائل کی دو روایتیں لکھی گئیں جو حضرت کے صاحبزادے اور ... حضرت
عائشہ سے مروی ہیں۔ اب ... ان دونوں بزرگوں کے مختصر حالات بھی سن لیجئے تاکہ تم
اس کا اندازہ کر سکو کہ ان لوگوں سے مذہبی امور میں اس کے سوا ... کیا توقع کی جا سکتی تھی۔
آپ سنہ بعثت میں پیدا ہوئے اور ۷۳ہجری میں انتقال کیا ... ان لوگوں میں ہیں
جنھوں نے حضرت رسول خدا صلعم سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔
آپ نے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، معاذ، عائشہ سے ... اور ...
سالم و عبد اللہ و حمزہ و بلال وغیرہ نے روایتیں لی ہیں (اصابہ جلد ۴ ص ...)
جس سے واضح ہے کہ آپ نے اہلبیت کے کسی بزرگ کو اس قابل نہیں سمجھا کہ ان سے
کوئی روایت لیتے اور نہ اہلبیت سے کسی شخص نے کوئی روایت آپ سے لی۔ جس سے

آپ کے تعلقات حضرات اہلبیتؑ کے ساتھ نمایاں ہیں اور جب اہلبیت کے ساتھ یہ برتاؤ تھا تو پھر حضرت عمر کے فضائل میں آپ کی روایتیں جس کثرت سے اور حسن عنوان کی ہو سکتی ہیں وہ محتاج توضیح نہیں۔ اس لئے کہ اول تو آپ حضرت عمر کے فرزند ارجمند اور پھر اہلبیتؑ کی طرف آپ کا وہ رخ۔

آپ نے آنحضرت صلعم کے بعد بارہ اچھے لوگوں کو یا بارہ خلفاء کی جو فہرست بنائی اس سے بھی حضرت علیؑ وا امام حسنؑ و حسینؑ کا نام نکال دیا۔ حالانکہ حضرت علیؑ کو سب اہلسنت خلیفہ رابع اور حضرت امام حسنؑ کو بھی صلح معویہ تک خلیفہ رسولؐ مانتے ہیں اور امام حسینؑ کی شہادت کا سب کو اقرار ہے مگر جناب عبد اللہ کی نیت دیکھو۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ [illegible] عن عبد اللہ بن عمر قال ابو بکر الصدیق اصبتم اسمہ۔ عمر الفاروق [illegible] اصبتم اسمہ۔ ابن عفان ذو النورین قتل مظلوما یوتی کفلین من الرحمۃ۔ معویۃ وابنہ ملکا الارض المقدسۃ۔ والسفاح۔ وسلام والمنصور وجابر والمہدی والامین وامیر العصب کلہم من بنی کعب بن لوئی کلہم صالح [illegible] قول [illegible] طرق عن ابن عمر [illegible] بیان کیا ہے کہ جناب عبد اللہ بن عمر کہتے تھے ابو بکر صدیق ان کا اچھا نام تم لوگوں نے تجویز کیا عمر الفاروق لوہے کی ایک سینگ یا سلاخ تھے۔ ان کا نام بھی تم لوگوں نے ٹھیک رکھا ہے (حضرت عثمان) ابن عفان ذو النورین تھے جو مظلوم قتل کئے گئے اُن کو رحمت کے دو حصے دیئے جائیں گے۔ پھر معویہ اور ان کے فرزند (یزید) دونوں ارض مقدس کے بادشاہ ہوئے۔ پھر سفاح وسلام ومنصور وجابر ومہدی وامین وامیر الغضب۔ یہ سب کے سب کعب بن لوئی کی اولاد سے تھے اور سب ایسے نیک تھے جن کا مثل پایا ہی نہیں جا سکتا علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ اس قول کے بہت سے طریقے ابن عمر سے ہیں اور کسی نے اس کو مرفوع نہیں قرار دیا ہے (تاریخ الخلفاء صـ۱۴۳)۔ دیکھتے ہو جناب عبد اللہ بن عمر خلفاء رسولؐ کا ذکر کرتے ہیں مگر اُن کی نظر میں حضرت علیؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ ایسے تھے جن کو آپ نے کسی وجہ سے بھی قابل ذکر نہیں سمجھا نہ دنیوی اعتبار سے نہ دینی حیثیت سے۔ پھر حضرت عمر کے فضائل بیان کرنے میں آپ کے جذبات جیسے رہتے ہوں گے وہ کالشمس فی وسط النہار ہیں اس

زیادہ سنو۔ مورخین نے تصریح کی ہے وقعد عن بیعته جماعة عثمانية لم یروا الا الخروج عن الامر منهم سعد ابن وقاص وعبد الله بن عمرو بایع یزید بعد ذلک والحجاج لعبد الملک بن مروان۔ حضرت علیؑ کی بیعت سے ایک جماعت جو حضرت عثمان کی ماننے والی تھی علیحدہ رہی وہ کہتی تھی اس امر سے باہر ہی رہنا چاہیئے۔ ان لوگوں میں سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن عمر تھے۔ حالانکہ ان عبد اللہ بن عمر نے اس کے بعد یزید کی بیعت بھی کی (مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۷۸) علامہ سیوطی نے لکھا ہے قال ابن عمر حین بویع یزید ان کان خیرا رضینا وان کان بلاء صبرنا جب یزید کی بیعت ہو رہی تھی تو عبد اللہ بن عمر کہتے تھے کہ اگر یزید اچھا ہے تو ہم لوگ راضی رہیں گے اور اگر بلا رہے تو ہم لوگ صبر کریں گے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۴)۔ اس سے زیادہ سنو۔ اخرج البخاری فی صحیحه عن نافع قال لما خلع اهل المدینة یزید بن معویة جمع ابن عمر حشمه وولده فقال انی سمعت النبی یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیامة وانا قد بایعنا هذا الرجل علی بیع الله ورسوله وانی لا اعلم غدرا اعظم من ان یبایع رجل علی بیع الله ورسوله ثم ینصب له القتال وانی لا اعلم احدا منکم خلعه ولا تابع فی هذا الامر الا کانت الفیصل بینی وبینه۔ صحیح بخاری میں نافع سے مروی ہے کہ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت سے علیحدگی اختیار کی تو جناب عبد اللہ بن عمر نے اپنی اولاد اور حشم کو جمع کرکے ان سے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے کہ ہر عذر کرنے والے کے لیئے قیامت کے دن ایک علم نصب کیا جائیگا اور یقیناً ہم لوگ اس شخص (یزید) کی بیعت خدا اور رسولؐ کی بیعت کے مطابق کر چکے ہیں اور مجھے نہیں معلوم کوئی غداری اس سے بھی بڑھکر ہوسکتی ہے کہ کسی شخص کی بیعت خدا اور رسولؐ کی بیعت کے مطابق کرلی جائے پھر اس سے لڑائی چھیڑ دی جائے۔ اور میں تم میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے یزید کی بیعت چھوڑ دی ہو اور اس امر میں میری موافقت نہیں کی ہو مگر یہ کہ میرے اور اس کے درمیان بھی اسی طرح جدائی ہو جائیگی (صحیح بخاری پ ۲۹ صفحہ ۵۵۶) اللہ اکبر! آپ یزید کی حمایت پر اس طرح کمربستہ ہیں کہ جو شخص یزید کی بیعت سے علیحدہ ہو جائیگا اوس سے آپ بھی علیحدگی اختیار کر لیں گے۔ ناظرین کتاب

ببرست اس کل بیانات کو دیکھتے رہیں۔ یہ حضرت عمر ہی کی سوانح عمری ہے عبداللہ بن عمر کی نہیں مگر ان مضامین سے آپ کو یہ اندازہ ہوتا جائیگا کہ حضرت عمر کے لئے اسلام کی فضا کس درجہ موافق تھی کہ خاندان بنی امیہ کے بڑے رکن یزید بن ابو سفیان کو آپ نے پہلی خلافت کے زمانہ میں شام کا گورنر بنا کر اپنے موافق کرلیا اور آپ کے بیٹے عبداللہ نے یزید بن معویہ کی بیعت اور حمایت کرکے تمام بنی امیہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ پھر فضائل حضرت عمر کتابوں میں کیوں نہ اس کثرت سے بھرے ہوئے ملیں جبکہ حکومت (بنی امیہ) کو جناب عبداللہ بن عمر کی خوشی اس درجہ مطلوب تھی کہ اوس نے بیعت یزید کے لئے آپ کو ایک لاکھ روپے دیدیئے جسکے بعد آپ نے یزید کی بیعت کرلی (شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵) اوس نے جناب عبداللہ کے خوش رکھنے کے لئے بھی حضرت عمر کے فضائل کے شائع کرنے میں کس درجہ اہتمام کیا ہوگا۔ صرف یزید ہی کی بیعت آپ نے نہیں کی بلکہ عبدالملک بن مروان کی بیعت اس سلطنت کے گورنر حجاج ثقفی کے پاؤں پر جا کر کی (شرح ابن ابی الحدید جلد ص)۔ اس اطاعت و انقیاد سے بھی حجاج اور دوسرے ارکان و عمال بنی امیہ کے دلوں میں آپ کی جس درجہ جگہ دی ہوئی اوس کا سمجھنا آسان ہے۔ غرض حضرت عمر کے فضائل کی کثرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خلفاء راشدین کے بعد خلفاء بنی امیہ کے زمانہ میں مدت دراز تک آپ کے صاحبزادے موجود رہے اور آپ نے سب کو حد سے زیادہ خوش رکھا جس نے جو کہا وہ کیا۔ اور جن باتوں کو دوسرے غیرت مند افراد پسند نہیں کرتے تھے ان پر آپ بہت آسانی سے آمادہ ہو گئے۔ پھر حضرت عمر کے بعد وہ خلفاء جو انھیں کے جانشین ہوتے رہے اور انھیں اصول کے مطابق ان کی خلافت بھی تسلیم کی گئی جن اصول پر حضرت عمر خلیفہ ہوئے تھے۔ کیوں حضرت عمر کے فضائل کی ترویج و اشاعت میں مدد نہ کرتے کہ اس سے درحقیقت ان خلفاء بنی امیہ کی خلافت کی حقیت بھی واضح ہوتی تھی۔ کیونکہ ان کی خلافت کی بنیاد حضرت عمر ہی کی خلافت پر قائم ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ دوسری ذات جس کے وجود اور اثر سے حضرت عمر کے فضائل کی ہر قسم کی روایت کو شایع و رایج ہونے کا آسان ذریعہ مل گیا حضرت عائشہ تھیں۔ جو کچھ بھی تعلیم کرتے ... ابوبکر و عمر کے درمیان جیسے گہرے تعلقات تھے کہ شاید حقیقی

دو بھائیوں میں بھی نہ ہوں بلکہ حضرت رسو لخدا صلعم شوہر اور جناب عائشہ زوجہ میں بھی اتحاد قلب و روح ونفس و اتفاق راے وخیالات واشتراک سعی وعمل کا وہ نمونہ نہیں ملتا جو حضرت ابو بکر و عمر میں تھا۔ پس جو ایک نے کہا وہی الفاظ دوسرے کے منہ سے بھی نکلی۔ جو راے ایک کی ظاہر ہوئی بالکل وہی دوسرے کی بھی معلوم ہوئی۔ دو قالب ایک روح مشہور ہے مگر اس کے مصداق جیسے یہ دونوں بزرگ تھے کم کوئی ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ بھی حضرت عمر کو جس درجہ مانتی ہوں وہ واضح ہے۔ حضرت ابو بکر کے انتقال کے بعد حضرت عمر نے اپنے برتاؤ اور شفقت سے حضرت عائشہ کو اور زیادہ ممنون احسان بنا دیا تھا زمانہ حال میں ان کی جو سوانح عمری دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوئی ہے اس میں اس احسان کا مختصر ذکر اس طرح کیا گیا ہے " عہد فاروقی حضرت فاروق اعظم کا عہد مبارک نظم ونسق کے لحاظ سے ممتاز تھا اونھوں نے تمام مسلمانوں کے نقد وظائف مقرر کردیئے تھے۔ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں دو روایتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ تمام ازواج مطہرات کو برابر بارہ بارہ ہزار سالانہ دیا جاتا تھا (صحیح بخاری ابواب الجنائز صہ ۲۵)۔ دوسری روایت جسکو حاکم نے صحت میں بخاری ومسلم کے ہم رتبہ قرار دیا ہے یہ ہے کہ دیگر ازواج کے لئے دس دس ہزار اور حضرت عائشہ کا بارہ ہزار سالانہ وظیفہ تھا۔ اس ترجیح کا سبب خود حضرت عمر نے بیان فرمادیا تھا (مستدرک حاکم جزء صحابیات ذکر عائشہ رض) کہ ان کو میں دو ہزار اس لئے زیادہ دیتا ہوں کہ وہ آنحضرت صلعم کو محبوب تھیں۔

ازواج مطہرات رض کی تعداد کے مطابق حضرت عمر رض نے نو پیالے تیار کرائے تھے جب کوئی چیز آتی ایک ایک پیالہ میں کرکے ایک ایک کی خدمت میں بھیجتے (امام مالک باب جزیۃ اہل الکتاب)۔ تقسیم ہدایا میں یہاں تک خیال رکھتے کہ اگر کوئی جانور ذبح ہوتا تو بقول حضرت عائشہ گے سری اور پایہ تک اُن کے پاس بھیج دیتے تھے (موطا امام محمد باب الزہد)۔ عراق کی فتوحات میں موتیوں کی ایک ڈبیہ ہاتھ آئی تھی مال غنیمت کے ساتھ وہ بھی بارگاہ خلافت میں بھیجی گئی۔ سب کو موتیوں کی تقسیم مشکل تھی۔ حضرت عمر نے کہا آپ لوگ اجازت دیں تو میں ام المومنین عائشہ کو بھیج دوں کہ آنحضرت صلعم کو وہ محبوب تھیں۔ سب نے بخوشی اجازت دی۔ چنانچہ وہ ڈبیہ حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیجدی

گئی۔ کھول کر دیکھا فرمایا ابن خطاب نے آنحضرت صلعم کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کیے۔ خدایا مجھے آئندہ اُن کے عطیوں کے لئے زندہ نہ رکھنا (مستدرک حاکم)
حضرت عمر کی تمنا تھی کہ وہ بھی حضرت عائشہ کے حجرہ میں آنحضرت صلعم کے قدموں کے نیچے دفن ہوں لیکن وہ اس لئے نہیں کہ سکتے تھے کہ گوشہ عام خروں سے زیر خاک پردہ نہیں تاہم اوبا دفن کے لئے بھی وہ اپنے کو غیر محرم ہی سمجھتے تھے۔ دم نزع تک اس خلش سے بے تاب تھے۔ آخر اپنے صاحبزادے کو کہا کہ ام المومنین کو میری طرف سے سلام کہو اور عرض کرو کہ عمر کی تمنا ہے کہ وہ اپنے رفیقوں کے پہلو میں دفن ہو۔ فرمایا اگرچہ وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن عمر کے لئے خوشی سے یہ ایثار گوارا کرتی ہوں۔ اس اجازت کے بعد بھی حضرت عمر نے وصیت کی کہ میرا جنازہ آستانہ تک لے جا کر پھر اذن طلبی کرنا۔ اگر ام المومنین اجازت دیں تو اندر دفن کر دینا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت عائشہ نے دوبارہ اجازت دی اور جنازہ اندر لیجا کر دفن کیا گیا (یہ تمام تفصیل صحیح بخاری کتاب الجنائز میں ہے) اور آخر اسی حجرۂ اقدس میں برج خلافت کا دوسرا اختر تاباں بھی نگاہوں سے پنہاں ہوا" (سیرۃ عائشہ صـ۱۳۰)۔
اس پوری عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر نے آپ کی صاحبزادی کا کس درجہ خیال رکھا کہ آپ کو حضرت رسولخدا صلعم کا غم بھی بھول گیا اور حضرت ابو بکر کا صدمہ بھی زائل ہو گیا ہوگا۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حضرت عائشہ کو بارہ ہزار سالانہ وظیفہ کہاں سے ملتا۔ اور زمانہ نبوت میں آپ موتیوں کی ڈبیہ کس طرح پاتیں۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ کی حالت تو یہ لکھی ہوئی ہے "جس دن وہ بیوہ ہوئیں اسی کی شام کو گھر میں برکت تھی (ترمذی کتاب الادب)" (سیرۃ عائشہ صـ۱۲۷) پس جن معظمہ نے اپنے شوہر کے زمانہ میں اس درجہ فقیری اور عسرت کا مزہ چکھا ہو کہ شوہر کے انتقال کے دن گھر میں کچھ نہ تھا بلکہ چراغ جلانے کو تیل بھی نہ تھا اُن کو حضرت عمر کے زمانہ میں بارہ ہزار سالانہ پنشن مقرر ہو جانے سے (جب کہ آپ کا خرچ بھی صرف آپ کی ذات تک ہی محدود تھا کیونکہ اولاد کی زحمتوں سے خدا نے آپ کو محفوظ ہی رکھا تھا) وہ ممدوح کی جیسی قدردان ہو گئی ہوں وہ ظاہر ہے۔ اب خود سمجھ لو کہ جناب عبداللہ ایسے ہر دلعزیز فرزند حضرت عائشہ ایسی ہی ثروت حیثیت کے زمانہ میں حضرت عمر کے فضائل کس درجہ جھیل سکتے تھے پھر کتاب میں آپ کے لئے کیا کچھ نہیں ملیگا

ہدایت خاتون۔ معاذ اللہ! خدا کی پناہ!! میں قرآن مجید کی استہزاء کر رہی ہوں؟ تو میری زبان مقراض سے کاٹ دو۔ ایسی چیز دنیا میں رہنے کا حق ہی نہیں رکھتی جو ایسی بے ادبی کرے میں تو تمہاری کتابوں میں جو پڑھ چکی ہوں انھیں کو بیان کر رہی ہوں اور وہ بھی تمہارے کہنے پر۔ اب تم بحث سے گھبرا گئے تو ایسے پہلو بدلنے لگے کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں صاف ہی کہہ دو کہ اب بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی صاحب (شرما کر)۔ خیر میں اپنی بات واپس لیتا ہوں۔ تم کو جو کچھ کہنا ہو اطمینان سے بیان کرو۔ بحث کی ضرورت کیوں نہیں۔ تم کو راہ راست پر لانا ہے۔

ہدایت خاتون۔ تم مجھے الزام دیتے ہو کہ قرآن مجید سے استہزاء کرتی ہوں حالانکہ تمہارے بزرگوں ہی نے قرآن مجید سے مزاح و استہزاء بھی کیا ہے اور اس کا ادب بھی باقی نہیں رکھا۔ تمہارے مذہب کی خوبیاں کہاں تک بیان کی جائیں۔

مولوی صاحب۔ تم پھر وہی چڑانے اور چھیڑنے کی باتیں کرنے لگیں۔ اب کہہ دو کہ تمہاری کتابوں میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

ہدایت خاتون۔ بے شک کہتی ہوں اور ڈنکے کی چوٹ کہتی ہوں۔ کچھ چوری ہے جو دبی زبان سے کہوں؟ اگر ثبوت نہیں ہوتا تو میں دعوے ہی نہیں کرتی۔ وہی کہتی ہوں جس کی صاف دلیل پا چکتی ہوں!!!

مولوی صاحب۔ خیر اب اس کی دلیل بھی بیان ہی کر دو۔ تجربہ سے تو مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ تمہاری کسی بات کا نہ جواب ہے نہ ہوگا۔ بس کہتی جاؤ اور میں بت بنا سنتا جاؤں۔

ہدایت خاتون۔ سنو علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ عن السدی فی قولہ ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شئی قال نزلت فی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح القرشی اسلم وکان یکتب للنبی فکان اذا املٰی علیہ سمیعا علیما۔ کتب علیما حکیما۔ واذا قال علیما حکیما کتب سمیعا علیما فشک وکفر وقال ان کان محمد یوحی الیہ فقد اوحی الی۔ سدی کہتے تھے کہ پارہ ۷ سورہ انعام رکوع ۱۱/۱ میں آیۃ ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شئی۔ ایک شخص عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی کے بارے میں نازل ہوئی وہ جب مسلمان ہوا تو حضرت رسول خدا صلعم اپنی وحیوں کو اسی سے لکھوانے لگے۔ مگر اس کا

یہ معمول ہوگیا کہ حضرتؐ جو وحی لکھواتے اس میں خود اصلاح دے دیا کرتا اور کچھ کا کچھ لکھ دیا کرتا
مثلاً اگر حضرتؐ فرماتے کہ لکھو سمیعا علیما تو وہ لکھ دیتا علیما حکیما اور اگر حضرتؐ فرماتے کہ علیما
حکیما لکھو تو وہاں سمیعا علیما لکھ دیتا اسی طرح کرتے رہنے سے اوسکو حضرتؐ کی نبوت میں شک
ہوا تو وہ پھر کافر ہوگیا اور کہنے لگا اگر محمدؐ پر وحی نازل ہوتی ہے تو نئی بات کیا ہے مجھ پر بھی
نازل ہوتی ہے۔ کان یکتب للنبیؐ فکان اذا ما یملی عزیز حکیم فیکتب غفور رحیم
فیغیرہ ثم یقرأ علیہ۔ فرجع عن الاسلام ولحق بقریش۔ وہ حضرتؐ کی وحی لکھا کرتا
اگر حضرتؐ کسی سورہ میں فرماتے کہ عزیز حکیم لکھو تو وہ غفور رحیم لکھ دیتا اسی وجہ سے
وہ اسلام سے پھر گیا اور قریش میں جا ملا (درمنثور جلد ۳ صفحہ)۔ بتاؤ وہ کیوں کافر ہوگیا؟
اسی وجہ سے تو کہ اوس نے دیکھا وہ جو چاہتا قرآن کو بدل کر لکھ دیتا ہے۔ اس پر سمجھا کہ اگر
یہ خدا کا کلام ہوتا تو خدا اوس کے ہاتھ کو ایسا کرنے سے روک دیتا کہ خدا نے ایسا کیا نہیں
اس سبب سے وہ کافر ہوگیا پس اگر خدا نے قرآن مجید کو تحریف سے محفوظ رکھنے کا وعدہ
کیا ہوتا تو عبداللہ وحی کو الٹ پھیر کر سکتے۔ وہ کیوں کامیاب ہوگیا؟ اوس نے تحریف ضرور
کی۔ تو اوس کو اس تحریف پر کیونکر قدرت ہوگئی؟ ایک اور سنو۔ لما فتح النبیؐ الکعبۃ
اخذ ابو برزۃ الاسلمی وھو سعید بن حرب عبد اللہ بن خطل وھو الذی کانت قریش
تسمیہ ذا القلبین فانزل اللہ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ فقدمہ
ابو برزۃ فضرب عنقہ وھو متعلق باستار الکعبۃ۔ فانزل اللہ فیہ لا اقسم بھذا
البلد وانت حل بھذا البلد وانما کان ذلک لانہ قال اقرأتہ انا اعلم لکم علم محمدؐ فاتی النبیؐ فقال
یا رسول اللہؐ انما احب ان تستکتبنی۔ قال فاکتب فکان اذا املی علیہ من
القرآن وکان اللہ علیما حکیما کتب وکان اللہ حکیما علیما واذا املی علیہ
وکان اللہ غفورا رحیما کتب وکان اللہ رحیما غفورا ثم تقول یا رسول اللہ
اقرأ علیک ما کتبت۔ فیقول نعم۔ واذا اقرأ علیہ وکان اللہ علیما حکیما او رحیما
غفورا۔ قال لہ النبیؐ ما ھکذا املیت علیک وان اللہ کذلک انہ لغفور رحیم
وانہ لرحیم غفور۔ فرجع الی قریش فقال لیس امرہ بشیء۔ کنت آخذ بہ فیتصرف
فلم یؤمنہ فکان احد الاربعۃ الذین لم یؤمنھم النبیؐ۔ حضرت رسول خدا صلعم نے
جب خانہ کعبہ کو فتح کیا تو ابو برزہ اسلمی نے جو سعید بن حرب تھے۔ عبداللہ بن خطل کو گرفتار کر لیا

یہ وہ شخص تھا جس کو قریش کے لوگ ذوالقلبین (دو دل والا) کہتے تھے تو خدا نے یہ آیۃ نازل
کی اللہ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے (پ ۲۱ ع ۱۷) لہ ۔ تو ابو برزہ نے
آگے کھینچکر اسکی گردن اُڑا دی ۔ اوس وقت وہ خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا تھا۔ تب
خدا نے یہ آیۃ نازل کی ۔ اے پیغمبر میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور تو اس شہر میں آزاد
ہوگا ۲ (پارہ ۳۰ ع ۱۵) اور یہ بات اس سبب سے ہوئی کہ اس عبد اللہ بن خطل نے
قریش سے کہا تھا کہ دیکھو میں تمہارے نبی محمدؐ کا حال جانتا ہوں ۔ یہ کہکر حضرت رسولخدا
صلعم کی خدمت میں پہونچا اور کہا اے رسولخدا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے لکھوایا کریں حضرت
نے فرمایا اچھا لکھا کرو ۔ مگر وہ کیا کرتا کہ جب حضرت قرآن مجید میں وکان اللہ علیما حکیما لکھنے کو
کہتے تو وہ اُلٹ کر حکیما علیما لکھ دیتا۔ اور جب حضرت فرماتے کہ لکھو وکان اللہ غفورا رحیما تو وہ لکھ دیتا
وکان اللہ رحیما غفورا ۔ پھر کہتا اے رسولخدا میں نے جو لکھا ہے وہ آپکو سنا دوں؟ حضرت فرماتے ہاں پڑھ ۔ وہ پڑھتا
وکان اللہ علیما حکیما یا رحیما غفورا تو اس سے حضرت فرماتے میں نے تم سے اس طرح لکھنے کو

لہ مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "ایک منافق کہتا تھا میرے دو دل ہیں ۔ ایک دل
ایسا کہتا ہے ایک دل ایسا اوس وقت یہ آیۃ اتری ۔ ابن عباسؓ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت
نماز پڑھ رہے تھے اس میں بھول گئے ۔ منافق کہنے لگے ان کے دو دل ہیں ۔ ایک دل تمہارے
ساتھ ۔ ایک دل کہیں ۔ اوس وقت یہ آیۃ اتری ۔ بعضوں نے کہا قریش میں ایک شخص تھا دانا
اوس کو دو دل والا کہتے ۔ اسی کے باب میں یہ آیۃ اتری" (تفسیر وحیدی پارہ ۲۱ ع ۱۷ صفحہ ۵۴۳
مطبوعہ لاہور) ۱۲ منہ

۲ مولوی وحید الزماں خاں صاحب لکھتے ہیں "جس روز مکہ فتح ہوا آپ اس میں داخل
ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے آپ کے لئے وہاں کافروں کو مارنا درست کردیا ۔ چنانچہ آپ کو خبر
دی گئی کہ عبد اللہ بن خطل کافر کعبے کے پردوں میں چھپا ہوا ہے ۔ آپ نے فرمایا اسے
مار ڈالو ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے رکن اور مقام ابراہیم کے بیچ میں اس کو قتل کیا"
(تفسیر وحیدی صفحہ ۷۷۳) ۔ اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید سے اس قسم کی مزاح اور مسخراپن کرنے والے
ایک ہی بزرگ نہیں گزرے بلکہ کئی صاحب ہوئے ہیں جنھوں نے قرآن مجید کو کھیل بنا رکھا تھا اور وہ
سب شروع کے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم کہو یا اور کچھ) ہی تھے ۔ جو حضرت پر اسلام لاچکے تھے ۱۲ منہ

تو نہیں کہا تھا۔ اگرچہ خدا ہے ایسا ہی کہ وہ غفور رحیم ہے اور وہ رحیم غفور ہے۔ پھر وہ قریش کی طرف واپس گیا۔ اور کہا ان کا دعوے کچھ نہیں۔ میں جدھر جانا چاہتا ہوں اُدھر یہ پھر جاتے ہیں۔ تو حضرتؐ نے اس کو امن نہیں دیا اور وہ بھی انہیں چار لوگوں میں رہا جو حضرت رسولخداؐ کے امن سے محروم رہے (تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۵۲)

مولوی صاحب ۔ واقعاً بڑا بدمعاش اور پاجی تھا۔ اچھا ہوا کہ حضرت رسول مقبولؐ نے اس کو قتل کرا دیا۔ یہ زندہ رہتا تو نہ معلوم کتنا فساد پیدا کر دیتا قرآن مجید کو ایک کھلونا بنا دیتا۔ توبہ۔ پہلے زمانہ میں کیسے کیسے بیہودے گزر گئے ہیں۔

ہدایت خاتون ۔ پھر تم لوگ کس منہ سے کہتے ہو کہ قرآن مجید میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا خدا نے اسکی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ اگر قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ ہوتا تو خدا نے اس کو کیوں نہیں اس شرارت سے باز رکھا؟

مولوی صاحب ۔ بات تو انصاف کی ہے۔ اگر انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون قرآن شریف ہی کے متعلق وعدہ ہوتا تو خدا کو ضرور اس قسم کی شرارتوں سے بھی بچانا چاہیئے تھا۔ مگر آنحضرتؐ کے بعد ممکن ہے خدا نے اسکی حفاظت کی ہو۔

ہدایت خاتون ۔ تمہاری عقل کے قربان جاؤں۔ اتنی بحثیں ہو چکیں مگر اب تک تم مرغی وہی ایک ٹانگ کہے جاتے ہو۔ اگر آنحضرتؐ کے بعد خدا اسکی حفاظت کرتا تو اتنے الفاظ کی کمی کیوں ہو گئی؟ اتنی عبارتیں غائب کیسے ہو گئیں؟ الفاظ کیوں بدل گئے؟ قرآن مجید کی ترتیب کیوں بدل گئی؟

قرآن مجید میں اور تغیر ترتیب

مولوی صاحب ۔ ترتیب کا تغیر تو پہلے ہی تم بیان کر چکی ہو کہ مکی سوروں کے پہلے مدنی اور مدنی کے بعد مکی سورتیں ہیں۔ ایک ہی بات کو دہرانے کی کیا ضرورت ہے۔

ہدایت خاتون ۔ یہی کیوں۔ اور بھی بہت سی ترتیب بدل گئی ہے۔

مولوی صاحب ۔ نہیں اور کوئی ترتیب نہیں بدلی ہو گی۔ تم حد سے نہ گزر جاؤ۔

ہدایت خاتون ۔ اچھا سنو (۱) ان رسول اللہؐ قال لہ الا اخبرک باخیر سورۃ نزلت فی القرآن۔ قلت بلٰی یا رسول اللہؐ۔ قال فاتحۃ الکتاب۔ حضرت رسولخدا صلعم نے عبد اللہ بن جابر سے فرمایا کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ قرآن مجید میں سب سے آخری

کون سورہ نازل ہوئی ؟ عبد اللہ نے عرض کی ہاں یا حضرتؑ ضرور بتا دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ سورہ فاتحہ ہے (تفسیر در منثور جلد ۱ صفحہ ۲) ۔ دیکھو خدا نے جس سورہ کو سب سے آخر میں نازل کیا تمہارے صحابہ نے اس کو قرآن مجید میں سب سے پہلے کر دیا۔ اور سنو (۲) قال رسول اللہؐ لا تقولوا سورۃ البقرۃ ولا سورۃ آل عمران ولا سورۃ النساء وکذلک القرآن کلہ ولکن قولوا السورۃ التی یذکر فیہا البقرۃ والسورۃ التی یذکر فیہا آل عمران وکذلک القرآن کلہ ۔ حضرت رسولخداصلعم نے فرمایا یہ نہ کہا کرو سورہ بقرہ سورہ آل عمران وغیرہ۔ بلکہ اس طرح کہا کرو وہ سورہ جس میں بقرہ کا ذکر ہے ۔ وہ سورہ جس میں آل عمران کا ذکر ہے ۔ اسی طرح پورے قرآن کو۔ (در منثور جلد ۱ صفحہ ۱۸)

مولوی صاحب ۔ تو اس میں تغیر ترتیب کیونکر ہوا جو تم نے اس بحث میں ذکر کیا۔

ہدایت خاتون ۔ اب ہر شخص یہی کہتا ہے سورہ بقرہ و سورہ آل عمران۔ اور لکھا بھی یوں ہی ہے ۔ علماء و ارکان دین سب اسی طرح لکھتے بولتے ہیں ۔ تو کیا یہ تغیر ترتیب نہیں ہوا کہ ہر سورہ کے قبل اس طرح لکھا ہوا ہے جس طرح لکھنے کو نہ خدا نے کہا نہ رسولؐ نے اور نہ اس طرح قرآن مجید نازل ہوا۔ اب جو قرآن مجید میں ہر سورہ کے پہلے اس سورہ کا نام لکھا ہوا ہے کیا اسی طرح خدا نے نازل کیا تھا ؟ یا مسلمانوں نے یہ تغیر دے دیا ؟

مولوی صاحب ۔ تم تو ایک رد پر دوسرا پھر تیسرا ردا رکھتی چلی جاتی ہو۔ یہ بھی نئی بات معلوم ہوئی ہے کہ کلام پاک میں ہر سورہ کے پہلے اس سورہ کا جو نام لکھا ہوا ہے۔ یہ انسانی کلام اس میں داخل کر دیا گیا ہے اور اب قرآن مجید خالص اللہ تعالیٰ کا کلام پاک باقی نہیں رہا۔ اسی وجہ سے اس کو لوگ لے کر جھوٹی قسمیں کھا جاتے ہیں اور ان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس کی ہر طرح بے عزتی کرتے ہیں ۔ نجس لوگوں سے لکھواتے ہیں ۔ بے موقع رکھتے ہیں ۔ بلکہ اسکے اوراق تک بنیوں کی دوکانوں پر بیچ دیتے ہیں اور پھر انکی کوئی تنبیہ نہیں ہوتی۔

ہدایت خاتون ۔ سُنتے جائیے (۳) عن ابن زید قال ہذہ الآیۃ مقدمۃ و مؤخرۃ انما ہی اذاعوا بہ الا قلیلا منہم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لم ینج قلیل ولا کثیر۔ ابن زید کہتے تھے کہ (پ ۵ سورہ نساء رکوع ۸ میں) آیۃ مقدم موخر (آگے پیچھے) ہوئی ہے وہ اس طرح تھی (اذاعوا بہ الا قلیلا منہم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لم ینج قلیل ولا کثیر ۔ مگر اب یہ آیۃ اس طرح ہے اذاعوا بہ ولو ردوہ

الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

مولوی صاحب ۔ یہ بھی بالکل نیا مضمون ہے۔ کیا تماشہ ہو رہا ہے۔ توبہ۔

ہدایت خاتون ۔ بوتے کیوں ہو سنتے جاؤ۔

ایک صحابی نے خدا کو صلاح دی

ہدایت خاتون ۔ ایک اور لطیفہ دیکھو کہ ایک صحابی نے خدا کو ایک بات یاد دلادی تو خدا نے ان کی رائے کے مطابق اپنے کلام میں اصلاح لیکر اس کو نازل کیا سنو (۴) عن زید بن ثابت قال کنت الی جنب رسول اللہؐ فغشیتہ السکینۃ فوقعت فخذ رسول اللہؐ علی فخذی فما وجدت ثقل شئی اثقل من فخذ رسول اللہؐ ثم سری عنہ فقال اکتب فکتبت فی کتف لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ الی آخر الآیۃ ۔ فقال ابن ام مکتوم وکان رجلا اعمی لما سمع فضل المجاھدین ۔ یا رسول اللہؐ فکیف بمن لا یستطیع الجہاد من المومنین فلما قضی کلامہ غشیت رسول اللہؐ السکینۃ فوقعت فخذہ علی فخذی فوجدت ثقلھا فی المرۃ الثانیۃ کما وجدت فی المرۃ الاولی ثم سری عن رسول اللہؐ فقال اقرأ یا زید فقرأت لا یستوی القاعدون من المومنین فقال رسول اللہؐ اکتب غیر اولی الضرر الآیۃ قال زید انزل اللہ وحدھا والحقتھا ۔ مختصر یہ کہ زید بن ثابت کا بیان ہے کہ حضرت رسولخداؐ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا لکھو۔ میں نے ایک ہڈی پر لکھا لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ تا آخر آیۃ جو مومنین جہاد کرتے ہیں اور جو گھر بیٹھے رہتے ہیں وہ برابر نہیں ہو سکتے (پ ۵ سورہ نساء رکوع ۱۳/۱) اس پر ابن ام مکتوم جو نابینا تھے بولے یا حضرتؐ اور جو مجبور ہو؟ اس بات پر پھر حضرتؐ پر وحی نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضرتؐ نے زید سے فرمایا لا یستوی القاعدون من المومنین کے بعد غیر اولی الضرر کا جملہ بھی بڑھا دیا گیا اور آج تک قرآن مجید میں یہ موجود ہے (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۰۳) (۵) ان ابن عباس کان یقرأ ھذہ الحرف ان یدعون من دونہ الا انثی ۔ وعن مجاھد فی قولہ الا اناثا قال الا اوثانا .. عن عائشہ انھا

مومنات کی بت پرستی

کانت تقرأ ان یدعون من دونہ الا وثانا ۔ ولفظ ابن جریر کان فی مصحف عائشہ ان یدعون من دونہ الا وثانا... قرأ رسول اللہ ان یدعون من دونہ الا اناثا ۔ پارہ ۵ سورہ نساء رکوع ۱۸ میں اب یہ آیۃ ہے ان یدعون من دونہ الا اناثا مگر جناب ابن عباس کہتے تھے کہ یہ ان یدعون من دونہ الا انثیٰ ہے اور مجاہد کہتے تھے کہ یہ نہ اناثا ہے نہ انثیٰ ہے بلکہ اوثانا ہے۔ جناب عائشہ بھی اس کو اوثانا ہی پڑھتی تھیں اور لفظ ابن جریر میں ہے کہ مصحف عائشہ میں بھی یہ اوثانا ہی تھا۔ اور حضرت رسولخدا صلعم اس کو الا انثیٰ پڑھتے تھے (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۲۳) (۶) لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم ۔ قال کان الضحاک بن مزاحم یقول ھذا فی التقدیم والتاخیر یقول اللہ ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم الا من ظلم وکان یقرؤھا کذلک ثم قال لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول ای علی کل حال ۔ پانچویں پارے کے آخر میں ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم وکان اللہ شاکرا علیما ۔ اور چھٹے پارے کے شروع میں لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم ہے ۔ ضحاک کہتے تھے کہ ان دونوں جملوں میں آگے پیچھے ہو گیا ہے ۔ اصل میں اس طرح تھا ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم الا من ظلم اور اسی طرح وہ اس کو پڑھتے تھے اس کے بعد لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول کہتے تھے یعنی ہر حال میں یہی ہے کہ خدا برائی کا زور سے بیان کرنا پسند نہیں کرتا (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)۔ بہو تو مزاج کیسا ہے ۔ دیکھتے ہو پانچویں پارے کی آیۃ کا ٹکڑا چھٹے پارے کی آیۃ میں کر دیا گیا اور وہ آج تک یونہی اسی طرح ہے ۔ قرآن مجید میں جو تقدیم وتاخیر کی گئی وہ اب تک موجود ہے

مولوی صاحب۔ کیا بولوں اور کیا جواب دوں ۔ تم نے مجھے بُت بنا دیا ہے ۔

ہدایت خاتون۔ حیرا ویسے ۔ (۷) ارنا اللہ جہرۃ اس ناللہ قال ھو مقدم وموخر ۔ پارہ ۶ رکوع ۲ شروع ہی میں فقالوا ارنا اللہ جہرۃ ہے ۔ جناب ابن عباس کہتے تھے کہ یہ جہرۃ ارنا اللہ تھا مگر آگے پیچھے کر دیا گیا (در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)۔

(۸) عن جبیر بن نفیر قال حججت فدخلت علی عائشہ فقالت لی یا جبیر تقرأ المائدہ - فقلت نعم - فقالت اما انہا آخر سورۃ نزلت فما وجدتم فیہا من حلال فاستحلوہ وما وجدتم من حرام فحرموہ۔ جبیر ابن نفیر کہتے تھے کہ میں نے حج کیا تو حضرت عائشہ کے پاس بھی حاضر ہوا۔ جناب معظمہ نے مجھ سے فرمایا اے جبیر تم سورہ مائدہ کی تلاوت کرتے ہو؟ میں نے عرض کی ہاں۔ جناب معظمہ نے فرمایا دیکھو وہی سورۃ ہے جو سب کے آخر میں نازل ہوئی۔ تم کو اس میں جو حلال ملے اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ملے اوسکو حرام سمجھو (در منثور جلد ۲ صـ۲۵۲) (۹) عن البراء قال آخر آیۃ نزلت یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ وآخر سورۃ نزلت تامۃ براءۃ جناب براءؓ بیان کرتے تھے کہ سب سے آخر میں جو آیۃ نازل ہوئی وہ یہ ہے:- یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ اور سب سے آخر میں جو سورہ نازل ہوئی وہ برارۃ ہے (در منثور جلد ۳ صـ۲۰۸)۔ بتاؤ تو اب آیۃ یستفتونک کس پارہ اور کس سورہ میں ہے؟

مولوی صاحب۔ اس کو مجھ سے کیا پوچھتی ہو پ۶ سورہ نساء رکوع ۲۴ میں ہے۔

ہدایت خاتون۔ اور سورہ برارۃ کس پارے میں ہے؟

مولوی صاحب۔ دسویں پارے میں۔ ان سب باتوں سے کیا فائدہ۔ مہمل سوالات کرتی جاتی ہو۔

ہدایت خاتون۔ مہمل سوالات ہیں؟ تمہارا دل ہی جانتا ہوگا کہ ان سوالات سے تم پر کیا گزر رہی ہے۔ بتاؤ جو آیۃ سب کے آخر میں اُترے اور وہ اب چھٹے پارے میں ہو اور جو سورۃ سب سے پیچھے نازل ہو مگر اب دسویں پارے میں ہو۔ اسی قرآن مجید کے بارے میں تم لوگوں کا یہ دعوےٰ رہتا ہے کہ کتب اہلسنت سے تحریف ثابت نہیں ہوتی؟

مولوی صاحب۔ تم نے تو اتنے پتے کی باتیں نکالیں کہ آج تک کسی شیعہ عالم نے بھی اتنی باتیں جمع نہیں کی ہونگی۔

ہدایت خاتون۔ تم نے ابھی ہمارے علمائے محققین کی کتابیں دیکھیں کہاں؟-

ان حضرات کی تحقیقات تو دریائے بے پایاں ہیں۔ ان کی کتابیں دیکھو تب قدرت خدا نظر آئے اور یقین ہو کہ علم و یقین اس کو کہتے ہیں۔ اور جب ان حضرات کی یہ معمولی لنڈی آپ نے مذہب کی حقیقت اور تم لوگوں کے دعووں کے ابطال میں اتنی چیزیں جمع کر سکی تو پھر اُن حضرات کی خدمات جلیلہ کی حد کون بیان کر سکتا ہے ہر زمانہ میں اُن بزرگان دین کے کارنامے عقلوں کے حیران کرنے والے ہی رہے۔ خیر اور سُن لو (۱۰) عن مجاھد رضؓ فی قولہ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ قال ھی اول ما انزل اللہ من سورۃ براءۃ مجاہدؓ کہتے تھے کہ سورہ براءۃ کی سب سے پہلی آیۃ جو اُتری یہ ہے لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ اول ما نزل من براءۃ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ سب سے پہلی آیۃ جو سورہ براءۃ کی نازل ہوئی لقد نصرکم اللہ ہے (در منثور جلد ۳ ص۲۲۳) اب دیکھو سورہ براءۃ میں یہ آیۃ ۲۴ آیتوں کے بعد درج کی گئی اور بجائے ۱ کے اس کا نمبر ۲۵ کر دیا گیا (۱۱) فقال رسول اللہ صلعم کذلک وکانت اول آیۃ نزلت فی القتال اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا حتی بلغ لقوی عزیز۔ حضرت رسول اللہ صلعم اسماء بنت عمیس سے کہا کہ عمر جو کہتے ہیں وہ بات نہیں ہے اور قتال کے بارے میں جو آیۃ سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہ ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا تا قوی عزیز (در منثور جلد ۳ ص۲۲۵، مگر اب یہ آیت پارہ ۱۷ سورہ حج رکوع ۶ میں ہے)۔ بتاؤ کہاں سے کہاں بات پہونچ گئی۔

مولوی صاحب۔ تو اس پر کیا اعتراض ہے۔ ہو سکتا ہے جہاد کے بارے میں سب سے پہلے یہی آیۃ اُتری ہو۔ اس کے قبل کوئی آیت نہیں ہو۔

ہدایت خاتون۔ مگر اب قرآن مجید میں جہاد اور قتال کی بہت سی آیتیں اس آیۃ سے پہلے موجود ہیں پ۲ سورہ بقرہ رکوع ۲۴ میں دیکھو وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ پھر اسی پارہ کے رکوع ۳۱ میں ہے وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے جو آیۃ سب سے پہلے نازل ہوئی وہ اب سترہویں پارہ میں درج کر دی گئی۔ دوسری آیتیں جو بعد کو نازل ہوئیں وہ اس سے بہت پہلے رکھ دی گئیں۔ پارہ ۲۔ ۴۔ ۵۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱ سب ہی میں اس امر کی آیتیں ہیں سب کے پڑھنے اور سُنانے میں سوائے وقت ضائع ہونے کے کوئی فائدہ نہیں۔

مولوی صاحب۔ ہاں اسکی ضرورت نہیں ہے۔

ہدایت خاتون ۔ اور سنو (۱۲) عن ابی الضحیٰؓ قال اول ما نزل من براءۃ انفروا خفافا و ثقالا ثم نزل اولھا و آخرھا ۔ ابو الضحیٰ بیان کرتے تھے کہ سورہ براءۃ کی سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی یہ ہے انفروا خفافا و ثقالا ۔ اس کے بعد اس کے اول و آخر کا نزول ہوا (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۴۱) ۔ دیکھو جو آیت سورہ براءۃ کی پہلی تھی وہ اب اکتالیسویں ہوگئی ۔ (۱۳) عن ابی بن کعب قال آخر آیۃ انزلت علی النبیؐ وفی لفظ ان آخر ما نزل من القرآن لقد جاءکم رسول من انفسکم الی آخر الآیۃ ۔ جناب ابن عباس و ابی بن کعب کہتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم پر سب کے آخر میں جو آیۃ نازل ہوئی وہ یہ ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم الآیۃ (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۹۵) مگر اب یہ آیت پارہ ۔ ۱۱ سورہ توبہ رکوع ۱۶/۵ میں ہے ۔ (۱۴) ان ابی بن کعب کان یقول ان احدث القرآن عھدا باللہ وفی لفظ بالسماء ھاتان الآیتان لقد جاءکم رسول من انفسکم الی آخر السورۃ ۔ ابی بن کعب کہتے تھے کہ اللہ کے ہاں سے یا آسمان سے قرآن مجید کی جو آیت سب سے آخر نازل ہوئی وہ یہ دو آیتیں ہیں ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم تا آخر سورہ (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۹۵) (۱۵) عن ابی بن کعب انھم جمعوا القرآن فی مصحف فی خلافۃ ابی بکر فکان رجال یکتبون و یملی علیھم ابی بن کعب حتے انتھوا الی ھذہ الآیۃ من سورۃ براءۃ ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون فظنوا ان ھذا آخر ما نزل من القرآن فقال ابی بن کعب ان النبیؐ قد اقرأنی بعد ھذا آیتین لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم ۔ بالمومنین رؤف رحیم فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم فھذا آخر ما نزل من القرآن ۔ قال فختم الامر بما فتح بہ بلا الہ الا اللہ یقول اللہ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا یوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون ۔ جناب ابی بن کعب بیان کرتے تھے کہ لوگوں نے قرآن مجید کی آیتوں کو حضرت ابوبکر کی خلافت میں ایک مصحف میں جمع کیا ۔ اس کی صورت یہ تھی کہ اور لوگ لکھتے جاتے اور ابی بن کعب بولتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ سورہ براءۃ کی اس آیت تک پہونچے ثم

انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون تو لوگوں نے گمان کیا کہ قرآن مجید کی جو آیت سب کے آخر میں نازل ہوئی یہی ہے۔ اس پر ابی بن کعب نے کہا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اس کے بعد مجھے اور دو آیتیں پڑھائیں جو یہ ہیں لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔ یہی قرآن مجید کی وہ آیۃ ہے جو سب کے آخر میں نازل ہوئی۔ بس اس امر کا خاتمہ اسی لا الہ الا اللہ پر ہوا جس لا الہ الا اللہ سے اسکی ابتدا ہوئی تھی۔ خدا فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول الا یوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون (در منثور جلد ۳ صـ۲۹۶) اب دیکھو کہ وہ آیۃ جو قرآن کی سب سے آخری سمجھی جاتی تھی پ ۱۱ سورہ توبہ کے رکوع ۱۶ میں موجود ہے۔ ابھی سنتے جاؤ (۱۶) اتی الحرث بن خزیمۃ بھاتین الایتین من آخر سورۃ لقد جاءکم رسول من انفسکم الی قولہ وھو رب العرش العظیم الی عمر۔ فقال من معک علی ھذا۔ فقال لا ادری واللہ الا انی اشھد لسمعتھا من رسول اللہ ووعیتھا وحفظتھا۔ فقال عمر وانا اشھد لسمعتھا من رسول اللہ لو کانت ثلاث آیات لجعلتھا سورۃ علی حدۃ۔ فانظروا سورۃ من القرآن فالحقوھا۔ فالحقت فی آخر براءۃ۔ سورہ برارۃ (پ ۱۱) کے آخر کی ان دونوں آیتوں لقد جاءکم رسول من انفسکم ہو رب العرش العظیم تک کو حرث بن خزیمہ حضرت عمر کے پاس لائے تو حضرت عمر نے پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے جو اسکی گواہی دیتا ہے؟ حرث نے کہا خدا کی قسم اور کسی کو تو میں نہیں جانتا مگر میں خود گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے اس کو حضرت رسولخدا صلعم سے سُنا اور اس کو یاد کیا اور اس کی حفاظت کی ہے۔ حضرت عمر نے کہا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اس آیۃ کو میں نے حضرت رسولخدا صلعم سے سُنا ہے۔ اگر تین آیتیں بھی ہوتیں تو میں ان تینوں کو اکٹھا کرکے ایک سورہ ہی علیحدہ بنوا دیتا۔ خیر اب قرآن کی کسی سورہ کو دیکھو اور اسی میں ان دونوں کو بھی ڈال دو۔ اس پر میں نے یہ دونوں آیتیں سورہ برارۃ کے آخر میں ڈال دیں (در منثور جلد ۳ صـ۲۹۰) (۱۷) عن ابن مسعود انہ بلغہ ان علیا یقول تعتد اخر الاجلین۔ فقال من شاء لاعنتہ ان الآیۃ التی نزلت فی

سورۃ النساء القصریٰ نزلت بعد سورۃ البقرۃ - جناب ابن مسعود کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کہتے ہیں وہ عورت دونوں مدتوں سے آخری عدہ کو رکھیگی - پھر حضرتؓ نے کہا کہ جو شخص چاہے اس سے میں لعنت کا مباہلہ کرنے کو طیار ہوں کہ وہ آیت جو سورہ نساء میں نازل ہوئی وہ سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی (در منثور جلد ۶ ص۲۳۵) (۱۸) عن ابن عباس قال اول ما نزل من القرآن بمکۃ اقرأ باسم ربک الذی خلق جناب ابن عباس فرماتے تھے کہ قرآن کی پہلی سورہ جو مکہ میں نازل ہوئی سورہ اقراء ہے عن ابی موسےٰ الاشعری قال کانت اقرأ باسم ربک اول سورۃ نزلت علے محمدؐ - جناب ابوموسےٰ اشعری کہتے تھے کہ سورہ اقرأ ہی سب سے پہلے حضرت محمدؐ پر نازل ہوئی - محمد بن عباد انہ سمع بعض علمائھم یقول کان اول ما انزل اللہ علے نبیہ اقرأ باسم ربک الی مالم یعلم فقالوا ھذا صدرھا الذی انزل یوم حراء - ثم انزل اللہ آخرھا بعد ذلک ماشاء اللہ - محمد بن عباد کہتے تھے کہ انھوں نے علماء سے سنا کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ پر سب سے پہلے قرآن کی جو سورۃ نازل کی اقرأ باسم ربک مالم یعلم تک تھی - لوگوں نے کہا یہ اس سورہ کا ابتدائی حصہ ہے جو حضرت پر حراء کے روز نازل ہوئی تھی - پھر خدا نے اس کے بعد اس کے آخر کا حصہ جب چاہا نازل کیا عن عائشۃ قالت اول ما نزل من القرآن اقراء باسم ربک الذی خلق - حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ قرآن کی سب سے پہلی سورہ اقراء ہی نازل ہوئی ہے (در منثور جلد ۶ ص۳۶۸)

اب تک اہلسنت قرآن مجید میں تحریف کر رہی ہیں

مولوی صاحب - اب اس بحث کو بھی بند کرو - تم نے بہت انبار لگا دیا -

ہدایت خاتون - اگر تم مذاق نہیں سمجھو تو میں ایک اور بات کہوں - مگر ہے وہ بڑے ہی مزے کی - تم بھی کیا یاد کرو گے - شاید اس سے پہلے سنی بھی نہ ہو -

مولوی صاحب - تم ہنس کر زہر کی بجھائی ہوئی تلوار لگاتی جا رہی ہو - مذاق میں کیوں سمجھوں گا - تمہاری باتیں بس میٹھی چھری ہیں -

ہدایت خاتون - اچھا ذرہ محلہ کے کسی گھر سے مجھے عم پارہ منگا دو تو اس بات کو کہوں - کوئی گھبرانے کی بات نہیں مگر دلچسپ ضرور ہے -

مولوی صاحب - لو! اب پھر پاگل پنے کی باتیں کرنے لگیں - ابھی عم پارہ کیا

کروگی؟ جب اللہ کے فضل سے تمہاری گود آباد ہوگی اور چاند سا بیٹا چار یا پانچ برس تک کھلالوگی اوس وقت قاعدہ بغدادی بھی منگادوں گا اور پارہ عم بھی۔ بلکہ میں خود ہی اس کو پڑھاؤں گا۔ ابھی تم کو خود پڑھنا ہی نہیں ہے۔ اور نہ مجھے پڑھنا ہے۔ پھر اِس وقت عم پارہ کی کیا سوجھ گئی۔

ہدایت خاتون ۔ نہیں میں وہی اب تم کو پڑھاؤں گی۔ اور تم کو اسے ضرور پڑھنا ہوگا۔ پھر سے پڑھو تو معرفت کے دروازے کھل جائیں۔

مولوی صاحب۔ اِس بحث میں برابر ہارتے جانے کی یہ سزا تو تم نے میرے لئے ابھی سوچی کہ اب تم مجھ کو شروع سے پڑھانا چاہتی ہو۔ تو قاعدہ بغدادی کیوں نہیں مانگتیں؟ تمہاری ایسی قابل فخر بیوی سے الف ب پڑھنے میں بھی مجھے شرم نہیں آئیگی اور تمہاری خاطر تو مجھے ہر طرح منظور ہی ہے۔ اچھا آج کسی کو بھیجکر قاعدہ بغدادی منگالیتا ہوں۔ کل سے شروع کرادینا۔ میں تم سے پڑھوں گا۔ مگر یہ بتادو کہ شروع کراتی شیرینی کتنی لوگی؟

ہدایت خاتون بس رہنے دو۔ تم مجھے کیا شیرینی کھلاؤگے؟ جو چیز مجھے شیریں ہے اوس کا تو کبھی نام بھی نہیں لیتے۔ تمہاری شیرینی سے میں باز آئی۔

مولوی صاحب۔ (گھبراکر)۔ ارے۔ وہ کونسی شیرینی ہے جو میں نے تمہیں نہیں کھلائی؟ حیدرآباد میں رنگ برنگ کی شیرینیاں بنتی ہیں اور برابر میرے لئے بڑے بڑے لوگوں کے ہاں سے بطور تحفہ آتی رہتی ہیں۔ پھر وہ کون سی انوکھی شیرینی ہے جو اب تک تم نے یہاں کھائی ہی نہیں؟ جلد بتاؤ میں ضرور کھلاؤں گا۔ اگر لکھنؤ یا دہلی میں بنتی ہو گی تو وہیں سے منگاکر کھلادوں گا۔ یا ترکیب معلوم ہوگی تو یہیں بنوادوں گا سُنوں بھی تو۔

ہدایت خاتون ۔ یہ سب تمہاری باتیں ہیں۔ جب میں اُس شیرینی کا نام بتاؤنگی تو بھاگ نکلوگے۔ منگانے اور بنوانے کا کیا ذکر ہے۔

مولوی صاحب ۔ واہ تم نے مجھے کیا سمجھا ہے۔ علمی باتوں میں تم نے اب تک مجھے دبادیا اور مذہبی بحث میں اب تک تم سے میں ہارتا رہا تو کیا تمہاری راحت رسانی میں بھی عاجز رہوں گا؟ یا کسی شکایت کا موقع آج تک آنے دیا ہے؟

ہدایت خاتون ۔ نہیں اِس سے کون انکار کرتا ہے۔ عورت کی خوبی یہ ہے کہ شوہر

پینا بھی کھلائے تو اس کو بہترین نعمت سمجھے اور تین آنے گز کا کپڑا بھی پہنائے تو اسے ریشم سے زیادہ قیمتی جانے۔ میں کھانے اور پہننے کی کوئی حقیقت ہی نہیں سمجھتی۔ بلکہ شیرینی کھانے سے میری غرض ہی اور ہے۔

مولوی صاحب۔ سچ سچ بتاؤ۔ کون سی شیرینی چاہتی ہو۔ میں کعبہ شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہی تم کو کھلاؤں گا۔ اور قرآن شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح اور جہاں سے بھی ہوگا میں اس کا انتظام کروں گا۔ تم کو میرے سر کی قسم جلد بتاؤ۔ اس وقت تم سے بہت ہی شرمندہ ہو رہا ہوں۔

ہدایت خاتون۔ میری شیرینی تو یہ ہے کہ جب اس وقت تک کی بحثوں سے تم کو خود اپنے مذہب کا غلط اور مذہب شیعہ کا حق ہونا واضح ہو گیا تو اب دیر نہ کرو۔ جلد اس مذہب کو اختیار کر لو۔ تاکہ جنت کا پروانہ ملنے میں دیر نہ ہو۔

مولوی صاحب۔ واہ۔ آپ اس فکر میں ہیں اور میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ تم کو ہی اپنے مذہب میں کھینچ لاؤں۔ اگرچہ اب تک ہر مسئلہ میں تم ہی کو کامیابی ہوتی رہی۔ مگر ابھی بہت سے مسئلے باقی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی مہربانی ہوگی تو میں ضرور تم کو صراط مستقیم دکھا دوں گا۔ ہاں یہ تو بتاؤ کہ عم پارہ کس مطلب سے مانگتی ہو۔ اس وقت تم نے عجیب فرمائش کر دی جس سے میں پریشان بھی ہو رہا ہوں۔ اور مجھے سخت حیرت بھی ہو رہی ہے۔ یہ دفعتاً کیا سوجھ گئی؟ خدا خیر کرے۔

ہدایت خاتون۔ بغل ہی میں تو سیٹھ صاحب کا مکان ہے ان کے لڑکے عم پارہ پڑھتے ہیں۔ کریم کو بھیج کر چند منٹ کے لئے منگا لو۔ مطلب معلوم ہو جاتا ہے۔

مولوی صاحب۔ (نے کریم خدمت گار کو بھیجکر عم پارہ منگا لیا اور لئے ہوئے اندر پہونچے۔ پھر کہا)۔ لیجئے۔ مولوی صاحب! بلکہ میرے استاد معظم صاحب! مجھے سبق دید یجئے۔ عم پارہ حاضر ہے۔

ہدایت خاتون۔ پہلے یہ بتاؤ یہ کون کتاب ہے۔ اور کس کی لکھی ہوئی ہے۔

مولوی صاحب۔ پھر وہی وقت ضایع کرنے والی باتیں۔ عم پارہ ہے خدا کا کلام ہے۔ اور کیا ہے۔ کیسی بھولی بنی جاتی ہیں۔

ہدایت خاتون۔ تو کیا خدا نے اس زمانہ میں دو کتابیں نازل کیں۔ ایک قرآن مجید

اور دوسری یہی عم پارہ۔

مولوی صاحب۔ لاحول ولا قوۃ کیا، ماغ خراب کرنے لگی ہو۔ اس کو دوکتاب کون کہتا ہے۔ اس قرآن شریف کے آخری پارہ کا نام پارہ عم ہے۔ اسی کو علیحدہ چھاپ دیا کہ لڑکے اور لڑکیاں پڑھ سکیں۔

ہدایت خاتون ہاں؟ بہت خوب۔ اب ذرہ قرآن مجید ہاتھ میں لے لو اور بتاتے چلو۔ پارہ۔ ۳ کی پہلی سورۃ کا نام کیا ہے۔

مولوی صاحب۔ عم یتساءلون۔

ہدایت خاتون ۔اب پارہ عم دیکھکر بتاؤ کہ اسمیں پہلے کون سورۃ لکھی ہے۔

مولوی صاحب ۔ اس میں تو پہلے سورہ الحمد ہے۔

ہدایت خاتون ۔اور قرآن مجید میں سورہ الحمد کس پارے میں ہے۔

مولوی صاحب ۔قرآن شریف میں تو سورہ الحمد پہلے پارے میں ہے۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے

ہدایت خاتون ۔ ابھی تم نے کہا کہ پارہ عم قرآن مجید ہی کا تیسواں پارہ ہے۔ اسی کو علیحدہ چھاپ دیا کہ لڑکے پڑھ سکیں۔ تو اتنا بڑا فرق کیسے ہوگیا کہ قرآن مجید کی وہ سورہ جو پہلے پارے کے شروع میں ہے وہ عم پارہ کے شروع میں آگئی۔

مولوی صاحب ۔ یہ تو تم نے عجیب سوال کیا۔ آج تک میرا دماغ اس طرف گیا ہی نہیں تھا۔ واقعاً پہلے پارہ کی سورہ الحمد تیسویں پارے کے شروع میں لکھ دی جاتی ہے۔

ہدایت خاتون ۔اور آگے چلو۔ عم پارہ میں سورہ الحمد کے بعد کون سورہ ہے۔

مولوی صاحب ۔ قل اعوذ برب النّاس ہے۔ بات یہ ہے کہ پارہ عم میں کل سورتوں کو اُلٹ کر لکھتے ہیں۔ اس طرح کہ قرآن مجید میں جو سورۃ سب سے آخر میں ہے اوس کو عم پارہ کے شروع میں لکھتے ہیں۔ پھر اوس سے پہلے جو سورۃ ہے اوسکو دوسرے نمبر پر لکھتے ہیں۔ پھر اوس سے پہلے جو سورۃ ہے اوس کو تیسرے نمبر پر لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کے پارہ عم میں جو سورۃ سب سے پہلے ہے وہ

پارہ عم میں سب سے آخر میں لکھی جاتی ہے۔
ہدایت خاتون۔ یہ تو عجیب تماشہ ہے کہ وہی قرآن مجید جب پورا لکھا جاتا ہے تو اسکی سورۃ عم تیسویں پارے کے شروع میں لکھی جاتی ہے۔ اور اسی قرآن مجید کا صرف تیسواں پارہ لکھا جاتا ہے تو اس کی سورۃ عم سب کے آخر میں کردی جاتی ہے۔ ایک ہی چیز کبھی سب سے اونچی رکھی جاتی ہے اور کبھی سب سے نیچی۔ یہ کون اصول ہے؟ دنیا میں کسی اور کتاب میں بھی ایسی تحریف کبھی کی جاتی ہے۔ جیسی تم لوگ قرآن مجید میں اس طرح ہر وقت کرتے رہتے ہو۔
مولوی صاحب۔ لڑکوں کے پڑھانے کے لئے یہ ترکیب نکال لی گئی ہے۔ اس پر کیوں زور دیتی ہو۔ یہ تو بالکل معمولی بات ہے اس سے بگڑتا کیا ہے۔
ہدایت خاتون۔ تو یہ ترکیب تحریف کہی جائیگی یا نہیں؟ اگر مانتے ہو کہ تحریف ہی تو خیر۔ نہیں مانتے تو بتلاؤ کیوں۔
مولوی صاحب۔ یہ تو لڑکوں کی سہولت کے لئے کیا جاتا ہے کہ ان کو چھوٹی سورتوں کا پہلے پڑھنا آسان ہوگا۔
ہدایت خاتون۔ ہر کام کسی نہ کسی غرض ہی سے کیا جاتا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ اس فائدے کے لئے یہ تغیر اختیار کیا گیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ تحریف ہے یا نہیں کہ وہی پارہ عم جب پورے قرآن مجید میں چھپتا یا لکھا جاتا ہے تو سیدھا رہتا ہے اور جب اس سے الگ کرکے لکھا جاتا ہے تو بالکل اولٹا۔ سر کی جگہ پاؤں اور پاؤں کی جگہ سر کردیا جاتا ہے۔ اگر خدا قرآن مجید کی حفاظت از تحریف کا وعدہ بھی کئے ہوتا تو آج تک ایسی نمایاں تحریف کیوں ہونے دیتا۔ دیکھنے میں یہ بات بالکل ہلکی ہے مگر تم لوگوں کا دعوےٰ باطل کرنے کے لئے بہت قوی ہے کہ ایک ہی چیز دولباس میں ہو جانے سے بالکل ایک دوسرے کی ضد ہو گئی۔
مولوی صاحب۔ انصاف یہ ہے کہ یہ نکتہ تم نے ہم لوگوں کے پریشان کرنے کے لئے بہت زبردست نکالا اور لطف یہ ہے کہ آج تک ہم لوگوں کا ذہن اس طرف گیا ہی نہیں۔ بڑی حیرت ہے کہ مخالفین اسلام خصوصاً عیسائیوں اور آریوں کو اس بات کا خیال نہیں ہوا۔ ورنہ وہ لوگ اس درجہ اودھم مچاتے کہ ہم لوگوں کی زندگی ہی تلخ ہو جاتی۔

فرارِ اڈیٹر النجم — مولوی عبد الشکور صاحب اڈیٹر اخبار النجم و اخبار آفتاب لکھنؤ کا جناب ثقۃ الاسلام مولانا سید احمد صاحب قبلہ مجتہد رسالہ اصلاح سے مناظرہ کے لئے آنا اور بغیر مناظرہ کئے شرمناک فرار اختیار کرنا قابل دید ہے۔ قیمت ۴ر

فتح مبین — اس رسالہ میں بھی اڈیٹر النجم مذکور کے مناظرہ سے فرار کرنے اور ضلع سارن کے مشہور عالم اہلسنت مولوی حکیم فتح محمد صاحب کے شیعہ ہو جانے کا دلچسپ تذکرہ ہے۔ قیمت ۴ر

فتح الرحمان — اڈیٹر النجم کا دوبارہ مولانا ممدوح سے مناظرہ کی ہمت کرنا اور فرار کرنا۔ قیمت ۴ر

فتح القدیر — اڈیٹر النجم نے بمبئی میں جا کر شیعوں سے جو مناظرہ کیا اس پر مفصل تبصرہ قابل دید ہے قیمت ۳ر

قول کریم — ایک سنی عالم کا اڈیٹر النجم پر اعتراض کہ خود اہلسنت کی کتابیں تحریف قرآن کے مضامین سے بھری ہیں پھر تم کیسے شیعوں پر اعتراض کرتے ہو۔ قابل دید ذخیرہ۔ جس میں پوری تحقیق و جامعیت سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ اہلسنت تحریف قرآن کے قائل ہیں اور ان کی کتابوں سے قرآن کی تحریف اس طرح واضح ہے کہ کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ آج تک اڈیٹر النجم سے بھی اس کا جواب نہیں ہو سکا۔

معراج شہادۃ — شہادۃ امام حسینؑ کے متعلق خان بہادر سید خیرات احمد صاحب وکیل گیا مصنف کتاب "نور ایمان" کا زبردست رسالہ بہت دلچسپ اور بصیرت افروز ہے۔ قیمت ۲ر

مشعل ہدایت — جناب حاجی سید آل علی حسنین صاحب بی اے مجسٹریٹ پنشنر بھوپال کی مشہور اور زبردست تحقیقی کتاب جس میں دکھایا ہے کہ خدا اپنے کلام پاک میں رسولؐ اور انکے آل و اصحاب کے لئے کیا فرماتا ہے۔ اور قرآن مجید سے آل اطہار کا کیا پایہ ثابت ہے اور اصحاب کس مرتبہ پر فائز ہیں۔ اور ان تمام حقائق کی موجودگی میں امامت کس کی پیروی اور کس حد تک فرض ہے۔ غرض بہت ہی قابل قدر کتاب ہے بحیثیت مجسٹریٹ آپ نے سنی شیعہ کے اختلافات کا فیصلہ بھی کمال انصاف سے کیا ہے حجم ۲۱۴ صفحہ قیمت صرف ۱۲ر

وضو میں پاؤں پر مسح کرنا — فرقہ اہل القرآن نے جو پنجاب میں پیدا ہوا ہے قرآن مجید سے دکھانا چاہا تھا کہ وضو میں پاؤں دھونے کا حکم ہے۔ اسکے جواب میں رسالہ اصلاح نے اہل القرآن کے دونوں فیصل شائع کر کے ثابت کر دیا کہ قرآن مجید وضو میں پاؤں پر مسح کرنے ہی کا حکم دیتا ہے۔ اس تحقیق سے پہلے مجیب گئے کہ اہل قرآن کو بھی ماننا پڑا۔ قیمت ۳ر

اسلامی خدا — توحید خدا کو آیات قرآن مجید سے بہت مفصل اور جامعیت سے ثابت کر کے واضح کر دیا ہے کہ جس طرح اسلام خدا کی توحید سکھاتا ہے دنیا کا کوئی فرقہ نہیں سکھا سکتا۔ قیمت ۲ر

آل و اصحاب — اس رسالہ میں دکھایا ہے کہ اہلبیت طاہرین کے ساتھ صحابۂ رسول کا سلوک کیسا تھا۔ انکی خدمات دشمنی کے ساتھ کس حد تک پہنچ گئی۔ واقعۂ کربلا کے وقت کتنے صحابہ موجود تھے مگر حضرت امام حسینؑ کی مدد کسی نے بھی نہ کی۔ حالانکہ وہ مدد کرتے تو امام مظلوم شہید نہ ہوتے۔ نہایت مفید اسلامی تاریخی تحقیق کا ذخیرہ ہے۔ قیمت ۴ر

جوابِ شرر — مسٹر عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی نے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کا بہت فحش اور گندہ ناول لکھکر مسلمانوں کے دلوں میں آگ لگا دی تھی۔ اس کا مفصل جواب اللہ تاریخی تحقیقات کا بے مثل خزانہ تیسری دفعہ چھپا ہے۔ قیمت ۸؍

صاحب العصر والزمان — حضرت حجتؑ کے وجود اور غیبت کی بہت زبردست دلیلیں اور قادیانی فرقہ نے حضرتؑ کے بارے میں جو اعتراضات کئے ہیں ان کا مفصل اور تشفی بخش جواب۔ قیمت ۱۲؍

عقل و تہذیب اہلحدیث — فرقہ اہلحدیث کی عقل۔ تہذیب۔ انسانیت۔ مذہب اور خصوصاً ان کے علماء و پیشوایانِ دین کے قابل مضحکہ حالات کا مکمل مجموعہ۔ قیمت ۱۲؍

فتنۂ شبلی — شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں لکھا تھا کہ معاذ اللہ جناب امیرؑ نے بھی ایک دفعہ شراب پی تھی۔ اس کی مفصل اور محققانہ رد کرکے اس روایت کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں قیمت ۸؍

تحریف قرآن — کے بارے میں اہلسنت اعتراض کرتے ہیں۔ رسالہ حد السارق میں پوری تحقیق اور جامعیت سے ثابت کردیا گیا ہے کہ تحریف قرآن کے قائل اہلسنت ہیں اور انکی کتابوں سے یہ اس طرح واضح ہے کہ کوئی انکار نہیں کرسکتا

مسئلۂ فدک — سنی شیعہ کے درمیان بہت زبردست بحث ہے۔ نواب محسن الملک بہادر نے شیعوں کے خلاف آیات بینات میں بہت زور لگایا ہے اس کا مفصل جواب بکمال تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب شیعوں کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ جلد اول ۸؍ دوم ۸؍ سوم ۱۲؍ چہارم ۸؍

مقدمۂ نہج البلاغہ — بعض اہلسنت کہتے ہیں کہ نہج البلاغہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا کلام نہیں ہے۔ اس کتاب میں نہایت تحقیق و جامعیت سے اس کو حضرت کا کلام ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۲؍

مذہبی کہانی — اس رسالہ میں ناول کے طرز پر اصول دین کی باتیں بہت واضح اور دلچسپ عنوان سے بچوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ قیمت ۱؍ — المشتہر:۔ منیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

ڈاکخانہ کھجوا — انگریزی میں ڈاکخانہ کھجوا اس طرح لکھا جائے P.O. KUJHWA (BIHAR CIRCLE)

جنت کا ٹکٹ — مصنفہ چودھری احمد حسن صاحب محقق سابق سنی حنفی کی چودہ سالہ تحقیق قابل دید ہے جس میں بنص کتاب اللہ اور بتصدیق رسول اللہؐ اسلام کے تہتر فرقوں میں صرف ایک ہی فرقہ ناجی باقی کل ناری ہیں۔ مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے جو فی الحقیقت ایمان و ہدایت کا مرکز اور معرفت الٰہی کا سرچشمہ ہے۔ لہٰذا شائقین طلب فرماویں۔

نظام حق ۔ پیغام حق ۔ تحقیق الحق

پتہ:۔ سید امیر حسن سکنہ قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور

(سید غازی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھاپ کر شایع کیا)